جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نامِ کتاب : کنزِ اخفیٰ
مصنف : پیرِ طریقت، آئینۂ حضرتِ باھو، حضرت شاہ عارف القادری صاحب قبلہ
پروف ریڈنگ : عبیدالرحمن صدیقی
سن اشاعت : ۲۰۱۳
صفحات : ۳۴۸
تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

حضرت مصنف کی جملہ کتب تصوف کی معلومات کیلئے رابطہ کریں

- سید فیض ارشد قادری 0944846721
- سید ریاض عارف 0944835215

پیشکش:
پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری
سجادہ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاہِ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک
موبائل:09448467215
website : www.noor-e-sufiislam.co

Published By:
ALHUDA PUBLICATIONS
2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, N. Delhi-2
Mobile : 08010503999 / 08459026205
Email: alhudapublications@yahoo.com

انتساب

اس ذاتِ بابرکت کے نام جو گنجِ مخفی کے اظہار کے لئے مظہرِ محبت بن کر چمکی، اس ذات کے نام جو عاشق و معشوق کے درمیان مظہرِ عشق بنکر روشن ہوئی، اس ذاتِ گرامی کے نام جن کے دوشِ مبارک مقام اَوْ اَدْنیٰ میں رکابِ حبیبِ خدا ﷺ بنے، اُس ذات اقدس کے نام جو خلق کے درمیان امرِ ربّی بن کر آئی، اس ذات گرامی کے نام جو حال واحوال کی سلب کرنے والی، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنے والی ہے! میری مرادِ محبوبِ سبحانی، معشوقِ ہر دو جہانی شہبازِ لامکانی، پیر میراں محی الدّین ،حضرتِ سیدنا و مرشدنا، ابومحمّد شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام اور آپ کی آنے والی ان تمام قادری روحانی اولادوں کے نام!

گر قبول افتد زہے عز و شرف

الفقیر الشاہ عارف القادری سلیمانی عفی عنہ

المطوطن فقیر تندی ہلّی، تعلقہ شہنور، حال مقیم، آدرش نگر، مالاپور، کرناٹک (الہند)

رابطہ: 09448467215، 09945869805، 09740357786

نادر روحانی تحفہ

ازقلم: **ڈاکٹر مجید بیدار صاحب قبلہ**
سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسیٹی (حیدرآباد)

علم کی فضیلت اور اسے حاصل کرنے کیلئے جستجو کی اہمیت کا اظہار اسی حقیقت سے ہو جاتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے جب پہلی وحی نازل فرمائی اور اقراء کے توسط سے ساری عالم انسانیت کو آگاہی کے وصف سے متصل کر دیا، اس آیت شریفہ کے ذریعہ انسان کو علم و عمل کی حقیقتوں سے مالامال کرنا تھا۔ غرض آج کی دنیا میں علوم کی مختلف شاخیں ہیں، ایک جانب تو ظاہری علوم کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے تو دوسری جانب باطنی علوم کی حقیقتوں کو ماضی کا حصہ تصور کر کے اس سے اجتناب بھی بڑھتا جا رہا ہے، علم لدنی کی حقیقت سے بے نیازی برتی جا رہی ہے۔ حالانکہ باطنی علوم کے ذریعہ قلب و باطن کے تزکیہ سے انسان درحقیقت کیف و حال کی مستیوں میں گم ہو جاتا ہے اور جس حقیقی تعلیم و تربیت کا متقاضی ہوتا ہے وہ دراصل اصلاحِ قلب و باطن کا نتیجہ ہے جس سے راہِ خدا میں مدارج بلند ہونے لگتے ہیں۔ ایسی تربیت حاصل کرنے کے علم میں ہزار ہا نقطے پوشیدہ ہیں اور ان کی خصوصیات کو جاننے کی کوشش کو بزرگوں نے "نقطے کے علم" سے تعبیر کیا ہے۔ اس علم باطنی کے

ذریعہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے مراقبہ، مجاہدہ، مکاشفہ اور مشاہدہ جیسے منازل کی سیر کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں کسی بندۂ خدا کو باطنی دنیا کے کیف و سرور سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جو باطنی بیماریوں کے خاتمے اور خدا سے لو لگانے کے سچے طریقوں سے آگاہ کرتا ہے چنانچہ تزکیۂ نفس کے زیور سے آراستہ کرتے آئے ہیں۔ پیران طریقت نے اپنے مریدوں کی علمی تشنگی بجھائی ہے۔ وہ تمام خانقاہیں چاہے ان کا تعلق چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، اور شطاریہ سے کیوں نہ رہا ہو، وہ سب ہر دور میں خود شناسی اور خداشناسی کے علوم اختیار کرتے آئے ہیں! اس لئے اس علم کے نور سے چھننے والی روشنیاں نہ صرف سالک کے قلب و روح کو روشن کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں بلکہ اسی کے توسط سے انسان کے روحانی امراض کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اس علم میں لفظ و حروف کی تفہیم و تشریح نہیں بلکہ موضوع کی گہرائی و گیرائی سے انسان کا واسطہ عمل کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے علم روشنی پھیلانے کا وسیلہ ہے، دورِ حاضر میں جہاں مختلف علوم و فنون اور مشینی خصوصیات کو نمایاں کرنے کے معاملات کی تفہیم و ترسیل کے مختلف ذرائع اختیار کئے جا رہے ہیں، وہاں عصر حاضر میں علم باطن کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لہٰذا علم معرفت اہمیت و افادیت کو عام کرنے کے لئے جدید طریقوں کو اختیار کیا جانا چاہئے! چنانچہ یہ کتاب کنزالخفیٰ ایسے علوم و فنون سے مالامال ہے، جو صحیح

عقیدے اور عمل وعرفان کے موتیوں کی مالا پہنا کر انسان کو کامل نجات کی طرف رہنمائی کرتی ہے، لہذا مصنف قابل مبارکباد ہیں۔اردو دنیا میں طویل عرصہ کے بعد ریاستِ کرناٹک کی معروف شخصیت حضرت شاہ عارف القادری صاحب نے ایک ایسی اہم کتاب مرتب کرنے کی طرف توجہ دی ہے جس کے ذریعہ انسان کو فیض کامل حاصل ہوتا ہے۔ ذات کی طرف تدریجی ارتقاء اور اس کی باطنی کیفیت میں سدھار لانے کے لئے ایسی اہم کتابوں کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ بھی کھلی حقیقت ہے کہ تصوف کی روایتی اصطلاحات اور اس کی تشریح پر کافی سے زیادہ مواد اب تک شائع ہو چکا ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ روحانی درجے بلند کرنے کیلئے ذکر و اذکار اختیار کرنے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔خدا کی ذات بھی بندۂ خدا کو روحانی مدارج بلند کرنے کے مواقع بھی اسی وقت فراہم کرتی ہے جبکہ انسان اپنی ذات سے وابستہ کرنے کیلئے بیکراں عشق سے استفادہ کی اہمیت پیدا کرتا ہے۔اس معاملہ میں نفس پر قابو پانے اور ضمیر کی زندہ روش اختیار کرنے کی شدید ضرورت ہوتی ہے! جو کسی پیرِ کامل کے توسط سے ہی ممکن ہے۔غرض دورِ حاضر میں بڑھتی ہوئی مادّی ترقی کے ہجوم سے نکال کر انسان کو روحانی کیفیات کے سرچشموں سے فیضیاب کرنا سخت ضروری ہے۔اس مرحلہ کے لئے ایسی کتابوں کی اشاعت پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے جو تصوف کے گہرے رموز و اسرار کو پیش کر کے

ان کے توسط سے انسانی زندگی میں روحانی تغیر لانے کا سبب بنتی ہیں۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ حضرت شاہ عارف القادری سلیمانی (دھارواڑ) نے مرشد حق آگاہ کی صحبت بافیض سے فیضیاب ہو کر روحانی علوم حاصل کر کے معرفت کی خصوصیات کو عام انسانوں تک پہنچانے کے لئے ایک اہم کتاب ''کنزالخفیٰ'' ترتیب دی ہے۔اس کتاب کو نعمت غیر مترقبہ قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔بلاشبہ دل کی گہرائیوں سے اس کتاب کی پیشکش پر مبارکباد دیتے ہوئے خدا سے دعا گو ہوں کہ روحانی علوم کی روشنی کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے یہ کتاب منبعِ نور بن جائے اور اسلام میں داخل ہونے والے ہر مسلمان کی زندگی میں اس قسم کی تربیت کو ایسا وقار حاصل ہو جائے کہ جس کی وجہ سے ہر بندۂ خدا میں نورِ الٰہی جلوہ گر ہو جائے۔آمین!

پروفیسر مجید بیدار
سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
۱۰ مارچ ۲۰۱۳

تقریظ جلیل

ازقلم: پروفیسر اشرف رفیع صاحب

سابق صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسیٹی (حیدآباد)

تصوف کے معنیٰ میں اس قدر الجھاؤ ہے کہ معنی کھلنے کے بجائے اور اُلجھتے چلے جاتے ہیں اور اگر کوئی معنی کھولنے کی جرأت بھی کرتا ہے تو بجائے خود ایک تالیف کے برابر اس کی یہ کاوشیں ہوجاتی ہیں۔ اب تک جتنی تعریفیں ہوئی ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ کسی نے صوف کے لباس کے پہننے کو تصوف کہا ہے، کسی نے تصفیۂ قلب کو تصوف مانا ہے، کسی نے تزکیۂ نفس کو تصوف سمجھا ہے۔ اصطلاحاً تصوف اس علم کو کہتے ہیں جو اشرف المخلوقات یعنی انسان کو جستجوئے منزل کا سلیقہ سکھائے اور توحید کے صراط مستقیم پر چلائے۔ جس کا ابتدائی درجہ یافت حق وقرب حق ہے۔

علمائے کرام میں بعض بعض کے تصوف سے اختلاف بھی رکھتے ہیں، اسلامی تعلیمات کے خلاف خیال بھی کرتے ہیں۔ کسی نے یونانی فلسفہ کو اس کا ماخذ گردانا ہے اور بعض نے ویدانت کی تقلید خیال کیا ہے! غور کریں تو اسلامی تصوّرِ تصوف اور دوسرے مذاہب کے تصورات میں بین فرق ہے۔ ہندو فلسفہ میں ویدانت میں حقیقی وجود صرف برہمہ یا خدا کا ہے اور ویدانت میں

غیر حق یا ماسواء کا مفہوم یہی عالم ہے۔

غیرتش در جہاں نگزاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

تصوف کا حاصل یہی ہے کہ غیر کو غیر سمجھیں اور حق کو حق اور ایسا سمجھنے کیلئے ذکر وفکر کی ضرورت ہے۔ طالب حق کو لازم ہے کہ اس کے ذکر میں مشغول ہو کر فکر میں غواصی کرے نہ صرف غواصی کرے بلکہ ڈوب جائے اور ایسا ڈوبے کہ سوائے حق اپنے آپ کو بھی نہ پائے! "اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی"۔ مثلاً ایک گھڑے بھر صاف وشفاف پانی میں سیاہی کا ایک قطرہ ٹپکا دیں وہ قطرہ گھڑے بھر پانی میں ڈوب کر خود کو بھلا دیا، کھو دیا، اب اسکی یافت ناممکن ہے، اب چاہے تو حق اس قطرہ کو گہر بنا کر باہر لائے تو وہ گہر بیش قیمت ہوجاتا ہے، یہی گہر صوفی ہے جو فنا بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی ہوتا ہے۔ یافت کے بعد سالک سیر الی اللہ اور سیر من اللہ کرتا رہتا ہے، کبھی یہاں کبھی وہاں! اب جو دنیا میں اس سے عمل سرزد ہوتا ہے وہ ادھر سے ہوتا ہے بظاہر صوفی دنیائے دوں میں ہوتا ہے مگر باطن میں وہ کہیں اور ہوتا ہے، یعنی کہتا ہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است ومحال است وجنوں

حصول معرفت کے لئے عام خیال یہ ہے کہ اس کے لئے ترک دنیا، ترکِ علائق اور ترکِ کسبِ معاش ضروری ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ نہیں فرمایا جاتا کہ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' اس کھیتی کو مزرعہ زندہ بنانے کے لئے محنت کی تو ضرورت ہے ہی وہ محنت نفس کشی کی ہے اور یہی جہاد کا اولین درجہ ہے، یہیں سے عبد کامل کی راہیں ہموار ہوتی ہیں عبد کامل ہی کی یہ پہچان ہے ''وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى'' (النجم ۵۳:۳) وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے!

وہ خانقاہیں جو کسی زمانے میں تصوف کے شراب خانے تھے وہاں جو شراب بہتی تھی، وہ منزہ ہوتی تھی جو قلب و روح کو مطہر کرتی تھی، ساقی (مرشد) جو شراب ناب پلاتے تھے وہ مئے کش (طالب حق) کو بے خود کر دیتے تھے، اب وہ میکدے رہے نہ وہ شراب ناب۔

آرزوئے نشاط باقی ہے ❖ میکدہ میں مگر شراب کہاں

اب تو صرف رسم پا بوسی و نذرانے باقی رہ گئے ہیں! حضرت شاہ عارف القادری سلیمانی جیسی خانقاہیں اور ان جیسے پیرانِ طریقت کا دم غنیمت ہے جو اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو درس انسانیت، درس تصوف و

حکمت دیتے ہیں! آپ کی یہ کتاب فن تصوف کا گنجینہ ہے جس میں سالکین کو تصوف کی ابتدائی اور انتہائی باتیں نہایت سلیس زبان میں بتائی گئی ہیں، تصوف یوں تو ایک ذوقی اور وجدانی چیز ہے، مگر مرشد کامل کی نظر جب تک کرم نہ کرے نہ ذوق پیدا ہوسکتا ہے نہ وجدان۔

کتاب '' کنز الخفی'' علم کا وہ نور بکھیر رہی ہے جس سے انسان خود کو پہچان کر ذات خداوندی کا عرفان حاصل کرسکتا ہے۔ یہ کتاب قاری کے قلب و روح کو مطہر و منور کرسکتی ہے۔ حضرت والا نے علم معرفت کے مشکل سے مشکل مرحلے کو آسان کرکے پیش کیا ہے، عموماً تصوف کی کتابیں اصطلاحات اور زبان کی ثقالت سے بوجھل ہوتی ہیں مگر حضرتِ موصوف نے تفہیم کا تسہیلی انداز اختیار کیا ہے، جس کی وجہ سے ایک عام قاری بھی اس کتاب سے مستفید ہوسکتا ہے۔ عنوانات اپنی جگہ بہت اہم ہیں دقیق ہیں مگر زبان اور کلام پر چونکہ عبور حاصل ہے اس لئے موضوع کا لب لباب پیش کرکے قاری کو راغب کیا ہے بہ اختصار ان عنوانات میں خوبی ہے ورنہ ہر عنوان ایک علیحدہ کتاب کا طلبگار ہے، آج کی مصروف ترین دنیا میں کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ طویل وخشک مضامین میں سر کھپائیں! حضرت شاہ عارف القادری صاحب نے اس حقیقت پر نظر رکھی ہے اس لئے آپ کی یہ پُر مغز تصنیف اُمید ہے کہ نہ صرف خواص کے لئے بلکہ عوام کو بھی متاثر کریگی، کنز الخفیٰ میں مخفی خزانوں کی قدریں

خود تصوف کے اہم موضوعات ہیں، جس پر حضرت موصوف نے احتیاط سے قلم اٹھایا ہے مجھے امید ہے کہ طالبینِ علمِ توحید کے پوشیدہ خزانوں کی تلاش میں گم ہو جائیں گے اور من عرف نفسہ کو سمجھ جائیں گے تو یہی عمل علم کا شاہکار ہوگا اور یہ پر نور تصنیف، توفیق خداوندی سے تجلی باطن کا سامان فراہم کرے گی۔

پروفیسر اشرف رفیع
سابق صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسیٹی (حیدر آباد)
۱۷ اپریل ۲۰۱۳ء

حضرت مصنف کا مختصر تعارف!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

سر زمین دکن کا وہ مشہور شہر ہانگل شریف جو ہمیشہ سے اکابر اولیاء کرام کی آماجگاہ رہا ہے، اسی سر زمین پر مردِ قلندر، حضرت مولیٰ علی مردانِ غیب رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں آج بھی وہ علاقہ درگاہ کے نام سے مشہور ہے اور اس درگاہ کی امتیازی خصوصیت یہ رہی کہ کوئی شیطان صفت اس علاقہ میں سکونت اختیار نہیں کر سکتا! ایسی جلیل القدر ہستیاں اس بستی میں آرام فرما ہیں اور جب اس بستی کو سرکار شمس العلماء، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت سید مقبول احمد شاہ قادری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قدمِ میمونت سے نوازا تو ہانگل شریف، ہندو بیرونِ ہند میں شہرت پا گیا۔ اسی مبارک بستی میں میرے پیر و مرشد، مرشدِ حق نما، آئینۂ حضرتِ باھو، حضرت شاہ عارف القادری سلیمانی مدظلہ النورانی بتاریخ ایک جون 1950 عیسوی کی صبح صادق کو اپنے ننیہال میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب مشہور زمانہ بزرگ، قطب الاقطاب، مرجع سلاطین انام، فانی فی اللہ، باقی باللہ، حضرتِ شاہ محمد قاسم سلیمانی قادری نقشبندی سے جا ملتا ہے۔ آپ کے

جدّ کریم کا آستانہ قصبہ ٹکور، بستی چنار شریف ضلع مرزاپور (یوپی) میں مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے، اور آپ کے جدّ کریم حضرت شاہ محمد قاسم سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرتِ محبوب سبحانی سرکار غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنا عمامہ شریف اور اپنے دستِ مبارک سے لکھا ہوا قرآن مجید بطور نعمت ایک خانۂ محراب میں مقفل کر کے اس کی کنجی اپنے خادم کو اس وصیت کے ساتھ عنایت فرمائی تھی کہ ہندوستان سے محمد قاسم نام کا ایک شخص آئے گا جب وہ ہماری خانقاہ میں حاضر ہوگا تو مقفل محراب خود بخود کھل جائے گا! تو یہ نعمت اس شہزادہ قاسم کو عطا کر دینا، سرکار غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے اس ظاہری دنیا سے وصال کے پانچ سو سال بعد یہ واقعہ پیش آیا اور آج بھی سرکار قاسم سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقعہ پر ان تبرکاتِ غوثیہ کی زیارت کروائی جاتی ہے۔

ایسے عظیم سلطان حضرت قاسم سلیمانی کے بڑے شہزادے حضرت کبیر المشتہر بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ جن کا آستانہ قنّوج (یوپی) میں موجود ہے ان ہی کی اولاد دین اللہ کے دین کی اشاعت اور مذہب محبت کی تبلیغ اور سلسلۂ قادریہ عالیہ کی ترویج کا عظیم فریضہ انجام دیتے ہوئے دکن ہندوستان کے ریاستِ شہنور قصبہ فقیر نندی ہلّی کو اپنا ماویٰ و مسکن بنایا، والیان ریاستِ شہنور نے آپ کی بڑی قدر کی، اور کئی ایکڑ زمین بطور تحفہ ان حضرات کی خدمت میں پیش کی، آج بھی اس قصبۂ فقیر نندی ہلّی میں آپ کے اجداد کے آستانے مرجع خلائق

بنے ہوئے ہیں۔

الحمدللہ! میرے پیر محترم سرکار عارف القادری نے اپنے والدین کے ہمراہ 1962 عیسوی میں اپنے آبائی مسکن شہنور نندی ہلّی کو خیرباد کہہ کر اپنے ننہال ہانگل شریف کو اپنا مسکن بنالیا اور ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی، اور آپ کو صغر سنی ہی سے شعر گوئی اور نعت گوئی کا بڑا شوق تھا، اسی فطری شوق نے آپ کو کمسنی ہی سے قصائد لکھنے پر آمادہ کیا اور آپ کے صبح شام ہانگل شریف میں اعلیٰ حضرت شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بافیض میں گذرنے لگے، نگاہِ ولی نے میرے پیر و مرشد میں وہ تاثیر پیدا کر دی کہ اعلیٰ حضرت کشمیری کی بارگاہ میں اپنے لکھے ہوئے اشعار و قصائد سنانے لگے، تو اعلیٰ حضرت کشمیری نے فرمایا یہ بچہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا منور الدین پیر زادے کا صاحبزادہ ہے، تو برجستہ آپ نے اپنی زبانِ فیضان ترجمان سے ارشاد فرمایا اللہ اس بچہ کے قلم میں تاثیر و شفاء عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ آج سارے ہندوستان و بیرون ہندوستان میں علوم حقہ معرفت و عرفان کے آپ کی تحریر شدہ کتب کی جو دھوم مچی ہے یہ سب کچھ سرکار اعلیٰ حضرت مقبول احمد شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے اور آپ ہی کی دعاؤں کی برکت سے میرے پیر محترم کو ایک مردِ خدا، شہزادۂ غوث اعظم، فانی فی اللہ باقی باللہ ابوبرکات سرکار سیدنا سید عبدالسلام شافعی کیرلاوی علیہ الرحمۃ والرّضوان کی صحبت صالحہ نصیب ہوئی،

ایسی با برکت ہستی کے ظلِ عنایت میں مسلسل بیس سال کا عرصۂ دراز گذار کر روحانی و عرفانی علوم کا اثاثہ حاصل کیا۔آپ ہی کی نگاہِ کرم کا یہ صدقہ ہے جو فیضانِ غوث اعظم دستگیر کی شکل میں آج اُمّت رسول اللہ ﷺ فیضیاب ہورہی ہے۔ دادا مرشد سرکار سیدنا عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سالہ ارادت تلمذ کے دوران خلافت عطا کرنے کی تمنا ظاہر کی تو میرے پیر محترم نے کہا میرے ابّا حضور مجھ جیسے نااہل کے سر پر یہ بار آپ کیوں رکھنا چاہتے ہیں، مجھے تو بس آپ کا دیدار و آپ کی صحبت ہی نعمتِ عظمیٰ ہے،تو سرکار سیدنا عبد السلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت سنائی ، اے عارف ٹھیک ہے! تم ابھی خلافت قبول نہیں کرتے تو کوئی بات نہیں جب تم باون سال کے ہوجاؤ گے تو تمہارے علاقے کے ایک مردِ صالح کی بارگاہ سے یہ نعمت تمہیں عطا کی جائیگی اور اس بشارت عظمیٰ کو دیکھنے والوں نے دیکھا الحمدللہ! یہ ناچیز بھی اس موقعہ پر حاضر تھا یعنی اپنے علاقے کے عظیم مفکر صوفیٔ باصفا، عالمِ اجل ،عارف بے بدل سرکار شاہ محمد ولی اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی و باطنی خلافت آپ کے درگاہ کے سجّادہ نشیں پیر طریقت سید ولی اللہ صاحب قبلہ کو بذریعہ خواب خلافت و نعمت عطا کی جانے کی بشارت ملی اور اسی شب سرکار شاہ محمد ولی اللہ قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے میرے پیر و مرشد کو خواب میں ایک بند پوٹلی دکھا کر اپنی خلافت و نعمت قبول کرنے کی بشارت دی، اس طرح دادا پیر سرکار سیدنا عبدالسلام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت عظمیٰ پوری ہوئی۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تشنگانِ علوم باطن ان بزرگوں کے فیضان سے فیضیاب ہو کر راہِ حق کے منازل طے کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں میرے پیر محترم کی کتابیں پہنچ رہی ہیں اور سعیدانِ ازل جو راہِ حق کے متلاشی تھے پڑھ کر باطنی سفر پر رواں دواں ہیں،اور حضرت مرشد قبلہ سے براہِ راست فون پر اجازت، منازل کی نشان دہی ، راہِ سلوک میں نظر آنے والے مناظر کی توضیحات طلبی ،اور سلوک الی اللہ میں ملاقات ہونے والے انبیاء کرام،اولیاء کرام کے تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں، واللہ ناچیز خود اس بات پر شاہد ہے اور کئی سعیدان ازل دور دراز کا سفر طے کر کے خانقاہِ قادریہ ولی اللٰہیہ دھارواڑ پہنچ کر کئی کئی دن قیام فرما کر اپنے سفرِ باطن کی روداد سناتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مزید باطنی منازل کی ترقی وسفر کی اجازت پا کر فیضان غوث اعظم سے مالا مال ہو کر لوٹتے ہیں۔

الحمدللہ! حضرت مرشد قبلہ نے پچھلی کئی صدیوں سے اصطلاحات تصوّف جو ایک معمہ بن چکے تھے اور ان اصطلاحات تصوّف کو نا سمجھ کر لوگ تصوّف کی دنیا میں قدم رکھنے کی جرأت کرنا بھی محال سمجھ بیٹھے تھے! ایسے پُر آشوب دور میں علمِ معرفت، علمِ حقہ پر قرآن وحدیث کے عین مطابق کتب لکھنا یقیناً یہ سب کچھ سرکار غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیضان ہی ہے، حضرت موصوف

قبلہ نے عزمِ صمیم کے ساتھ اقدام کیا اور کئی نادر و نایاب کتب تصوف اب تک منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ کتابیں تمام سلاسل کی خانقاہوں کے لئے علمی و عرفانی اثاثہ ثابت ہو رہی ہیں، یہی وہ تعلیمات ہیں جو کبھی کسی دور میں ان قدیم خانقاہوں کی جان و زینت رہ چکے ہیں مگر آج ان اصطلاحات کو نا سمجھ کر پیری مریدی کی بس رسم نبھائی جارہی ہے، اور اگر کوئی ازلی سعید، طالب اللہ! سلوک الی اللہ کے منازل و سفر کے تعلق سے سوال کر بیٹھتا ہے تو اکثر خانقاہوں کے مسند نشیں کی زبان پر یہی جملہ آتا ہے کہ راہِ سلوک! ''بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' یہ کہہ کر ڈرا دیتے ہیں۔ مگر حضرت موصوف نے اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے راہِ خدا کی معرفت کو'' بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی'' میں تبدیل کرکے بتادیا اور اسی نام سے موسوم سالکین راہِ خدا کی رہبری کے لئے ایک کتاب ہی تصنیف کرڈالی۔

اور آج جبکہ جدید سائنسی تحقیقات کا دور دورہ ہے، ایسے دور میں جہاں سائنسی انکشافات سے حیرت انگیز باتوں اور کارناموں کا ذکر جا بجا سننے اور دیکھنے مل رہا ہے۔ حضرت قبلہ نے اپنی تصنیفات میں اپنے روحانی سفر سے ایسی ایسی باتوں اور حقائق کا انکشاف کیا ہے اور یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ ایک سالک توفیق خداوندی کی عطا سے وہاں تک رسائی حاصل کرکے مشاہدہ کرسکتا ہے اور الحمدللہ آج کئی ایک سعیدانِ ازل حضرت قبلہ کی سرپرستی میں

سلوک الی اللہ کی منازل طے کرتے ہوئے عالمِ ملکوت میں پہنچ کر عقلِ باطنی روشن کرکے مقامِ جبروت میں رسائی حاصل کرکے قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہوئے ''له مافي السّمٰوٰت والارض'' کا اقرار کرتے ہوئے ہر مقام سے کامیاب گذر کر حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے دستگیری عطاو کرم کی برکت سے مجلسِ محمدی ﷺ میں حاضر باش ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج کی جدید سائنس کو ان مقامات اور حقائق تک پہونچنے کے لئے ایک طویل عمر درکار ہوگی! اسی لئے حضرت مرشد قبلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ تصوّف سائنس کی ماں ہے۔ (TASSAWUF IS MOTHER OF ALL SCIENCES)

الحمدللہ! آپ تقریباً بیالیس سالوں سے شہر دھارواڑ میں مقیم ہیں اور خانوادۂ قادریہ ولی اللّٰہیہ سے منسلک رہ کر تحریری اور تربیتی خدمات انجام دے رہے ہیں، حضرت مرشدِ قبلہ نے خالص تصوف اور معرفت پر مکمل دس کتابیں تصنیف کی ہیں، تقریباً ساری کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور مزید حضرت قبلہ کی دو نایاب کتابیں جو دنیائے تصوف میں درّ نایاب کا درجہ رکھتی ہیں اور سرکار غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کرم کے فیضان و کرم سے آنے والی ہیں، ان دو کتابوں کی ایک امتیازی خصوصیت ہوگی اور ان شاء اللہ تاریخ اسلام میں یہ ایک نیا اور حقیقت سے لبریز باب قائم کریں گی۔ جس میں سے سرِ دست کتاب ''کنز اخفیٰ'' بھی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ! اس کتاب کا ہر موضوع اپنے

دامن میں ایک حقیقت کو سمیٹے ہوئے ہے۔انشاء اللہ ایک قاری جتنی بار اس کتاب کا مطالعہ کرے گا ہر بار وہ علمِ الٰہی کے فیضان کا کرشمہ ملاحظہ فرمائے گا، جیسے پچھلے پانچ سو سال قبل حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' نے ایک نیا باب قائم کیا ہے،اور وہ کتاب کئی ایک سالکانِ راہِ سلوک کے لئے مرشدِ کامل کا کام کرگئی ہے۔ بلاتمثیل حضرت قبلہ کی ہر کتاب انشاء اللہ ایک کامل مرشد و رہبر کا کام انجام دے گی!بشرطیکہ قادریت کے سورج کی روشنی میں پڑھ کر قادری رنگ میں رنگے ہو کر چلیں اور دیکھیں کہ سلوک الی اللہ کیا ہے؟''بہت سہل ہے ڈگر پن گھٹ کی'' ثابت ہوگا۔اور حضرت قبلہ کی آنے والی کتاب جو زیرِ طبع ہے یقیناً یہ بھی تاریخ تصوف میں ایک نیا باب قائم کردیگی کیونکہ اس کتاب میں تصوف کے اصطلاحات کی تشریحات کیلئے سوالات و جوابات کا طرز اختیار کیا گیا ہے،یعنی مکمل گیارہ سو (۱۱۰۰) سوالات کے اطمینان بخش جوابات قلمبند کئے گئے ہیں اور اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور محبوب سبحانی معشوقِ ہر دو جہانی، شہبازِ لامکانی سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے گیارہ اسماء گرامی کی تشریحات بھی موجود ہیں،اور سرکار غوث پاک کے ایک نامِ پاک کی تشریح اور اس نام کے ساتھ ایک سو تصوف کے سوالات و جوابات،گویا کہ گیارہ اسماء گرامی کے انوار و تجلیات کی نسبت سے گیارہ سو علوم و معرفت کے بیش بہا موتی بہائے

گئے ہیں۔انشاء اللہ یقیناً یہ دونوں کتب بارگاہِ غوثیت مآب میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہونگی اور آنے والے دور کا ہر سالک و ازلی سعیدان کتب سے فیضیاب ہو کر سلوک الی اللہ کے منازل طے کرتا ہوا نظر آئے گا۔اور ''کنزِ اخفیٰ'' کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ابتداء حدیثِ اخفیٰ سے ہوئی ہے اور انتہاء ایک اہم سوال اخفیٰ کیا ہے؟ پر ہوئی ہے!اسی مناسبت سے یہ کتاب اسم بامسمّیٰ یعنی ''کنزِ اخفیٰ'' سے موسوم ہے۔

انشاء اللہ سالکین راہِ حق کے لئے اور بھی مزید علومِ روحانی کے کمالات و حقائق پر مبنی حضرتِ موصوف قبلہ کی کتابیں منظرِ عام پر آنے والی ہیں، جو آنے والی نسلوں کو حقیقی زندگی جینے کا سامان مہیّا کریں گی۔آپ تمام قارئین اور سعیدانِ ازل سے دلی التماس ہے کہ حضرتِ پیر و مرشد قبلہ کی صحت و عافیت و درازئ عمر کی دعا فرمائیں۔

الفقیر مقبول احمد قادری
ناظمِ اعلیٰ، رئیل لائف اسپریچول فاؤنڈیشن، ہبلی (کرناٹک)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلحَمۡدُلِلّٰہِ الَّذِی یَھۡدِی لِنُوۡرِہٖ مَن یَّشَآءُ وَ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَن یَّشَاءُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الَّذِیۡ مَلَأَالۡخَلَاءَ بِخَیۡرِہٖ، وَخَرَقَ السَّمَاءَ لِسَیۡرِہٖ، وَمَا سَاغَ ذَالِکَ لِغَیۡرِہٖ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

''حمدِ کامل اللہ کے لئے ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنے نورِ حقیقی کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمتِ خاصّہ سے نوازتا ہے اور رحمتِ کاملہ نازل ہو اس ذاتِ اقدس پر جس نے اپنی خیر و برکت سے کائنات کو بھر دیا اور اپنی سیر کی برکت سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور آپ کے سوا یہ شرف کسی کو نہ ملا اور رحمتِ کاملہ نازل ہو آپ کی تمام آل و اصحاب پر۔''

(بابِ اوّل)

قلب اور دِرِ قلب

قلب کیا ہے؟ قلب لطائف کا منبع و مرکز ہے جیسا کہ نبیٔ کریم رؤف الرّحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''انّ فی جسد آدم مضغۃ المضغۃ فی فواد، والفواد فی قلب، والقلب فی روح، والروح فی سرّ، والسرّ فی خفی، والخفی فی اخفیٰ، والاخفیٰ انا''

ترجمہ: بیشک جسدِ آدم میں ایک مضغہ ہے، اور مضغہ منہ میں ہے، اور منہ قلب میں ہے، اور قلب روح میں ہے، اور روح سر میں ہے، اور سر خفی میں ہے، اور خفی اخفیٰ میں ہے، اور اخفیٰ ہی ''انا'' ہے!

سبحان اللہ! اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کل آٹھ چیزوں کا ذکر آیا ہے، اس میں اوّل الذّکر تین چیزوں کا تعلّق ظاہری وجود سے ہے، بقیہ پانچ چیزوں یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ کا تعلّق باطن سے ہے اور یہی لطائفِ خمسہ میں شمار کیئے جاتے ہیں، ان کا محور و مرکز قلب ہے۔ اسی قلب کے تعلّق

سے نبیٔ کریم رؤف الرّحیم ﷺ نے کیا خوب ارشاد فرمایا: ''لایسعنی السمٰوات والارض ولٰکن یسعنی قلب عبدالمؤمن'' یعنی آسمان وزمین میری وسعت نہیں رکھتے لیکن بندۂ مؤمن کا دل میری وسعت رکھتا ہے، اللہ اکبر! یہ ہے قلبِ مؤمن کی عظمت وشان اور وسعت کا عالم اور حدیثِ قدسی میں اسی قلبِ عظمت کے تعلّق سے کیا خوب ارشاد ہوا ہے کہ

''خزانتی اعظم من العرشِ واوسع من الکرسی والطف من الجنّة وازین من الملکوت وارضها المعرفة وسمآتها الایمان وشمسها الشّوق وقمرها المحبّة ونجومها الخواطر وسحابها العقل ومطرها الرّحمة واشجارها الطّاعة وانهارها الاخلاص واجدارها الیقین ومکانها الهمّة ولها اربعة ارکان، التّوکّل والتفکّر والانس والذّکروبهااربعة ابواب، العلم والحلم والصّبر والرضاء فی القلب''

ترجمہ: میرا خزانہ عرش سے بڑا، اور کرسی سے زیادہ وسعت والا اور جنّت سے زیادہ پاکیزہ اور ملکوت سے زیادہ زینت دار ہے! اس کی زمین معرفت ہے اور اس کا آسمان ایمان ہے، اور اس کا سورج شوق ہے، اور اس کا چاند محبّت ہے اور اس

کے ستارے خطرے اور اس کا بادل عقل اور اس کا مینہ رحمت، اور اس کے درخت بندگی اور اس کی نہریں اخلاص اور اس کی دیواریں یقین اور اس کا مکان ہمّت ہے، اور اس کے چار ارکان ہیں توکّل، تفکّر، انس اور ذکر ہیں، اور اسکے چار دروازے ہیں علم، حلم، صبر اور رضا ہیں۔ وہ خزانہ قلب میں ہے۔

اور دوسری جگہ حدیثِ قدسی میں اسی قلب کے تئیں ارشاد ہوا ''القلبُ عرش اللّٰه الاعظم'' یعنی قلب اللہ کا عرشِ اعظم ہے، اسی قلب عظیم کے قرآنِ مجید میں تین اقسام گنوائے گئے ہیں، قلبِ سلیم، قلبِ منیب اور قلبِ شہید، جیسا کہ قلبِ سلیم کے تعلّق سے ارشادِ گرامی ہوا ہے: ''يَوْمَ لَايَنْفَعُ مَالٌ وَّلَابَنُوْنَ ۝ اِلَّامَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝'' (الشعراء۲۶: ۸۸-۸۹، پارہ ۱۹)

''ترجمہ: جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامتی والا دل لیکر۔''

اسی طرح قلبِ منیب کا تذکرہ اس انداز میں ہوا ''مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ'' (ق۵۰: ۳۳، پارہ ۲۶) یعنی جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور گویا کہ وہ رجوع کرتا ہوا دل لایا! اور اللہ ربّ العزّت نے قلبِ شہید کا کچھ اس طرح ذکر فرمایا ''اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لِذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ '' (قٓ ۵۰: ۳۷، پارہ ۲۶) یعنی بیشک اس میں نصیحت ہے اس کیلئے جو دل رکھتا ہو، یا کان لگائے ہوئے اور متوجّہ ہو۔

اور حدیثِ پاک میں اسی قلب کے تین اقسام اور اس کے منازل کا تذکرہ ہوا ہے! جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''القلوب ثلثة قلب سليم، وقلب منيب، وقلب شهيد، امّاالقلب السّليم فهو ليس فيه الّا معرفة اللّٰه، واَمّاالقلب المنيب فهو الّذى اناب من كلّ شيى الّاالله واَمّا القلب الشّهيد فهو الّذى يشاهدالله فى كلّ شيى '' یعنی قلوب کے تین اقسام ہیں، قلبِ سلیم، قلبِ منیب اور قلبِ شہید، قلبِ سلیم وہ ہے جس میں اللہ کی معرفت کے سواء کچھ نہ ہو اور قلبِ منیب وہ ہے جو تمام اشیاء سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ ہو، اور قلبِ شہید وہ قلب ہے جو ہر شیٔ میں مشاہدۂ الٰہی کرتا ہو۔

اے عزیز! یہ قلب کیا ہے؟ یہ قلب ایک عرش ہے حدیثِ قدسی میں آیا ہے ''قلوب المؤمنين عرش الله تعالى'' مؤمنین کا قلب اللہ کا عرش ہے، یہ قلب نہیں یہ جان ہے، خدا کرے یہ قلب ہر مؤمن کو نصیب ہو، جو رحمتوں کے سمندر میں غرق ہے! یہ دل مست مولیٰ ہے، یہ دل بیت الرحمٰن ہے، یہ دل حقیقت میں انسان ہے، یہ دل ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ

تَقْوِيْمٍ '' (التین ۹۵: ۴) کا راز ہے، یہ دل وہ دل نہیں جو کالے پتھر کی طرح سینے میں لٹکا ہوا جمی ہوئی حیوانی روح کی پرورش اپنی دھڑکنوں کے ذریعہ کر رہا ہے اور جس میں خنّاس وساوس پیدا کر رہا ہے۔ یہ دل عشق، عاشق و معشوق ہے، یہ دل میری ذات یعنی دم کا دم ہے، یہ دل میرے نام کا یعنی میری ذات کا مسمیٰ ہے، میں اور میری ذات اسم اللہ کا مظہر ہیں مگر میرا دل ذات اللہ کا مظہر ہے، ہزاروں ظلمات کے پردے میں پوشیدہ ہے، یہ دل '' كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا '' میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، کا غماز بھی ہے اور راز بھی۔ اس دل کے باہر کالے پتھر کے دو پھاٹک لگے ہوئے ہیں ایک نفسانی خواہشات کا دوسرا شہوت کا، اس کالے پتھر پر نفس کے متعلق کئی علوم درج ہیں جن کو حاصل کر کے نفس محظوظ ہوتا ہے۔ اے غافل انسان یا انسان نما بندے! ذرا من کے کِوڑ یا کھول سیّاں تورے دوارے کھڑے! کا نظارہ کر اور دیکھ کہ دل کیا ہے؟ دل کے دروازے کے باہر کیا ہے؟ نفسانی اور شہوانی خواہشات کی فریب خوردہ دنیا ہے، اور تو دنیا سے فریب کھاتا ہے۔ جا کسی کامل مردِ خدا کے پاس جا اور اپنے دل کا دروازہ کھلوالے، وہاں '' مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى '' (النجم ۵۳: ۱۷) کا آبِ حیات بھی ہے اور حیات بھی! اور حقائق کی ایک کائنات بھی ہے۔ تیری دنیا تیرے دل کے بند دروازے کے باہر تاریکی ہے اگر دروازہ کھل گیا تو ایک لازوال نور ہے، روشنی ہے اور

وہ روشنی حقائق کی روشنی ہے۔اے حقائق کی دنیا سے غافل! پڑھنا پڑھانا، علم وعمل اور حرکت، ذکر و اذکار کے منہ اور زبان پر تالا لگا دے تاکہ تجھ پر معرفت سے لبریز دل کا راز روشن ہو جائے۔تیرا پالنہار ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ'' (قٓ ۵۰:۱۶) یعنی میں تیری شہ رگ سے قریب ہوں۔کا پتہ دے رہا ہے اور افسوس کہ تو شہ رگ سے بھی واقف نہیں، یہ تیری سانسوں سے آنکھوں تک جلوہ گر رہتی ہے ''وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (الذّریت ۵۱:۲۱)''وہ تمہاری جانوں میں ہے تم دیکھتے کیوں نہیں؟'' تیری جان کیا ہے؟ تیری جان ایک دریائے بحرِ بے کنار ہے، تیری جان میں دونوں جہاں کے حقائق پوشیدہ ہیں، یہ دونوں عالم تیری جان کے مظاہر وعکوس ہیں، تیری جان تیرے جسم کے ہزاروں ظلمات کے پردوں میں پوشیدہ ہے۔

اے عزیز! تیری جان آبِ حیات کے سمندر کی مانند ہے، تیری جان مستی کی شراب کی مانند ہے اور وہ اسی میں پوشیدہ موتی کی مانند ہے وہ ''انت انا وانا انت'' کا غمّاز بھی ہے اور یہی تیری پہچان وعرفان بھی ہے۔اب بتا تو اپنی اور اپنے رب کی پہچان بغیر کامل پیر کے کس طرح حاصل کرے گا؟ ''من عرف نفسه فقد عرف ربه'' کیا ہے؟ اے غافل انسان! تو وہ ہے، وہ تو ہے، تو اس کا آئینہ ہے، وہ تیرا آئینہ ہے، تو اسے دیکھتا ہے وہ تجھے دیکھتا ہے۔اور وہ خود فرماتا ہے ''الانسان مرأة

الرّب'' انسان رب کا آئینہ ہے، کیوں علم روایات اور دلائل میں اُلجھا ہے جا! کسی کامل حاضرات وناظرات کے علم رکھنے والے پیر کا غلام بن جا! یہ ساری حقیقتیں آن کی آن میں روشن ہو جائیں گی کیونکہ جو بینا ہے وہی پہچان سکتا ہے! اندھے کو سورج کی روشنی سے کیا واسطہ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: ''وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا'' (بنی اسرائیل ۱۷:۷۲)''ترجمہ جو اس دنیا کا اندھا ہے وہ آخرت کا بھی اندھا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہے''۔خبردار! اگر تو نے آج یہاں نہیں دیکھا تو وہاں بھی نہیں دیکھے گا کیونکہ جب تک یہ تیرا جسد خاکی تیرے ساتھ ہے! وہ آئینہ پر چڑھے ہوئے زنگار کی مانند ہے! بغیر زنگار کے آئینہ میں چہرہ نظر نہیں آتا۔اس لئے اس خاکی زنگار کے اترنے سے پہلے اپنی صورت کا دیدار کر لے ورنہ کل کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا تجھے اللہ ربُّ العزت ''اَضَلُّ سَبِيْلًا'' (بنی اسرائیل ۱۷:۷۲) کی وعید سنا کر گمراہ اور بھٹکا ہوا قرار دے گا۔

علم زبان اور آواز

علمِ زبان کیا ہے؟ علمِ روایات ہے! علمِ روایات کیا ہے؟ دلائل و براہین عقل واستاد کا محتاج ہے! زبان علم کی وکیل ہے بس مقدمہ کے مطابق پیروی کرتی ہے اور تیری آواز کبھی لحن داؤدی بن جاتی ہے تو کبھی شیطان کی

بانسری کی شکل اختیار کر لیتی ہے، جو کبھی دوسروں کو فریب دیتی ہے اور کبھی خود کو فریب دیتی ہے، یہ تینوں چیزیں آنکھوں پر بندھی ہوئی دبیز پٹیاں ہیں جن کو کھولے بغیر انسان اپنی اور اپنے رب کے عرفان سے آشنا نہیں ہوسکتا، دو طرح کی آوازیں رکھنے والے گلے کا منہ گویا جہنم کا دہانا ہے۔ فھم من فھم' اس منہ سے جسم اور جسمانی دنیا بہتر ہے کیونکہ یہ برزخ کی مانند ہے، اس حقیر جسم کا دنیا میں ایک ایسا نور بھی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، وہ نور کیسا ہے؟ دودھ کے جیسا شفاف، دہی مکھن اور گھی جیسی لذّتیں اور حقیقتیں اپنے اندر لئے ہوئے گویا خون کے دریاؤں کے پہلو میں ایک چشمہ ہے! وہ نور کہاں ہے؟ وہ نور ظلمات میں ہے بس سالک الی اللہ اگر یہاں پیر کی رہبری کے بغیر قدم رکھتا ہے تو نور نہیں نار میں اُلجھ جائے گا اور اپنی پیدا کردہ آمیزش میں اُلجھ کر بھٹک جائے گا۔

لغزشِ حضرتِ آدم علیہ السلام

بلاشبہ حضرت آدم علیہ السلام بے نفس تھے اور حضرت حِوّا بانفس! حضرت آدم علیہ السلام کی ظاہری عقل نبوت کے لباس میں تھی اور حضرت حوّا کی ظاہری عقل ولایت کے لباس میں تھی، ولی سے لغزش ممکن ہے۔ لہٰذا ایک ظاہری عقل دوسری ظاہری عقل سے متفق ہوئی پس کیا تھا قوت دوبالا ہوگئی! بس

اندھیرا چھا گیا اور کچھ سوجھا نہ گیا حضرت آدم سے لغزش سرزد ہوگئی ''وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' (البقرہ۲:۳۵) یہ سب کچھ ظاہری عقل کی بدولت نبی کا انجام ہوا تو ایک عام انسان کو ظاہری عقل کی اطاعت میں کس کس حال سے گزرنا ہوتا ہوگا۔ ورنہ حضرت آدم کی ذات تو نورِ قدیم سے ہے اور ہر نقص سے پاک ہے، اگر آپ باطنی عقل سے حضرت حوّا کی باطنی عقل کی طرف رجوع کرتے یا باہم مشورہ کرتے تو قوت حق دوبالا ہو جاتی اور یہ کارنامہ انجام پذیر نہ ہوتا۔

تنہائی اور سالک

اگر سالک تنہائی میں اپنی محنت اور کسب سے روح کے آسمان کا تارہ بھی بن گیا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ سورج بن جائے! اس کے لئے تو پیر کی پیروی کی ضرورت ہے پیر کے سایہ میں تیرا مشرق پوشیدہ ہے، تیری ذات کا سورج اگر روشن ہوسکتا ہے تو صرف پیر کے کریم سایہ سے ہوگا! اے سالک خلوت نشینی کا معنی کیا ہوگا؟ گوشہ نشینی کیا ہے؟ کس سے گوشہ نشینی اختیار کرے گا؟ دنیا سے یا اللہ سے! تیری دنیا تو تیرے اندر ہے! باہر کی دنیا سے بھاگا تو کیا بھاگا۔ تیری اندرونی دنیا تو تجھے گھیرے ہوئے ہے! تجھ سے تقویٰ پرہیزگاری، عبادت، ذکر و اذکار، محنت و مشقت کون طلب کر رہا ہے؟ یہ وہی نفس ہے جو

تیری اندرونی دنیا کا بادشاہ ہے۔اس کی قید سے رہائی پایا تو گوشہ نشیں ہو جا۔ اگرسب کچھ ترک کر کے تو گوشہ نشیں صرف اللہ کے ساتھ بھی ہوا تو تو نے دوئی کو ثابت کیا۔اب تو بتا اللہ دوئی سے کب راضی ہوگا؟معلوم ہوا کہ تو گوشہ نشینی بھی اختیار نہیں کرسکتا کیونکہ ابھی تو نابالغ ہے۔ ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' (البقرہ ۲: ۱۱۵) تو جس طرف منہ کرلے اس طرف اللہ کی ذات ہے! ایک غیر مخلوق، ایک مخلوق۔کیا ہم نشینی ممکن ہے؟ نہیں گوشہ نشینی بھی اللہ کا ایک راز ہے یہ راز صحابہؓ کرام کو نبی کریم ﷺ سے پہنچا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ خلافت راشدہ کے تیس سال بعد گوشہ نشینی اختیار کرو! یہ راز صحابہؓ کرام جانتے تھے پس صوفی صفت صحابہؓ کرام نے خلوت نشینی اختیار کرلی۔

سالک اور سلوک

اے سالک! اگر دوست کی تمنا رکھتا ہے تو تجھے نفس نہیں روح ہونا چاہیئے اور اگر تو روح ہے تو تیرا دوست تیری آنکھ اور نظر میں ہونا چاہیے نہ کہ پردۂ فراق کے باہر! کیونکہ ''المؤمن مرأۃ المؤمن'' مؤمن مؤمن کا آئینہ ہوتا ہے۔آنکھ اور آئینہ کو ہر گردو غبار سے محفوظ رکھ اگر نفس کی شرارتوں کا نفسانی علوم کا، تیرے باہر کے علوم کا غبار تیری آنکھ میں پڑ جائے تو تو دیدار سے محروم ہو جائے گا، اگر تیرے ایمان کے آئینہ پر گرد و غبار پڑ جائے تو

دُھندلا ہو جائے گا، اللہ مؤمن ہے ایسے آئینہ کو کس طرح پسند کرسکتا ہے؟ خبردار زبان کی جھاڑو سے آنکھوں کو آلودہ نہ کرو ورنہ آئینہ دھندلا ہو جائے گا! یار کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنے دے۔

اے اللہ سے بچھڑے ہوئے سالک! اس کے فراق میں سانسوں کا غبار نہ اڑا بہتر ہے سانس کو روک اور آئینہ کو پھونکوں سے محفوظ رکھ! اے سالک اس مٹی کو دیکھ بہار آئی تو قبول کرلی اور ہرا بھرا لباس پہن کر گلشن بن گئی، کیا تیری روح اتنا بھی کمال نہیں رکھتی جو یار کے آمد کی بہار سے تروتازہ ہوسکے؟ تیرے ایسے شغل واشغال، ذکرو اذکار سے نیند بہتر ہے۔ہم تو ایسے جاگنے سے بہتر اصحاب کہف کے کتے کی نیند پسند کریں گے۔جو اللہ کو پسند آئی تو اپنے پاک کلام مجید میں پاک دوستوں کے ساتھ یوں ذکر فرمایا:

''وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط''

ترجمہ ''اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے
غار کی چوکھٹ پر۔'' (سورۂ کہف ۱۸:۱۸، پارہ ۱۵)

ایسی نیند بیداری سے ہزار درجہ بہتر ہے! اس لئے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ عالم کامل کا سونا بھی جاگنے سے بہتر ہے جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان علیٰ علم خیر من صلوٰۃ علیٰ جھل'' یعنی عالم کا سونا علم کی بدولت جاہل کے جاگنے سے بہتر ہے! یہاں عالم سے مراد وہی

عالم ہے جو علم اللسان سے اقرار باللسان اور علمِ قلب سے تصدیق بالقلب حاصل کر چکا ہو۔

سلوک اور معرفت

عارف باللہ کامل ولی اللہ سورج کے مانند ہوتے ہیں، اور تو سمجھتا ہے کہ وہ غروب ہو گئے اور قبر میں چلے گئے؟ نہیں ارے ناداں! ہر گز نہیں بلکہ سورج کے مانند وہ زمین کو روشن کرنے کے لئے نچلے طبقے کی طرف چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ روح اور عقل کے پردوں سے آزاد ہوتے ہیں، ایسے لوگ آفتاب کمال ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے طلوع ہونے کی جگہ جو پہنچ جاتا ہے وہ فتحیاب سکندر کی طرح ہو جاتا ہے! ایسے کامل ولی اللہ پر کئی نفوس فریفتہ ہوتے ہیں۔ عام انسان اور اس کی نظر ظلمت پرست چمگاڈر کی مانند ہوتی ہے! عیب جوئی اور جاسوسی میں مبتلا ہو کر قبر میں غروب ہو جاتے ہیں۔ کامل ولی اللہ اور کامل فقیر کی ذات ایک موتی کی مانند روشن اور موتی پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ افسوس اس شخص پر کہ جو نہ منزل مقصود رکھتا ہے اور نہ گوہر مقصود کی تمنا رکھتا ہے۔ عام سالک اپنے اندر پوشیدہ توحید کے بحر بے کنار سے نا آشنا اور گوہر مقصود کے عرفان سے جاہل ہوتا ہے، اسی لئے وہ ذکر واذکار شغل و اشغال کا سہارا لے کر عوام میں اپنی شہرت کا شہرہ چاہتا ہے۔ ایسے طالب

کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''طالب الدنیا مخنّث والدنیا جیفة وطالبها کلاب''

یعنی دنیا کا طالب نامرد ہے اور دنیا مردار ہے اس کا طلبگار کتا ہے، کے مصداق ایک عام سالک جہل کا حال ہوتا ہے۔ ظاہری حواس خمسہ کے حواس باختہ کو چھوڑ! حواس خمسہ باطنی کو کھول اور خود کو پہچان! تیرے حواس باختہ مٹی پتھر ہیں اور باطنی حواس پارس کی مانند ہیں، تیرے جسمانی حواس دنیاوی روزی کے محتاج ہیں مگر باطنی حواس رب کے دیدار سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ اب امتیاز کرنا تیرا کام ہے! اللہ کے تمام صفات اسکی معرفت کی طرف دلائل ہیں مگر تیری ذات کا سورج ''تخلقوا باخلاق اللہ'' کے مطابق تمام صفات ومظاہر سے آزاد ہو کر چشمِ عین سے عین کا عینی شاہد ہوتا ہے۔

شمس ذات سالک

اے سالک! تیری ذات کا سورج کیا ہے اور کہاں ہے؟ تجھے جاننا چاہیے کہ وہ تیرے ہی اندر ہے، تیرے اندر عشق کا ایک بحر بیکراں ہے! اسی میں پوشیدہ تیری ذات کا سورج ایک موتی کی مانند ہے یہ کبھی دریا کبھی موتی کی مانند ہوتا ہے، یہ کبھی اول کبھی آخر ہوتا ہے، کبھی ظاہر کبھی باطن ہوتا ہے، کبھی یہ ہوتا ہے کبھی وہ ہوتا ہے حق بات یہ ہے کہ اے سالک تو یہ ہے نہ وہ ہے مگر

اس کی ذات وہم وگمان سے بالاتر ہے۔اے سالک! تیری روح تیرے علم وعقل کی دوست ہے، تیرے علم وعقل کی کئی زبانیں ہیں، کئی بولیاں، کئی انداز کئی اور لہجے ہیں، تیری روح کو ان علمی وعقلی زبانوں سے کیا واسطہ؟ تیری روح نہ عجمی ہے نہ ہندی اور نہ عربی ہے، بلکہ ازلی ہے، یہ صرف ازل کی زبان وحقائق جانتی ہے۔بسا اوقات تیری روح کو نفس کی گویائی کے آگے خاموش رہنا پڑتا ہے تو یہ خاموش رہتی ہے، مگر اس کی خاموش زبان کے علم سے تو بے علم ہے کاش تو جانتا! روح اللہ سے ہے اور اللہ روح سے نہیں ہے۔تو نقش ہے وہ بے نقش ہے پھر بھی وہ نقاش ہے، نقش نگاری، مظہر داری اسکی قدرت ہے ! اللہ بے نقش مگر ہر مظہر میں ظاہر ہے۔اے اللہ تیری قدرت کو دیکھ کر اہل تنزیہہ، اہل تشبیہ اور اہل توحید حیراں و پریشاں ہیں کہ تو کبھی اہل تشبیہ کو اہل توحید بنا دیتا ہے اور کبھی اہل توحید کو حیراں و پریشاں کر دیتا ہے، کبھی ہدایت دیتا ہے، یہی تیری قدرت ہے کبھی مظہر کو ظاہر کرتا ہے خود چھپ جاتا ہے کبھی خود ظاہر ہوتا ہے مظہر کو مٹا دیتا ہے اس راز کو اعتزالی عقل نہ سمجھ سکتی ہے اور نہ پا سکتی ہے، اعتزالی علم تاریک حسّ کے اندھیرے میں بھٹکتا ہے! اس لئے معتزلہ نے قیامت میں دیدارِ الٰہی کا انکار کیا ہے۔اے سالک جس چشم ونظر کا مذہب روایتاً کچھ بھی ہو حقیقتاً اعتزال وشرک ہوتا ہے اور بہروپیہ اپنے آپ کو سنّی ظاہر کرتا ہے جو بھی حواس خمسہ ظاہری کا غلام ہے وہ اسی کا بندہ ہے، اللہ کا

بندہ ہرگز نہیں ہوسکتا، باطناً یہ معتزلی اور ظاہراً سنّی ہوتا ہے۔

اے سالک راہِ حق! جو خوش نصیب حواس خمسہ باطنی اور حسّ خداوندی سے حق کا مشاہدہ کرتا ہے، حقیقت میں وہی سنی ہے۔نہ کہ ظاہر و باطن میں تضاد رکھنے والا، اللہ کی اطاعت اللہ سے بچھڑ کر، اللہ کو نہ پہچان کر کرنا اور ہے! اللہ کی جناب میں اللہ کے حضور میں حاضر رہکر کرنا اور ہے۔ شیطان کا انکار معتزلہ کے اقرار سے بہتر ہے کیونکہ شیطان نے اللہ کے حضور میں انکار کیا اور معتزلہ اللہ کے فراق میں اقرار کرتے ہیں۔اے سالک راہ حق! حقیقت میں سنی وہی ہے جو حواس خمسہ سے بالاتر ہو کر حواس الٰہی سے اسے پہچانتا ہے، اہل نظر وہ ہوتے ہیں جو اپنی ظاہری عقل کی آنکھ سے اندھے ہوتے ہیں، ظاہری حس روح حیوانی کی آنکھ ہے اگر اس آنکھ سے رب تعالیٰ کا دیدار ممکن ہوتا تو جانور بھی اس کے دیدار سے سرفراز ہو کر ولی ہوگئے ہوتے! ظاہری حس کا جو غلام ہے وہ علم وعقل کا غلام ہے! چاہے اس کو ایک لاکھ ٹائٹل، تمغے اور خطابات دے دو وہ ہرگز ولی نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس کو اللہ اپنی دوستی کے لئے چن نہ لے اور باطنی حس عطا نہ کر دے۔اے اللہ کہ بندے! تو اگر صرف ظاہری حواس کا قائل اور مطیع ہے، تو تو ظاہر سے مکمل نجات کس طرح پا سکتا ہے؟ باطنی حس اگر تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی تو، تو محترم ومکرم اشرف المخلوقات کس طرح ہوتا؟ تو اگر محترم ومکرم اور شریف ہے، تو صرف باطنی حس کی وجہ سے ہے،

تیرے باطنی حس کا گواہ مشاہدۂ الٰہی ہونا چاہیئے نہ کہ یہ مادہ پرست دنیا! کیونکہ اللہ عالم الغیب والشہادۃ تیرے ظاہر کو بھی دیکھتا ہے تیرے باطن کو بھی دیکھتا ہے جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے: ''وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْتُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ''۔

''اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ ضرور تم سے حساب لے گا۔'' (سورۂ بقرہ ۲: ۲۸۴، پارہ ۳)

اے سالک راہ سلوک! تیرا یہ کہنا کہ اللہ صورت میں مقید ہے یا یہ کہنا کہ اللہ بے صورت ہے یا صورت سے منزہ ہے تو بیکار ہے یہ تیری بحث لغو ہے، تیری یہ بکواس اس وقت تک لغو رہے گی جب تک کہ تو صورت سے خود نہ گزر جائے! یہ باتیں ان کی ہیں جو سراسر مغز اور چھلکے سے بالاتر ہوتے ہیں! یہ اللہ کی سی باتیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں، تو بندہ ہی ہے بندہ ہی رہ اچھا ہے۔ اگر تو اندھا ہے تو اندھے پن پر صبر کر ممکن ہے ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ'' (البقرہ ۲: ۱۵۳) کے مطابق تجھے اللہ والا بینا رہبر مل جائے اور تجھے تیری صورت سے گزار کر صورتِ حقہ کا دیدار کرادے۔

سالک اور آئینہ دل

اے سالک! جب تیرا قلب ظلمت کے پردوں سے باہر نکل آئے گا

تو صاف وشفاف نظر آئیگا، مصوّر اور تصویر صاف صاف نظر آئیں گے، اللہ کا خیال بھی تجھ کو خلیل اللہ بنا دے گا! اس خیال کو ظاہر مت کر اگر یہ ظاہر ہو گیا تو بت بن جائے گا اور اگر پوشیدہ رہا تو یہی خیال بت شکن بن جائے گا۔ کیونکہ یہ خیال ایک عظیم نعمت ہے یہی خیال اس کا تصور بن جائے اور جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی تصویرِ یار! اس کے خیال، اس کے تصور پہ قربان کہ اس کے خیال کے آئینہ میں روح اپنا جمال دیکھتی ہے! اس کا خیال بھی اس کے جیسا ہی ہے اس کے خیال سے خلیل الٰہی حاصل ہوتی ہے، اس خیال کی صورت میں تیری صورت پوشیدہ ہے۔ اس کی بارگاہ سے تیرے دل پر ایک مشت کالی مٹی ڈالی گئی ہے اس کو سوائے کامل مرشد کے کوئی ہٹا نہیں سکتا اور ان پر خاک پڑے جو اس خاک پر زمانے کی خاک اپنی جانب سے ڈالتے ہیں اور آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں کیونکہ فقیر اس ازلی خاک کے ڈھیر کے نیچے بیٹھ کر محو دیدار الٰہی ہوتے ہیں فقیر کا وجود اس خاک کے پردے میں ایک موتی کے مانند ہوتا ہے یہی وہ مٹی کا تخت ہے جس پر فقیر بیٹھ کر ''من رأني فقد رأى الحق'' کے پیغام سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

اے سالک راہ خدا! اگر تو اللہ کے محترم ومکرم محبوب ﷺ کا محبوب امتی ہے تو وجود فقر کی وجہ سے ہے ورنہ تیرے ظاہری وجود پر فرشتوں نے فتویٰ دیدیا ہے! اس صورت کو اختیار کرنے کی کوشش کر جو ازلی خاک

کے پردے میں پوشیدہ ہے اگر تو اس کے دیدار کے قابل نہیں ، یا صاحب کمال وکامل مرشد نہیں رکھتا تو سب کچھ ردّی ہے، تو کس کام کا؟ اے اللہ کے بندے کامل مرشد حاصل کر اگر تو اس کے دیدار کے قابل نہیں تو کم از کم اپنا دیدار کر لے اگر تو نے دیدار میں اپنے آپ کو حسین پایا تو اللہ حسن کو پسند کرتا ہے ''اللہ جمیل یحب الجمال'' اللہ جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے ممکن ہے کہ وہ تجھے قبول کر لے۔

خیر و شر کیا ہے؟

اے سالک راہِ خدا تجھے جاننا چاہیے کہ خیر کیا ہے؟ شر کیا ہے؟ خیر کا مظہر محبت ہے، شر کا مظہر نفرت ہے، محبت کا مظہر روح ہے، نفرت کا مظہر نفس ہے، روح کا مظہر جنّت ہے اور نفس کا مظہر جہنم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ جمیل و یُحب الجمال'' اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے فطرتاً جو حسن و جمال کا پیکر ہوتا ہے وہ کسی بدصورت کو پسند نہیں کرتا، نیکو کار بدکار کو نہیں چاہتا، پاک مرد ناپاک عورت کو قبول نہیں کرتا۔ اعمالِ صالحہ جنّت کی زیبائش کے مانند ہیں اور اعمال شر جہنم کی آگ کے مانند ہیں، اچھے میں اچھائی اور برے میں برائی جذب ہو جاتی ہے۔ کائنات کی ہر چیز اپنے ہم جنس ہی کو قبول کرتی ہے نہ کہ غیر جنس کو! ہر جنس اپنے اندر اپنے ہم

جنس کو جذب کیے ہوئے ہے مثلاً گرم گرمی کو سرد سردی کو باطل پرست باطل کو اور حق پرست حق کو، فانی فنا کو باقی بقا کو جنّتی جنت کو اپنے طرف کھینچتے ہیں جہنّمی جہنم کو اپنے طرف کھینچ لیتے ہیں، نوری نور سے مل کر نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے، ناری نار سے مل کر سیاہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے طیّبین طیّبات کی طرف مائل ہوتے ہیں اور خبیث خباثت کو اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔ لہٰذا ارشاد خداوندی ہے:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ۔ (النور ۲۴:۲۶)

''ترجمہ: گندیاں گندوں کیلئے اور گندے گندیوں کیلئے اور ستھریاں ستھروں کیلئے اور ستھرے ستھریوں کیلئے۔''

معلوم ہوا کہ یہاں جو جنّتی ہیں وہ جنّت کا ہم جنس ہے جو جہنّمی ہے وہ جہنم کا ہم جنس ہے۔ اے سالک یہاں انسان اپنے حصے کی جنّت اور جہنم اپنے روح و نفس کے مطابق تعمیر کر لیتا ہے جیسا کے ارشاد خداوندی ہے:

''وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ''

''ترجمہ: اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا'' (الشوریٰ ۴۲:۳۰)

دلِ بینا

اے سالک! اگر تجھے دلِ بینا حاصل کرنا ہے تو کسی مرشدِ بینا سے

وابسطہ ہونا ہوگا، اگر تو بینائی کا راز پانا چاہتا ہے تو خود اپنے آنکھوں پر غور کر کہ یہ کس قدر بیقرار ہیں کہیں ٹکنے کا نام نہیں لیتی، ہر پل بے چین و بیقرار رہتی ہیں، اسی بیقرار نگاہوں کے ساتھ اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہیں گویا یہ اپنی ہم جنس کی تلاش میں ہیں آنکھیں بند کر کے بھی دیکھ لے اور غور کر بند آنکھیں بھی اندر بھٹک رہی ہیں آخر یہ کیا چاہتی ہیں؟ آنکھ کے لئے ایک روزن کا نور کافی نہیں دراصل یہ نور کے سورج کو تلاش کر رہی ہیں۔ اے سالک راہ خدا! اگر تو کھلی ہوئی آنکھ سے بیقرار ہے تو سمجھ لے تیرے قلب کی آنکھ بند ہے۔ چشم قلب کو کھولنے کی تدبیر کر اور کسی کامل معالج کے پاس جا کیونکہ چشم قلب تجھ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ انہیں اس ذات کے نوری جلوے چاہیے جب کہ تیری ظاہری آنکھوں نے تجھے بیقرار کر رکھا ہے تو غور کر کہ تیری آنکھوں نے تیری روح کو کتنا مضطرب رکھا ہوگا؟ تو نے نفس کے تقاضہ کو سمجھا مگر روح کے تقاضہ کو نہیں سمجھ سکا۔ ظاہری اور باطنی کشش پر غور کر کہ تجھے نفس کھینچ رہا ہے یا روح! تجھے جنّت کھینچ رہی ہے یا جہنم! اگر فیصلہ نہیں کر پا رہا ہے تو منصف مرشد کو تلاش کر انشاء اللہ کامیاب ہو جائے گا۔ اے سالک! تیری روح نہایت ہی حسین و جمیل ہے! تیری ذات جس ذات کا پرتو ہے وہ ذات گرامی خود کہہ رہی ہے یعنی میں جمیل ہوں اور جمال ہی پسند کرتی ہوں۔ تو تیری روح بھی جمیل ہے، کیا وہ تیرے بدصورت و بدکار نفس کو پسند کرے گی؟ ہرگز نہیں! تیری

روح جمیل ہے اس سے حسین و جمیل اس کا یار ہے جس کے دیدار کی راہ میں تیرا نفس ایک دیوار کی مانند کھڑا ہے، عقلمندی یہی ہے کہ کسی مردِ صالح کی صحبت اختیار کر، اس دیوار کو منہدم کر دے۔ کیا تیری عقل اتنا بھی نہیں سمجھتی کہ فانی نفس کا فانی حسن و جمال اور باقی روح کا باقی حسن و جمال برابر نہیں ہو سکتے؟ کیا تو ایسے فانی کے پیچھے باقی کو لگائے رکھنا چاہتا ہے؟

خود شناسی کیا ہے

جس نے زندگی میں آئینہ ہی نہیں دیکھا وہ کس طرح کہہ سکتا ہے گورا ہے یا کالا، حسین ہے یا بدصورت، دن کے مانند ہے یا رات کے مانند! نہ وہ اپنی صورت دیکھ سکتا ہے نہ اپنی روح کی! اسلئے کہ اسے شفاف آئینہ چاہیے جس میں وہ اپنا دیدار کر سکے۔ میں نے اپنے دل کے آئینہ میں اپنی روح کا دیدار کیا ہے! میں نے اسی دل کے شفاف آئینہ میں اپنی ہی جنس کو پہچان لیا ہے! میں یہ جان چکا ہوں کہ میرا ہم جنس کون ہے ''انا انت و انت انا'' میں ہوں سو وہ ہے، وہ ہے سو میں ہوں! **فهم من فهم** (عقلمند را اشارہ کافی است) اے سالک! تو نے پلاسٹک کے آئینہ میں اپنے جسم کی شکل دیکھی ہوں مگر روح کے چہرے کا آئینہ انمول ہے اور آئینہ گر تیرا پیر ہے۔ روح کا آئینہ یار کا چہرہ ہے اور اس کا چہرہ عالم لاہوت کا قلب ہے! اے سالک!

آئینۂ نور کی تلاش میں کسی بازار میں نہ جا بلکہ دریائے رحمت پر جا جو ظلمات کے پار ہے۔ اے سالک! دردِ زہ میں حضرت مریم کا ہاتھ کھجور کی شاخ تک پہنچا! ایک تو ہے کہ اس کے دیار تک نہ پہنچا! وہ تیرے ہی اندر جلوہ افروز ہے! وہ دریائے رحمت کا گوہر مقصود ہے۔ ذرا آنکھیں کھول اور دیکھ اگر نورِ الٰہی نورِ دل بن جاتا ہے تو ہزاروں اندھے دل تجھے دیکھ کر بینا ہو جائیں گے۔ ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' (البقرہ ۲:۱۱۵) تم جس طرف رخ کرو گے اُدھر وجہ اللہ پاؤ گے یعنی تیری آنکھیں جس طرف دیکھتی ہیں تیری آنکھوں میں، تیری بصارت میں وہ پوشیدہ ہے! تو نہیں بلکہ وہ دیکھتا ہے۔ تیری آنکھیں تو چشمے کے مانند ہیں! اے اندھے تیری آنکھوں پر کالا غبار چھایا ہوا ہے۔ ذرا اس طرف دیکھ اس طرف کیا دیکھتا ہے۔ بس وہی رخِ الٰہی ہے، وہیں اسکی ذات کا آئینہ بھی ہے، اپنا بھی چہرہ دیکھ لے اور اسکے دیدار سے بھی سرفراز ہو جا۔

پیر کا دیدار

تیرا پیر کہاں ہے؟ اے سالک! تیرا پیر تیری آنکھ میں ہونا چاہیے۔ نظر میں ہونا چاہیے اگر پیر آنکھ میں ہے تو حقیقت میں وہی تیرا آئینۂ قلب ہونا چاہئے اس میں اپنا دیدار کر کے دعوائے من عرف کیوں نہیں کرتا؟ ورنہ تیرا ''من عرف نفسہ'' کا دعویٰ کرنا مرید نام کے پرندے کو

پکڑنے کے لئے بچھائے جانے والے جال کی طرح ہے۔ تو تیری نظر میں موجود یار کا دیدار کر لے اور تیرا پیر تیرے آئینۂ قلب میں خود کا دیدار کر لے گا۔ بس یہی پیری مریدی ہے ورنہ بے سود ڈھونگ ہے، خود کے دیدار کے لئے آنکھیں چاہیے اور یہ آنکھیں پانے کے لئے آنکھوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ تو میں ہوں، میں تو ہے! کی آواز تیری آنکھوں کا آئینہ میری آنکھوں کو دے رہا ہے۔ اے سالک! روح کے کانوں سے سن، اے سالک آ! میری آنکھوں سے پی، میری دونوں آنکھوں میں دیدار کر لے یہی ''من عرف نفسہ ہے'' بستی بستی پربت پربت مت بھٹک! کالی سرمئی آنکھ والے کا مرید نہ بن کیونکہ وہ سرمہ نیستی کا ہے، شیطانی کالے پیالے کی شراب نگاہوں سے مت پی ورنہ تو بھٹک جائے گا! ناقص پیر کی آنکھ کالے عدم کا خیالی گھر ہے! ناقص پیر کالے معدوم کو موجود سمجھ کر تبلیغ کرتا ہے، واللہ! میری آنکھوں نے جلال خداوندی کا سرمہ دیکھا ہے میں لاموجود الا اللہ کے جلال سے آشنا ہوں، یاد رکھ، اے سالک! جب تک تیری ہستی کا ایک ذرہ بھی موجود ہے تو تیری ہستی تیرے ہی پیدا کردہ خیالات میں گم ہو جائے گی! اگر تیرے ہونے کا سایہ بھی اگر تیری آنکھ میں ہو تو تیری عقل خام موتی اور پتھر میں فرق نہیں کر پائے گی۔ لہٰذا اپنے خیال سے گذر جا تا کہ تجھے فرق کرنے کا فن آ جائے۔

کامل پیر کے اخلاق

اے برخوردار! عالم کی پونجی، قلم وسیاہی، حروف، روایات، حکایات، مسائل اور فقہہ کا تقلیدی دفتر ہے! جاہل پیر کی پونجی تعویذ بازی، فال، زائچہ، ستاروں کی رفتار، نحوست وسعادت یا بے حال سماع کی محفل ہے۔ کامل پیر کی ملکیت سیاہی وحروف سے آزاد آنکھ کا تارا اور نور سے معمور قلب ہے، اس کے سواء کچھ نہیں۔ اگر اس کے ماسواء کچھ رکھے تو اس کا نام عرفاء کے دفتر سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ ظاہری عقل کی شرافت قلم کے روایتی نشانات میں ہے، فقیر کی کمائی اللہ کے انوار سے ہے، کامل فقیر کے نقش قدم سالک کے لئے رہبر ہوتے ہیں اور وہ صراطِ مستقیم پر آجاتا ہے، چند قدم کے بعد سالک کا رہبر کامل پیر کا عشق ہوتا ہے جس نے کامل پیر کی قدم بقدم پیروی کی اور راستہ طے کیا تو بیشک وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے، عشق کی رہبری میں ایک میل چلنا کعبہ کے سات سو طواف سے افضل ہے۔ کامل پیر کے دل کی تجلی جب مردہ دلوں پر ہوتی ہے تو اس کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے جنت کے دروازے پہلے ہی سے کھول دئے گئے ہوں۔ اے ناداں سالک! کامل پیر کا دل تیرے لئے پتھر کی دیوار اور عرفاء کیلئے دروازہ کی مانند ہوتا ہے۔ ناقص کیلئے کامل کا دل پتھر اور عارف کیلئے انمول موتی ہوتا ہے یہ وہی موتی

ہے جس میں ''کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا'' کا راز ہے۔ اے ناقص تو جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے، کامل وہ سب کچھ پشتِ ناخن پہ دیکھتا ہے، کامل پیر اس جہانِ رنگ وبو کے وجود سے پہلے بھی پیر تھا کامل پیر کی روح جسم میں ڈھلنے سے ہزاروں سال پہلے دریائے حق میں تھی، اس جسم سے پہلے کامل پیر ایک لمبی عمر گذار چکا ہوتا ہے۔ اللہ کے کاملین فقراء جن کی تخلیق اللہ کے خاص نور سے ہوئی ہے، اس جسم سے پہلے ایک لمبی عمر گذار چکے ہوتے ہیں، انہیں روحانی جثہ عطا کیا جاتا ہے وہ جس زمانے میں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں! انشاء اللہ آنے والے صفحات میں دلیلاً سرکار علیؑ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ نظر نواز ہوگا۔ اے سالک تو نے پہلے جسم بعد میں جان پایا ہے، کامل پہلے جان (روحانی جثہ) بعدہ جسم حاصل کیا ہوا ہوتا ہے، کامل پیر قدرت کے تاج کا ایک انمول موتی ہوتا ہے، ناقص کو اس کی خبر کہاں؟

اشرف المخلوقات کسے کہتے ہیں

اشرف المخلوقات کامل انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو کہتے ہیں، عرفی انسان کو اشرف المخلوقات یا فرشتوں سے بہتر اور معصوم کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ کامل انبیاء کرام اور اولیاء کرام، عناصر کے وجود سے پہلے قدرت حق کے سمندر میں ڈوبے ہوئے مشاہدۂ الٰہی میں غرق تھے۔ جب فرشتے تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کے معترض ہوئے تو کامل روحیں فرشتوں کے علم پر مسکرا رہی تھیں کیونکہ وہ ارواحِ قدسیہ مٹی کے اجسام میں ڈھلنے سے پہلے خدا کی اس قدرت سے بھی واقف تھے جو وجود میں آچکی تھی ، یہ ارواح قدسیہ وہ ہیں جو آسمانوں سے پہلے آسمانی مخلوقات کو دیکھ چکے تھے اور ہر طرح کے رزق سے پہلے ہر ذائقہ کو چکھ چکے تھے، وہ دل و دماغ کے تخلیق سے پہلے غور وفکر کرتے تھے، چشم ونظر کی تخلیق سے پہلے ہر چیز کو پہچانتے تھے۔ وہ ارواح قدسیہ بغیر مجاہدہ کے شیطان پر غلبہ پائے ہوئے تھے، ان کی فکر گویا مشاہدۂ الٰہی تھی، بادۂ الست کے پینے سے پہلے ہی وہ مخمور تھے۔ یہ وہ ارواحِ قدسیہ ہیں جنہوں نے سیاہ دریاہ عدمِ محض میں پوشیدہ وجود کو دیکھا ہے۔ اور یہ وہ ارواح قدسیہ ہیں جنہوں نے کالے انگور کے اندر مستی کی شراب دیکھی ہے۔ اللہ اللہ یہ ارواحِ قدسیہ معدوم سے وجود کو پہلے ہی پائے ہوئے تھے جو ظلمات میں موتی کی طرح پوشیدہ تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جلال و جمال کے دو دریاؤں کا ایک مظہر بن کر آئے تو وہ ایک میں بھی تھے اور کروڑوں میں بھی تھے۔ جب حضرتِ آدم سے ان کی روح اور ذات کا نور شق ہوا تو کئی ارواح کا قافلہ نکلا، تعداد بہت زیادہ مگر ان سب کی جان ایک تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعدّدِ روحِ حیوانی میں ہوتا ہے اور یہ جامد بن کر بائیں طرف لٹکے ہوئے دل میں پوشیدہ سیاہی کی طرح ہے، حضرت آدم نفس واحد کی طرح تھے اور اللہ نے

ان پر اپنا نور چھڑک دیا تھا، اب بھلا نور میں وحدت کے سواء کثرت کہاں ہوتی ہے؟

اے طالب صادق! جان لے یہ مرتبہ اشرف المخلوقات کا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ'' (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰) یعنی اور ہم نے حضرت آدم کی اولاد کو کرم سے نوازا، نیز حدیث قدسی میں اللہ رب العزت نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ'' یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ شریف ترین مخلوق تھے، اولادِ آدم میں اس وقت ہی کچھ ارواحِ قدسیّہ کو عالمین کے خطاب سے نوازہ گیا، وہ اس وقت بھی مست تھے جب حضرتِ آدم کو فرشتے سجدہ کر رہے تھے کیونکہ یہ عالم جبروت سے بالامقام عالم لاہوت میں پوشیدہ تھے، انہیں کی تسبیح ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' (الفاتحہ:۱) تھی۔

سالک اور ناقص پیر

اے سالک راہِ خدا! اگر تو سعید ہے تو شقی و ناقص پیروں کو پہچان! یہ تیرے رہبر نہیں رہزن ہوتے ہیں، وضع قطع اور سلجھی ہوئی داڑھیوں سے فریب نہ کھا کہ ان کی داڑھیوں کا ہر بال فرشتوں کا جھولا نہیں ہوسکتا! یہ رہزن مردم خور ہوتے ہیں ان کے حسن سلوک اور چاپلوسانہ علیک سلیک سے دھوکہ نہ

تھا،ان کے قلوب شیطانی پناہ گاہیں ہوتے ہیں، ایسے شیطانی انسانوں سے باخبر رہنا چاہیے۔اگر تو شیطانی بھیڑیوں سے مارا گیا تو راہ خدا میں بے عقل گدھے کی طرح مارا جائے گا۔جوسالک دوست نما دشمن کے فریبوں سے مارا جاتا ہے وہ صراط مستقیم یعنی ''وَجَاهِدُوْافِيْ سَبِيْلِهٖ'' (المائدہ۵:۳۵) اللہ کی راہ میں نفس کے خلاف جہاد کرو کی راہ میں منہ کے بل گرجاتا ہے! اے سالک! خدا کی قدرت میں متکبر بن کر نہ اترا، خدا کی زمیں پر آہستہ چل ورنہ ٹھوکر کھا کر جہنم کے غار میں گرجائے گا۔اپنے شریر اور شر پسند دوست ابلیس کے نازونخرے پہچان! شیطان کے دوست بھی شیطان ہی ہوتے ہیں، شیطان کے مرید بھی شیطان ہی ہوتے ہیں، ان ناقص پیروں کی تعداد شیطانوں سے کئی گنا زیادہ ہے، جو بظاہر شیطان پر لاحول پڑھتے ہوئے ملیں گے۔اے سالک تو ان کے چہروں کو مت دیکھ،ان کے دماغ سے صلب تک لٹکے ہوئے سانپ کے منہ میں یعنی دماغ میں پوشیدہ عیاریوں کو دیکھ یہ تجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ ان کی چکنی چپڑی باتوں پر نہ جا! ان کی یاری، ان کی جانثاری پر نہ جا! یہ قصاب کی طرح تیری کھال نکال لینگے اور تجھے خبر بھی نہ ہوگی۔دشمن کے ہاتھوں سے دوستی کے نام پر جام پینا عقلمندی نہیں ہے کیونکہ ناقص پیر چاپلوس خوش آمد پرست ہوتے ہیں،اور بعض دفع یہ مرید کے قدموں میں اپنی پگڑی بھی رکھ دیتے ہیں! خبردار! یہ رہبر نہیں رہزن ہوتے

ہیں بھولے بھالے بھیڑوں کی مانند ان کے پیچھے مت دوڑ۔نااہل پیروں کی ناز برداری کرنے سے تیرے لئے یہ بہتر ہے کہ تو مطیعؑ شریعت ہوجا! اپنی عاقبت کو چھوڑ کر نادانوں کی عاقبت کی فکر کرنا پرائی زمین پر گھر بنانے کے مانند ہے، پرائے پیر سے پرایا جسم بہتر ہے، پرائے جسموں میں تیرا اپنا جسم بھی تو ہے، اور تیرا جسم بھی تو تیری اپنی زمین ہے، اس زمین کو بھی تو اپنا مسکن نہ بنا، اس زمیں کی حفاظت میں عمر عزیز برباد نہ کر۔اگر تو جسمانی فرمائشیں پوری کرتے ہوئے، اپنے جسم کو مرغوبات مہیا کرتے ہوئے، عمر گزار دے گا تو ایک دن ضرور پچھتائے گا کیونکہ تیرا جسم تنومند اور روح کمزور ہوجائے گی۔جسم کی لاکھ حفاظت کرلے نفیس ملبوسات سے سجالے، دنیوی خوشبو سے معطر کرلے، آخر ایک دن قبر میں سڑ کر بدبودار ہوجائے گا۔

خوشبو کیا ہے

اے سالک! خوشبو لگانا سنت ہے مگر کونسی خوشبو لگانا سنت ہے؟ وہ عشق کی خوشبو ہے! اسم اللہ ذات کی خوشبو ہے، یہ خوشبو جسم پر نہیں دل پر ملی جاتی ہے، نادان مشک وعنبر جسم پر ملتے ہیں۔دانا حضرات عشق کا مشک وعنبر دل کے وجود پر ملتے ہیں! نادان وہ ہوتے ہیں جن کی زبان پر اللہ کا نام اور روح بے ایمان، فاسق وفاجر منافق، کافر وزندیق ہوتی ہے۔ناقص وناا ہل

بے شرع پیر کی عبادت، ذکر و اذکار ایسے ہیں جیسے برص کے مریض کے چہرے پر بدنما دھبے! قول و فعل میں تضاد رکھنے والے ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَاتَفْعَلُوْنَ'' (الصّف ۶۱: ۲) یعنی وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو! کے مطابق کرنیوالے ناقص پیر کی محبت میں ''وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ'' (التوبۃ ۹: ۱۱۹) یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ کے زمرے میں رہنے والوں سے کینہ رکھنے والے پیر کی محبت میں کینہ پرور ہونا عقلمندی نہیں ہے۔ یاد رکھ اے سالک کینہ ہی گمراہی کا پہلا زینہ ہے، کینہ پرور کی زندگی جہنم کی آگ اور موت کے گڑھے کی مانند ہوتی ہے، کیونکہ کینہ کی اصل ہی جہنم سے ہے، یعنی جہنم کل ہے اور کینہ جزء ہے اور کینہ ہی دین کا اصلی دشمن ہے۔ اے سالک بے کینہ! اگر تو اللہ اور اللہ والوں سے مخلصانہ محبت رکھتا ہے تو بیشک تیری زندگی جنت کا جزء ہے اور تیری موت تیرے لئے جنت کا ایک باغ ثابت ہوگی۔

نامراد پیر کا مرید بھی نامراد

نامراد پیر کا مرید بھی نامراد ہی ہوتا ہے! وہ صادقین کے اخلاق و اخلاص کا جاسوس ہوتا ہے، چور کا دوست چور ہی ہوتا ہے، ظالم کا ساتھی ظالم ہی ہوتا ہے، حق و باطل میں اتحاد ناممکن ہے۔ اے دوست! تو اللہ کے کن کہنے

سے تو کن ہے، اللہ کے ارادہ کرنے سے تو ہی اس کا ارادہ ہوا، تیری ہستی اس کا ایک خیال ہے، تو ایک فکر ہے اور تیرا جسم عناصر کا جنجال ہے۔ اگر تیری فکر جنت کے پھول کی مانند ہے تو تیرا جسم جنت کا گلزار ہوگا، اگر تیری فکر جہنم کی آگ کی مانند ہے تو تیرا جسم ہی جہنم کا گڈھا ثابت ہوگا، اگر تیری روح عطر کے مانند ہے تو عشاق روحوں کی ہم جنس ہوگی، اگر آگ کی مانند ہے تو آتش پرستوں کی ہم جنس ہوگی۔ عطر پر غور کر کئی طرح کی خوشبو دار اجناس کا اتحاد مشک وعنبر کی شکل میں مہک رہا ہے۔ اے برادر عزیز! تجھے جاننا چاہیے کہ تیرا جسم تیری روح کا غیر جنس ہے، ہم جنس نہیں۔ غیر جنسوں کی صحبت و محبت میں بے عقل و نادان ہی مبتلاء ہوتے ہیں۔ اے دوست خدا کی قدرت و کاریگری کو پہچان کہ اس نے ہم جنسوں کو ہم جنسوں سے ملا کر اس کائنات کو مزین کیا ہے۔ اس کا احسان عظیم ہے کہ اچھے و برے، سعید و شقی کے درمیان حد فاصل قائم کرنے کے لئے انبیاء کرام کو بھیجا۔ اس مقدس جماعت انبیاء اکرام نے کھرے کو کھوٹے سے جدا کر دیا، دین و کفر کو جدا کیا اور یہ واضح کر دیا کہ دین روحوں سے متعلق ہے اور کفر جسموں سے متعلق ہے، روح پرور دیندار ہیں اور جسم پرور باطل و کفار ہیں۔ یہی فرض کامل پیران عظام ادا کرتے ہیں، روح اور جسم کے مذہبوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

اے سالک! اللہ نے قیامت کا دن کہا ہے۔ قیامت کی رات نہیں

کیونکہ دن کاملین کے باطن کی طرح صاف ہے اور رات کاملین کے لئے ستر پوشی کی مانند ہے، روح روزِ روشن کی طرح ہے اور جسم تاریک رات کی مانند ہے۔ اے سالک! کاملین کی مانند روح وجسم اختیار کر، یہی موقعہ ہے کہ تو دن اور رات کے دلائل سے سبق حاصل کر لے، علمِ الٰہی جب علم انسان ہوتا ہے، یہاں سے عالم کا امتحان شروع ہوتا ہے۔ اگر اس کے علم کا میلان دنیا کی طرف ہوتا ہے تو دنیا اسے خرید لیتی ہے اور ایسا عالم ذلیل وخوار ہو جاتا ہے، جب عالم کا علم علمِ الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہے تو تقویٰ بن جاتا ہے اور اسے جنت خود خرید لیتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''العلم حجاب اکبر'' یعنی علم بہت بڑا حجاب ہے۔

گناہ کی باریکیاں

اے سالک راہ خدا! گناہ کی باریکیاں سمجھ کر اس راہ میں قدم رکھنا چاہیئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حسنات الابرار سیّأٰت المقربین'' ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ کی مانند ہیں۔ کیا معنیٰ؟ نیکیاں گناہ میں کس طرح تبدیل ہو سکتے ہیں؟ تو نے عمل صالحہ، ذکر واذکار، شغل واشغال اور عبادات کو اچھا سمجھا نہ کہ معبود کو! تو نے اچھا اس لئے سمجھا کہ تجھے عبادات کی عادت ہوگئی ہے اور عبادات سے مغرور ہو کر تیرا نفس متکبر ہو گیا

ہے اور اللہ تکبر کو ہرگز نہیں پسند کرتا۔ تو نے پس پردہ خود کو کلیم اور خدا کو سمیع سمجھا یعنی خدا سے ہم کلامی کا دعویٰ کیا! بس یہی تو تیرا گناہ ہے جس کو تو اپنی عبادت کا ثمر سمجھ بیٹھا ہے! اس لئے ایسے گمان سے توبہ کر اور از سرِ نو مسلمان ہو جا۔

رمزِ موت کیا ہے؟

فنا تاریکی ہے، بقا نور ہے۔ فنا جسم سے متعلق ہے اور بقا روح سے متعلق ہے، فانی تیرا نفس ہے اور باقی تیری روح ہے۔ ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (ال عمران ۳: ۱۸۵) ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ نفس کیا ہے؟ تری ظاہری عقل بن کر تیری کھوپڑی میں پناہ لئے ہوئے ہے اور اس کی موت تیری اندھی بصارت کے اندھیرے میں ہے۔ کیا تو نے کسی مرنے والے کو دیکھا ہے؟ جا کسی مردے کو دیکھ جب وہ مرتا ہے تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہتی ہیں۔ یہ مردہ زندگی بھر اپنے باہر نظر آنے والے اجالے نما اندھیرے میں رنگ رلیاں مناتا رہا، جب موت آئی تو اس کی ظاہری عقل یعنی نفس دماغ سے بچھڑ کر اس کی پھٹی آنکھوں میں غائب ہو گیا۔ نفس ناری ہے اور نار کی اصل سیاہی ہے گویا نفس اپنی اصل سے ہی وصل کر گیا! نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''کل شئ یرجع الیٰ اصلہ'' یعنی ہر چیز اپنے اصل کی جانب رجوع کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مقام فنا وہ ظلمت ہے جو نفس

کے لئے مخصوص ہے مگر خواص کی فنا اس ظلمت سے پاک ہے، جب خواص کا وصال ہوتا ہے تو ان کا وصل ظلمت سے نہیں نور سے ہوتا ہے کیونکہ وہ ''موتوا قبل ان تموتوا'' کے مقام سے گذرے ہوئے ہوتے ہیں۔

اے سالک! جاننا چاہیئے جب ایک نیک سالک کی تربیت ایک مرشد کامل کرتا ہے تو مراقبہ کی باریکیوں سے آگاہ کر کے مراقبۂ موت سے گزار دیتا ہے! انسان کی ظاہری عقل یعنی نفس جو بصارت کے اندھیرے میں کتے کی طرح بھٹکتا ہے، اسے قید کر کے یک سوئی کی زنجیر میں باندھ کر، ظلمت کی قید سے رہا کر کے، عقل و قلب سے نور کی طرف رہبری کرتا ہے! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ'' (البقرۃ ۲ : ۲۵۷) یعنی اللہ مؤمنوں کا دوست ہے جو اپنے دوستوں کو نفس کی تاریکی سے نکال کر نور کی طرف یعنی (عقلِ قلب) روح کی طرف اور روح کو جانِ جاناں کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور اسی نوری سفر کو علمِ بقا و علم نور کہتے ہیں۔ افسوس ہم اس نور کے اسرار بیان کرنے سے قاصر ہیں، نہ علم میں حرکت ہے، نہ قلم میں جرأت ہے، یہ راز نہ حرفوں میں سما سکتا ہے نہ لفظوں میں بیان ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی بینا پیر چاہے تو ایک ہی نشست میں علم حاضرات و ناظرات کے ذریعہ پل کے پل میں ان اسرار کو فاش کر سکتا ہے۔ مجموعی لحاظ سے عالم بقا آب حیات کا سمندر ہے، جس کے مالک و مختار

محبوب کردگار، درالله المکنون احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ حیات النبی بن کے جلوہ افروز ہیں! افسوس آج کے کچھ گمراہ اور گمراہ گر جاہل و ناقص پیروں نے معاذ اللہ من گھڑنت تاویلات کے ذریعے آب حیات کو نفس کی شرارتوں سے اچھلنے والے ناپاک آب منی سے تشبیہ دینے کی حماقت کر ڈالی۔ ان کم ظرف و بے پیرے کو چشمۂ حیواں کی کیا خبر جو ظلمات میں پوشیدہ ہے، اس کا پتہ و عرفان صرف اور صرف خالص قادری پیر کو ہوتا ہے نہ کہ منہ بولے قادری کو۔ اے سالک تو حقیقی اس قادری کامل پیر کی صحبت اختیار کر لے جو بقا کے بحرِ ذخار سے موتی چننا جانتا ہو۔ منہ بولے قادری کو اس حقیقت کی کیا خبر؟ قادری حقیقت میں حقیقی مقلّد اور محقّق ہوتا ہے۔

مقلّد و محقّق کون ہے

نفس کے سنگ دل مقلد یہاں کس کی سنتے ہیں؟ ان کی اندھی تقلید ان کی نیکیوں کو تباہ کر دیتی ہے، تقلید اگر مقلد کی نظر میں کوہِ طور کی مانند بھی ہے تو وہ آزاد کی نظر میں ایک حقیر تنکا ہے، جسے پھونکوں سے اڑا دیا جاتا ہے، خواہ ایسوں کی باتیں حکیم لقمان اور ارسطو کی مانند حکمت والی کیوں نہ ہوں مگر اس کی حقیقی عقل ہی اس کے خلاف ہوتی ہے۔ نفس کا مقلد مفاد پرست حریص اور لالچی ہوتا ہے، مقلد اور محقق میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، اور محقق کون ہے؟

محقق وہی ہوگا جو علم نافع خود کی تحقیق کر کے خود کو پا چکا ہو اور محقق حضرت داوٗد علیہ السلام کے مانند ہوتا ہے۔ اللہ نے حضرت داوٗد علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ ''یاداؤد تعلم العلم النافع قال ماالعلم النّافع فقال ان تعرف جلالی وعظمتی والکبریائی وکمال قدرتی علیٰ کل شئ فان ھٰذا الذی یقربک الیّ '' اے داوٗد علم نافع حاصل کرو! داوٗد علیہ السلام نے فرمایا اے میرے اللہ علم نافع کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا علمِ نافع وہ ہے جس سے تجھے میرے جلال، میری عظمت، میری کبریائی اور ہر شئَ پر میرے کمالِ قدرت کا عرفان ہوتا ہے، کیونکہ ایسا علم ہی تجھے میرے قریب کرسکتا ہے۔ سبحان اللہ! علم نام ہے خدا کے جلال، عظمت، قدرت اور کارخانۂ قدرت کے مشاہدات کا کیونکہ ایسا شاہد درجۂ عین الیقین پر فائز ہو کر حق الیقین کا حامل ہو جاتا ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ مقلّد آزر کے مانند بت تراش اور لالچی ہوتا ہے۔ کافر اور مؤمن دونوں اللہ کا نام لیتے ہیں، اللہ اللہ کہتے ہیں دونوں کی برکت جدا جدا ہے، بھکاری بھی اللہ اللہ کہتا ہے اور متقی بھی اللہ اللہ کہتا ہے، بھکاری کا اللہ اللہ کہنا حقیر بھیک اور روٹی کے لئے ہوتا ہے اور متقی کا اللہ اللہ کہنا قلب کے نور کے لئے ہوتا ہے، روٹی مانگنے کے لئے برسوں تک اللہ اللہ کہنا، گدھے کی طرح گھاس کے لئے اللہ کے نام کا بوجھ اٹھانا ثابت ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے ایک مرتبہ نبیَ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابی حضرت حرث بن

عمیرہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''ان یدفع عن عمرک فیأتی علیک زمان کثیر خطباءہ قلیل علماءہ کثیر سوالہ قلیل معطوہ الھویٰ فیہ قاعد العلم '' یعنی اے حرث اگر تیری عمر وفا کی تو تو ایسا زمانہ پائے گا کہ خطیب (وعظ و بیان کرنے والے) بہت ہوں گے لیکن جامع عالم (عالم کامل) کم ہوں گے، گدا گر بہت ہوں گے لیکن انہیں دینے والے بہت کم ہوں گے اور علم خواہشات کے تابع ہو جائے گا۔ افسوس آج عالم کی پہچان عوام الناس نے یہی بنالی ہے کہ لچھے دار و گرجدار آواز میں جس عالم کا جتنا طویل بیان ہوگا اسے کو بڑا کامیاب عالم تصور کیا جاتا ہے۔ اگر یہی اللہ کہنا لبوں سے دل پر اثر کرتا تو بھکاری بھکاری نہیں صوفی کہلاتا۔

اے سالک راہ خدا! تو اگر اللہ اللہ کہتا ہے حقیر دنیا کی بھیک کے لئے تو غلط ہے، بھکاری کی طرح نہ کہنا بلکہ صوفی کی طرح اللہ کا نام لینا کیونکہ دنیا اور دنیا کا مال کمانے کے لئے زبان سے اللہ کے مقدّس نام کا سہارا لیکر اس کے دین کو بیچنا سخت حرام ہے، ایسا عالم کہتا کچھ اور کرتا کچھ اور ہے، ایسا عالم ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ '' (الصّف ۶۱:۲) یعنی وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے، کا مظہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی عالم کے تعلّق سے حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ بے عمل علماء بوجھ اٹھانے والے گدھے کی مانند ہیں۔

(بابِ دوم)

ہدایت ورحمت کے مظاہر

اے عزیز! ہم خاکی ہیں خاک دیگر عناصر کا حقیر مزاج لئے ہوئے ہے اور ہر عنصر کا حقیر مزاج اپنے ہم جنس مزاج یعنی مزاج دنیا کی طرف ہی میلان رکھتا ہے۔اس لئے ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ نے انبیاء کرام بھیجے! نعوذ باللہ یہ کوئی مجبوری نہیں تھی بلکہ ہم پر اس کا احسان وفضل ہے۔انبیاء اور غیر انبیاء میں کیا فرق ہے؟ بظاہر وہ بھی ہم جیسے لگتے ہیں اور ہمارے درمیان رہتے ہیں، ہماری طرح فطری تقاضے رکھتے ہیں "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (الکہف ۱۸:۱۱۰) فرمائیے! ہم بھی آپ جیسے انسان ہیں مگر مِّثْلُكُمْ کی قید اور شرط کے ساتھ۔وہ حضرات قدسیہ بھی ہم جیسے آئے مگر ہم جیسے نہیں تھے کیونکہ ہم پر عناصر کا مزاج غالب ہے اور وہ عناصر کے مزاج سے یکسر پاک طیب وطاہر ہوتے ہیں، ازل سے پاک طیب وطاہر آتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں، اسی کو عصمت کہتے ہیں کہ ان کے عناصر کا مزاج ان کی ذات کے نور کا ہم جنس ہوتا ہے، ان کی ذات کا نور نورِ ذات الٰہی کا پرتو ہوتا ہے، اسی لئے انہیں معصوم کہتے ہیں۔اور ہماری ذات و روح جسمِ عناصر کے

مزاج کی ہم جنسیت قبول کر لیتی ہے اس لئے ہم غیر معصوم ہیں، انبیاء کرام بحیثیت معصوم غیر معصوموں کی ہدایت کیلئے آتے ہیں، اتنا عظیم فرق بھی آج کے جاہل انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتا تو یہ ازلی شقاوت کے سوا اور کیا ہے؟ ان کا ظاہر و باطن نور رہے، ہمارا ظاہر و باطن نور وظلمت ہے اور یہ تضاد ہے۔

اے سالک! مزاج عناصر کیا ہے؟ نفس کا ظاہری چہرہ ہے، نفس کا باطنی چہرہ کیا ہے؟ انسان کی ظاہری وہ عقل ہے جو دماغ میں ہے، اس لئے بت پرستی وعناصر پرستی کا وجود ظاہر ہوا، بت پرست یہی عناصر کے بت بنا لیتے ہیں اور خدا کے سواء غیر خدا کی پوجا کرتے ہیں مثلاً مٹی، پتھر، آگ، ہوا اور پانی وغیرہ۔اسی طرح کامل اولیاء، انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں، شریعت کے لباس میں جب عناصر کے حقیر مزاج سے آزاد ہوتے ہیں تو ان کی روح اور جسم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو جاتے ہیں یعنی ان کا جسم بھی نور، روح بھی نور ہوتی ہے اور ذات بھی نور بنکر نورِ الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اگرچہ انہیں ظاہراً مکمل معصوم نہیں کہا جاتا مگر باطناً فرشتوں سے بہتر اور معصوم ہوتے ہیں! فرشتوں سے افضل کیوں؟ کیونکہ فرشتوں کی حدیں مقرر ہیں۔مگر بظاہر ہم جیسے بشر کہے جانے والے انبیاء کرام کا یہ مرتبہ، یہ رفعت، یہ عروج کا عالم ہے کہ آسمانوں میں فرشتوں کو ان کی گرد بھی میسر نہیں آتی کیونکہ وہ آسمانوں میں بھی فرشتوں سے آگے گذر جاتے ہیں، اس مقام سے جہاں

فرشتوں کا گزرنا ممکن ہے۔ حضرات انبیاء کا ظاہر و باطن فرشتوں سے زیادہ افضل، شریف اور معصوم ہے تو ایسے حضرات کیا ہم جیسوں کی طرح ہو سکتے ہیں؟ وہ معصوم ہیں ہم غیر معصوم۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم کی معصوم خطا ہم جیسی نہیں تھی، وہ ہمارے لئے حکمت کا خزانہ تھی، آج بھی کچھ قومیں انبیاء کرام پر خطا کا الزام رکھتے ہیں دراصل یہ خطائیں نہیں بلکہ حکمتیں ہیں اور ہمارے لئے ان میں حکمتوں کے سبق پوشیدہ ہوتے ہیں۔

علمی فرق

علمِ الٰہی بھی اگر ہم قبول کرتے ہیں تو کتابوں سے، استادوں سے قبول کرتے ہیں، یہ ہم بھی قبول نہیں کرتے بلکہ ہمارا نفس قبول کر کے عالم بن جاتا ہے، مگر انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے پاکیزہ قلوب علمِ الٰہی کو کبھی باواسطہ کبھی بلاواسطہ قبول کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہمارا نفس عالم ہوتا ہے اور ان حضرات قدسیہ کے قلوب عالم ہوتے ہیں۔ عالم نفس اور عالم قلب کا فرق واضح ہے۔ ہم ناری نفس سے علم پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، وہ حضرات قدسیہ نوری قلب سے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، ہماری عبادت جنّتوں کے لئے اور ان کی عبادت جنّتوں کے مالک کی رضا کے لئے ہوتی ہے۔ ان کی تبلیغ قلوب و نفوس کو مؤمن بنانے کے لئے ہوتی ہے، ہماری تبلیغ صرف نفوس کے لئے

ہوتی ہے جو صرف ظاہری جسم کو مؤمن نما بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ ان کا علم من اللہ اور مع اللہ ہوتا ہے اور ہمارا علم علم من النفس و من البشر ہوتا ہے، ہم دنیا میں آ کر علم حاصل کرتے ہیں اور وہ حضرات قدسیہ علم کے سمندر میں علم کے موتی سے اس وقت علم حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ دونوں عالم کی کوئی چیز معرضِ وجود میں بھی نہیں آئی تھی! اب اندازہ لگائیے کہ علم خواص اور علمِ اہل انفاس میں کس قدر واضح فرق ہے! حضرت آدم اور ابلیس کا استاد اللہ ہی ہے، ابلیس کو ''انا خیر منه'' کا علم اس کی خواہش پر عطا کیا حضرت آدم کو ''علم الأدم الاسماء كلها'' ہم نے آدم کر تمام علوم سکھائے، یہ علوم اللہ نے اپنی مرضی سے عطا کئے۔ ابلیس نے مقاماتِ عبادات میں علمِ خیر و شر حاصل کیا! مگر حضرت آدم نے مقامِ رحمت میں صرف اور صرف علم خیر و رحمت حاصل کیا۔ ابلیس نے شرارت کی اور خود مارا گیا، حضرت آدم علیہ السلام نے خیر و حکمت پر نظر رکھی تو کئی انبیاء کرام کے معرضِ وجود میں آنے کے لئے پردۂ رحمت بن گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بحرِ علم و حکمت میں گوہر مقصود سے علم حاصل کیا اور اپنی نسلوں پر برسانے کے لئے موتیوں کے خزانے لائے اور برسائے، حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام اور اولیاء کرام اس کے مستحق ہوئے! مگر ابلیس آگ کے پھول اور دھوئیں کی بہار لایا تاکہ انسانوں کی عقول اور نفوس دھواں دار ہو کر موتیوں سے محروم ہو جائیں۔ اس لئے انسان

کامیلان اور رجحان نور کی طرف ہونا چاہیئے نہ کہ نار کی طرف۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت آدم کی نسل میں جس کو دریائے رحمت کے علم کا موتی نصیب ہوگیا وہ سراسر نور بن گیا، اس کو نار ہرگز نہیں چھو سکتی، وہ ہر طرح محفوظ ہوجاتا ہے۔ جب علمِ قہر الٰہی حرکت میں آیا تو حضرت نوح علیہ السلام کو علمِ رحمت کے موتی نے مع کشتی محفوظ رکھا۔ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو علمِ شیطان کی آگ نے گھیرنا چاہا تو علمِ رحمت کے موتی نے اس نار کو گلزار بنا دیا اور جب علمِ شیطان نے سرکش بنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کیا علمِ قہر الٰہی نے دریائے نیل میں غرق کر دیا، معلوم ہوا کہ علمِ الٰہی نور ہے، نار کی کیا مجال کہ نور کو چھو سکے۔

انبیاء کرام اور امتحانات

جاننا چاہیئے کہ انبیاء کرام ظاہر و باطنی تضاد سے پاک اور عناصر کی حقیر آلودگیوں سے طیب و طاہر گویا کہ سراسر نور ہوتے ہیں، ان کا ظاہر و باطن ایک اور ان کے علوم اس گوہر مقصود کے شایانِ شان ہوتے ہیں، تمام انبیاء کرام معصوم اور عناصر کے حقیر مزاج سے پاک ہوتے ہیں اور یہ بات اللہ ربّ العزت کو خوب معلوم ہے۔ لہٰذا اللہ نے ان کی عصمت کا امتحان نہیں لیا بلکہ گوہر مقصود سے حاصل شدہ موتیوں کو برتر و بالا ثابت کرنے کے لئے علمی امتحان لیا۔ مثلاً حضرت سیدنا آدم نبینا علیہ السلام جنت میں تھے ابلیس نے چال چلی اور جنت

میں داخل ہوا، تاکہ حضرت آدم علیہ السلام سے علمی مناظرہ کر سکے۔ مناظرہ ہوا، خود براہ راست مناظرہ نہ کر سکا، حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے ذریعہ ورغلایا تو حضرت آدم نبینا علیہ السلام سے علمی و اجتہادی لغزش ہوئی۔ پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق مجتہد کی خطا پر ایک ثواب مقرر رہا۔ اور آپ بخشے گئے اور وہی لغزش حکمت الٰہیہ ثابت ہوئی! یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ نبیوں کی لغزشیں امت کے لئے حکمتوں کے خزانے ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے جب امتحان منظور ہوا تو اللہ نے آپ کی عصمت سے امتحان نہیں لیا بلکہ آپ کے علم کے انمول موتی سے لیا تاکہ تمام امتوں پر ثابت ہوجائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم، امتوں کے علوم سے عظیم و بالاتر ہوتے ہیں۔ آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بچے ہیں مگر علمِ نبوت کے موتی سے سرفراز ہیں، یہاں دو نبیوں میں دو نبیوں کے علوم کا مناظرہ ہوا تو شیطان تماشائی بن کر یہ دیکھ رہا تھا کہ علم نے علم کے گلے پر چھری چلائی، نہ علم کاٹ سکا اور نہ علم کٹ سکا۔ دونوں کا علم سراسر نورِ رحمت اور رحمت کا موتی تھا، کیسے کٹ سکتا تھا، کیسے کاٹ سکتا تھا! شیطان شرمندہ ہوا یہاں بھی علوم انبیاء کے موتی شیطان کے ناری پھول پر ہر طرح افضل و اعلیٰ ثابت ہوئے معلوم ہوا کہ حضراتِ انبیاء کرام کے علوم ان کے معجزات ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں میں لوہا نرم ہوجاتا تھا یہ ان کا

علم بھی تھا اور معجزہ بھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام دریائے علم کے موتی حاصل کئے ہوئے تھے ہر مخلوق نے آپ کی شاہی کو تسلیم کیا اور سرِ خم کیا یہ آپ کا اور آپ کے گوہرِ علم کا معجزہ تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام میں یہی دریائے علم و رحمت کا موتی پوشیدہ تھا، آپ نے قمیص یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی تو بینائی لوٹ آئی! یہ آپ کا علم اور آپ کا معجزہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت میں پوشیدہ گوہرِ علم نے آپ کی ذات پر خواب روشن کیا تو حقیقت بن گیا! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے آپ میں پوشیدہ دریائے گوہرِ علم کے علوم آپ کے دست مبارک کے ذریعہ جذب کرلیا تو اس مبارک عصاء نے فرعون اور فرعون کے جادوگروں کو اپنے اندر دبوچ لیا۔

اے بھائی! کیا بتاؤں کہ دریائے علم میں پوشیدہ اس موتی کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت جرجیس علیہ السلام کی نبوت میں اس دریائے رحمت کے موتی کے علوم جاری ہوئے تو سات مرتبہ اپنی محبوب جان نثار کی اور پھر پالی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس گوہرِ آب دار کے انوار کا مشاہدہ کیا تو درخت کے ساتھ کٹ کر اسی مستی میں شہید ہو گئے۔ حضرت یونس علیہ السلام گوہرِ دریائے علم و رحمت کے نور سے مست ہو گئے تو مچھلی کے پیٹ میں چین و سکون کی سانس لی۔ حضرت شعیب علیہ السلام جب اس بحرِ ذخارِ رحمت کے گوہرِ آب دار کی تجلی سے سرشار ہوئے تو اس کی محبت میں اپنا دل و آنکھیں کھو بیٹھے! جب حضرت ایوب علیہ السلام دریائے

رحمت میں غوطہ زن ہو کر اس گوہرِ نایاب کی تجلی سے فیضیاب ہوئے، اسی کی محبت میں سات سال کی عمرِ دراز صبر کے عالم میں گزار کر سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے فراق میں وصال کا مرتبہ دیکھا۔ جب حضراتِ خضر و الیاس علیہما السلام نے اس نورِ علمی و حکمتی کا مرتبہ دیکھا تو دریائے علم و حیات سے آبِ حیات کے گھونٹ سرمست بنکر نوش کر لیئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس دریائے رحمت میں پوشیدہ گوہرِ مقصود کے علم و حکمت و انوار کی تجلی پائی تو معراج جیسی دولتِ لازوال کے مستحق ہوئے اور چوتھے آسمان پر جلوہ فگن ہو گئے۔ جب محبوب خدا سید المرسلین، در اللہ المکنون، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی ذات کو اس بحرِ ذخارِ رحمت میں گوہرِ مقصود کے علمی و حکمتی انوار کا مظہر پایا تو ایک اشارے میں شق القمر کا معجزہ بن گیا اور آپ نے اپنی حقیقت کو واضح فرمایا ''انا لؤلؤ مکنون'' میں ایک چھپا ہوا موتی ہوں۔ اسی چھپے ہوئے موتی کی تجلی کا یہ کمال تھا کہ حضرات انبیاء کرام سے معجزات صادر ہوئے۔ تمام وہ معجزات جو بظاہر سارے انبیاء و رسل سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تمام معجزات دراصل محبوب خدا، در اللہ المکنون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے صادر ہوئے ہیں بلکہ ہر نبی میں آپ کی ذات کے انوار اسی درِ مکنون کی شکل میں مبعوث ہوئے۔ ہر نبی کا معجزہ آپ کی ذات کے گوہرِ مقصود کے انوار کا عکس ہے۔

جب اسی طرح دریائے رحمت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

چشمِ باطن سے گوہرِ مقصود کا مشاہدہ کیا تو فوراً اسلام نور بن کر حضرتِ صدیق کے سینے میں ڈھلا۔ جب حضراتِ عمر و عثمان و علی رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے سینوں میں گوہرِ آبدار نور بنکر ڈھلا تو خلافت راشدہ کے مسندِ حقہ پر فائز ہو کر ''اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' (البقرہ۲: ۳۰) کا تقاضہ پورا کیا۔ اسی طرح سید اشباب اہل الجنة، سیدنا امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب اس گوہرِ مقصود کے انوار سے فیض یاب ہوئے تو عرش کے دو موتی اور دو بالیاں بن گئے۔ ''فھم من فھم'' تو ایک نے باطل کے زہر کو مردہ کر دیا اور دوسرے نے حق کو زندہ کر دیا۔ جملہ تمام صحابۂ کرام اسی نورِ مطلق، گوہرِ آبدار کے عشق میں اس قدر مبتلا ہوئے کہ اپنی پاکیزہ زندگیوں کو اس کی محبت میں گزار کر ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ'' (الزلزال۹۹: ۸) کے درجہ پر فائز ہوئے۔

اے سالک راہِ خدا! جب یہی گوہرِ مقصود اپنے انوار کے خزانے لیکر ڈھلا تو حضرتِ امام حسن بصری، حضرتِ امام فضیل بن عیاض اور حضرتِ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیھم اجمعین تک سبھی حضراتِ قدسیہ اسی معشوق و مقصود موتی کی محبت میں سرشار ہو کر دونوں عالم کی نگاہوں کے تارے بن گئے۔ جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گوہرِ مقصود یعنی جمالِ معشوق کا مشاہدہ کیا تو اللہ رب العزت سے قطب العارفین کا خطاب پایا، اسی طرح جب

حضرتِ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے دریائے رحمت میں گوہرِ مقصود، درِ مکنون کا مشاہدہ کیا تو جماعت اولیاء میں خلیفۃ اللہ بن گئے اور ہر سانس میں اللہ کا نام روشن ہو گیا اور حضرتِ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ جب اس معشوق موتی کے دیدار سے سرفراز ہوئے تو السلطان العادل ظل اللہ کا مظہر بن گئے اور جب حضرتِ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اس گوہرِ مقصود کے مشاہدہ سے سرفراز ہوئے تو عالم اجل و اکمل بن گئے اور حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو اس معشوق گوہرِ مقصود سے ندا آئی تو مؤدب ہو کر کامل پیر کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحرِ بیکراں میں معشوق موتی کا مشاہدہ کیا تو مستوں کی فہرست میں شامل ہو گئے جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اس معشوق درِ مکنون کے مشاہدۂ جمال میں غرق ہوئے تو اللہ کے یہاں ''فی مقعد صدق'' یعنی اللہ کے یہاں اچھے ٹھکانے ہیں کے تخت نشیں بن گئے۔ اسی طرح جب حضور غوث الصمدانی، قطب ربانی حضرتِ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اس دریائے توحید میں معشوق و مقصود و محبوب درِ مکنون کی مظہریت اختیار کر لی تو سید الاولیاء کے مقام پر فائز ہو کر ھذا قدمی کا اعلان کر بیٹھے۔ نیز میں امرِ ربی ہوں، میں عشقِ خداوندی کی آگ ہوں، میں چڑھی ہوئی کمان ہوں، میں غیروں سے باتیں کرنے والا ہوں کا دعویٰ کیا۔

اے عزیز! خدا کی ساری قدرت اور دونوں عالم کے کارخانے کا ہر راز

اسی گوہرِ مقصود کے جمال میں پوشیدہ ہے، لاکھوں شاہانِ طریقت جو اس گوہر مقصود کے جمال و کمال سے سرفراز ہیں کسی نے بھی اس کی حقیقت کے انکشاف کی کوشش نہ کی اور نہ کر سکتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں بندے اللہ کی قدرت میں آج بھی پوشیدہ جو اس گوہرِ مقصود کے جمال کو آنکھوں کا سرمہ بنائے ہوئے ہیں۔ وہ نفوسِ قدسیہ اللہ کے فرمانِ عالیشان ''اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری'' یعنی میرے اولیاء میری قباء میں پوشیدہ ہیں ان کا علم میرے غیر کو نہیں ہوتا! کے تحت پوشیدہ رہتے ہیں۔ کسی فقیر یا کسی درویش نے بھی ان کا نام ظاہر نہیں کیا۔ یہ اللہ کے بندے عوام میں عام اور خواص میں خاص ہوتے ہیں۔

لہٰذا ان کا علم اللہ کے غیر کو نہیں ہوتا جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوا: ''انّ اولیائِ تحت قبائی لایعرفھم غیری'' یعنی میرے دوست میری چادر میں پوشیدہ ہیں میرے غیر کو ان کا علم نہیں ہوتا، جب تک کہ اللہ ان میں سے کسی کے متعلق کسی اپنے دوست کو نہ بتادے۔

علمِ فانی اور علمِ باقی کی حقیقت:

اے طالبِ راہِ صفا! اللہ کی قسم اس درِ یتیم معشوق گوہرِ مقصود کے دیدار سے مشرف فقیر بھی بالکل وہی ہو جاتا ہے یعنی ''اَنْتَ اَنَا وَاَنَا

اَنْتَ'' تو ہے سو میں ہوں، میں ہے سو تو ہے۔ کے مقام پر آجاتا ہے اور فرق و تضاد مٹ جاتا ہے۔ اس گوہرِ مقصود کے سمندر میں لاکھوں روحوں کی مچھلیاں آج بھی اس کے دیدار سے مست ہو کر رقص کر رہی ہیں۔ ہائے ہائے! افسوس صد افسوس! ہم اس راز کو فاش نہیں کر سکتے ورنہ راز تو راز ہم کلیجہ بھی نکال کر رکھ دیتے۔ میں اس گوہرِ مقصود کے سمندر کو چشمۂ آبِ حیات بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ کامل و اکمل تعریف نہیں ہو سکتی۔ میں اس کو بحرِ علم و حکمت بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ ادھوری و نامکمل تعریف ہوگی۔ میں اس کو روحوں کا سمندر یا سمندر کی روحیں بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ اس کے جمال و کمال کو گھیرنا ہوا۔ میں اسے کیسے گھیر سکتا ہوں جب کہ وہ خود ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط''۔ اللہ کی قسم ''میں اور تو'' ''یہ اور وہ'' دونوں عالم کی ہر چیز اسی سے ہے، بس فرق اتنا ہے کہ گری اور اخروٹ، مغز اور چھلکا بلکہ عین وہی ہے۔ ہائے وائے! اس معشوق گوہرِ مقصود کے متعلق، میرے یار، میرے ساتھی کے متعلق کیا لکھوں؟ میں اپنے اس یار کے جمال و کمال کے جلوؤں کو سمیٹ کر کس طرح روشن کروں؟

اے سالکین راہِ صفا! جنہیں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے وہ دراصل اسی گوہرِ مقصود کے جمال و کمال کے مظاہر ہوتے ہیں۔ ورنہ نفسانی عالم و فاضل کو، علم و عقل کے گھوڑے دوڑانے والے کو، ہم دو چار خوش نما القابات دے کر

ایک ولی الدنیا کو ولی اللہ بنا لینے سے کیا وہ ولی الدّنیا معشوق گوہر مقصود کے جمال و کمال سے منزہ ہو سکتا ہے؟ کیا ایسے کا علم، ایسے کی تقریر، ایسے کی تحقیق نفسانی عقل کی جانب سے نہیں ہوتی؟ اولیاء اللہ جنہیں کہتے ہیں ان کا علم اس معشوق گوہر مقصود کے حسن جمال کا کمال ہے! یہ علم عشق بھی ہے اور یہ علم عاشق بھی اور یہی علم معشوق بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ علم الیقین عاشق سے حاصل ہوتا ہے اور علم عین الیقین عشق سے حاصل ہوتا ہے اور علم حق الیقین معشوق گوہر مقصود سے حاصل ہوتا ہے، یہاں عالم نہیں عین علم ہو جاتا ہے۔ میرے بھائی ایسے کو اولیاء اللہ کہتے ہیں نہ کہ علم روایات کو کمالِ بیان کے ساتھ ثابت کرنے والے کو۔ اولیاء اللہ کے حقائق و کیفیات جو میں جانتا ہوں وہ اگر بیان کروں تو آج کے نام نہاد علماء اس کو شاید ہرگز نہ تسلیم کریں! کیونکہ انہیں تو ولی اور ولی گر بننا ہے، القابات کو علمی کتابوں میں چننا ہے، یہ اپنی بات کب کرتے ہیں، یہ تو اس کی اور اس کی بات کرتے ہیں، ہم پوچھتے ہیں تمہارے پاس علمِ نفس کے سواء اور کیا ہے؟ تم نے انسان سے پائی ہوئی علم کی نالی سے وہ کونسا ایسا علمی موتی حاصل کیا ہے؟ جس کی بنیاد پر جیتے جی ولی بن کر مرنے کے بعد عرس منوا لینے کی تمنا رکھتے ہو؟ میرے بھائی علم کے گوہر آبدار کو، گوہرِ مقصود کو، معجزات و کرامات کے جمالی و کمالی موتی کو حاصل کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے! یہ ان کا کام ہے جو اپنی عمر عزیز کے پچاس پچاس سال تک

سیدھی کروٹ سو بھی نہیں سکتے۔ رہی تیری بات، مرنے کے بعد ظاہری حواس بھی مر جاتے ہیں، باطنی حواس خمسہ اگر تیری روح کے ساتھ زندہ ہیں تو جواب حق دیگا۔ اے اللہ کے بندے! وہ مؤمن جو قبر میں جواب دیتے ہیں، ان کی روح و قلب میں اللہ کے اس محبوب گوہر مقصود سے پڑھا ہوا جمال و کمال کا علم ہوتا ہے، جو نفس کے ساتھ فنا نہیں ہوتا بلکہ روح کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک علم فانی ہے اور ایک علم باقی ہے، اے عالم نفس! اگر تو اور تیرا علم ہی مردہ ہو گیا تو جواب کیا دے گا؟ کیونکہ تیرا نفس ہی تو عالم تھا نہ کہ تیری روح! اگر تیری روح عالم ہوتی تو تو بانفس استاد سے نہیں بلکہ علم کے معشوق موتی سے علم حاصل کرتا اور یقین کے تمام درجات تجھے حاصل ہو جاتے۔

دل کا نور

دل کا نور روح سے اور روح کا نور دل سے ہوتا ہے اور اس نور کا میلان نور ذات سے ہوتا ہے۔ نور ذات کا نور عشق کے سمندر سے ہوتا ہے عشق کے سمندر میں گوہرِ مقصود ہوتا ہے، پس اس صورت کے اختیار کرنے پر مراتب و درجات کا انحصار ہے۔ اس کے جمال و کمال کا مقام اور ہے، استاد سے سیکھے ہوئے یا پائے ہوئے علم کا کمال اور ہے، یہ دونوں ایک نہیں ہو سکتے! عالم کی زندگی اور کامل ولی اللہ کی زندگی میں بہت فرق ہے، ایک عالم کی موت اور

کامل ولی اللہ کی موت میں بہت فرق ہے۔ جب ایک عام انسان مرجاتا ہے تو حواس بھی مرجاتے ہیں آنکھوں میں قبر کی مٹی پڑ جاتی ہے اور شاید اس کے پاس ایسا ایمان بھی نہ ہو جو اس کی آنکھوں کو اور قبر کو روشن کر سکے۔ اے غافل! جب موت آرہی ہو گی مرنے والے پر قیامت صغریٰ کا منظر ہو گا، سارے جسم کا ریشہ ریشہ ریزہ ریزہ ہو رہا ہو گا۔ بال و پر ادھیڑ رہے ہوں گے تاکہ روح پرواز کر سکے، جس وقت یہ روح حیوانی پرواز کر چکی ہو گی اس وقت معشوق گوہر مقصود کے جمال و کمال کو روح انسانی کی شکل میں بیدار کرنا ہوتا ہے، جب یہ روحِ انسانی بیدار ہو جاتی ہے تو ایسے مردِ خدا کے لئے نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ ''قبور الاولیاء روضة من ریاض الجنّة'' اولیاء اللہ کی قبریں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں! کے مطابق تیری قبر بھی ایک جنتی باغ کا نمونہ بن جائے گی۔ خیر و نیکی جسے ہم سمجھ بیٹھے ہیں اس خیر کے تعلق سے اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے: ''من جاء بالحسنة'' یعنی جو شخص نیکی اپنے ساتھ لایا کا معنیٰ نیکی کرنا نہیں بلکہ نیکی کو دریائے رحمت تک پہنچا کر دریا ہی میں چھوڑنا ہے تاکہ وہ نیکی گوہر مقصود کی بارگاہ میں پہنچ جائے، اس لئے عرف عام میں کہا جاتا ہے، نیکی کر دریا میں ڈال۔ اے بھائی! انسان جسے کہتے ہیں وہ انسانیت کے جوہر رکھتے ہیں اسی جوہر کو علم کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لافرق بین

الحیوان والانسان الاالعلم'' حیوان اور انسان میں صرف علم کا فرق ہے۔ وہ کونسا علم ہے جو انسان اور حیوان میں امتیاز پیدا کرواتا ہے؟ علم سے مراد کسی چیز کے جاننے کا اگر نام ہے تو ہر حیوان اپنی اپنی استطاعت کے مطابق جانتا ہے اگر نہ جانتا تو جانور اپنے قبیلے، اپنی اولاد اور اپنے دشمن کو کیسے پہچانتا؟ یہاں انسان کے لئے جس علم کی بات کی جارہی ہے، وہ علم سے مراد دریائے رحمت میں پوشیدہ گوہر مقصود کے جمال و کمال کا علم ہے۔ یہ اگر انسان میں موجود نہیں تو وہ مرتبۂ انسانیت پر نہیں آسکتا۔ جاننا چاہیئے کہ عبادات، ذکرو اذکار تمام کے تمام حسنات و خیرات اعراض ہیں۔ اعراض تو انسان کی حیات میں ضروری ہیں جب ہم مرجاتے ہیں تو یہ تمام نیکیاں ہم سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا انہیں ہم اپنے ساتھ کس طرح لے جاسکتے ہیں؟ ہاں مگر اعراض انسانیت کے جوہر کو لگے ہوئے بیماریوں کو دفع کرتے ہیں، ان اعراض سے انسانیت کا جوہر مصفیٰ ہو جاتا ہے اور مزید ترقی کے قابل ہو جاتا ہے یعنی اعراض گناہوں کے پرہیز سے انسان کو انسانیت کے مرتبہ پر فائز کر کے مرتبہ عطا کرواتے ہیں۔ عرض مرتبہ کس طرح عطا کرواتا ہے؟ مثلاً عورت سے نکاح کرنا عرض ہے، مگر دونوں کے وصل سے اولاد جوہر کی شکل میں ظاہر ہوئی اور وہ دونوں کے عمل فنا ہو گئے، دونوں کا وصل فنا ہو گیا، مگر جوہر رہ گیا باغبانی عرض ہے، اس کے ثمرات اسکے جوہر ہیں، کیمیاء گری عرض

ہے کیمیاء گر کا علم جوہر بن کر کیمیاء میں چلا گیا۔صیقل کرنا عرض ہے اس سے جوہر میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔

اے اللہ کے بندے! اپنے اعمال، اپنے اخلاق، اپنے عادات و کردار، اپنے صدقات و خیرات، اپنے شغل و اشغال کو اپنی طرف منسوب کرکے یہ اعلان نہ کر کہ میں نے یہ کیا! میں نے وہ کیا! جو تو نے کیا ہے، ان اعمال وافعال کے وجود کو ثابت کر یہ کہاں ہیں؟ وہ تو تیری انسانیت کو خالص اور مصفٰی بنا کر تیرے ہی اندر یعنی جوہر انسانیت کی زینت بن گئے ہیں۔اب یا تو نہیں ہوگا یا تیرا عمل نہیں ہوگا بلکہ انسانیت کا جوہر ہوگا۔اگر تجھے کامل و اکمل پیر میسر آئے تو ممکن ہے اس جوہر کو گوہرِ مقصود تک پہنچا کر، اس کے دیدار سے مشرف فرما کر، گوہر مقصود کی صورت اختیار کرادے۔اس طرح ہر نیک عمل تیری انسانیت کے لئے عرض ہوگا اور تیرا برا عمل اس گوہرِ مقصود سے محرومیت کا سبب بن کر شیطانیت کے لئے عرض ثابت ہوگا۔معلوم ہوا کہ عمل کر گزرنا عرض ہے۔ ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ '' (الصّف ۶۱:۲) وہ بات کیوں کہتے ہو۔جس پر تم خود عمل نہیں کرتے، کے مطابق بے کار ولغو بات کرنا، غپ شپ کرنا، دوسروں کے لئے نصیحت خود را فضیحت، دوسروں کو نصیحت کرنا اور نصیحت کی قیمت وصول کرنا، عبادت کی تلقین کرنا اور تلقین کا معاوضہ حاصل کرنا، دین کو پیش کرنا اور شرطیہ قیمت وصول کرنا، یہ سب کچھ کرنا

تو کرنا نہ ہوا، اور نہ عرض ہی ثابت ہوا۔ایسا کام تو قربانی کے لئے بکرا ذبح کرنا نہ ہوا بلکہ بکرے کے سایہ کو ذبح کرنے کی مانند ہوا۔اے سالک راہِ خدا! عرض کا معنی تیرا خیال، تیری فکر، تیری سوچ ہے اور تیرا ہر فعل اسی کا نتیجہ ہے، دونوں عالم عروض ہیں یعنی اللہ رب العزت کا علم وخیال ہیں۔تو ان عروض سے گزر کر جوہر بن جا، تب جا کے تجھے مرتبہ انسان حاصل ہوگا۔

عیبوں کے جاسوس

اے سالک راہِ خدا! یاد رکھ تو بندہ ہے خدا نہیں! اللہ کے کسی بھی بندے کے عیبوں کی جاسوسی نہ کر، خوبی و ہنر کو دیکھ کر درگذر کر، عیبوں کی جاسوسی شیوہ شیطانی ہے۔شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام میں سب سے پہلے عیبوں کو تلاش کرنے کی کوشش کر ڈالی نتیجتاً ''اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ'' (الاعراف ۷:۱۲) کا دعویٰ کیا۔تو کیا پایا؟ عیب جوئی گناہِ کبیرہ ہے، جس شخص کے عیب و ہنر سے تجھے واسطہ ہی نہیں، تو تُو نے واسطہ بنا کے خود کو کیوں گنہگار کیا؟ اور جب فرشتوں نے تخلیق آدم کے بعد پیش آنے والے حالات کو ان الفاظ میں بیان کیا ''قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' (البقرہ ۲:۳۰) اور فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ کیا زمین پر ایسے

شخص کو اپنا خلیفہ بنائے گا (جس کی نسلوں سے) زمین پر فساد اور خون ریزی ہو گی حالانکہ ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ (ہر وقت) تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تیری پاکیزہ خوبیاں بیان کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا میں وہ سب کچھ جانتا ہوں مگر تم نہیں جانتے۔ اے سالک راہِ خدا! فرشتے اللہ کی صفات کے مظاہر ہیں جب فرشتوں کی نظر حضرت آدم کی صفات پر پڑی تو اپنا خیال ظاہر کیا اور اللہ نے حضرت آدم کے ذاتی کمالات کے تعلق سے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے! تو معلوم ہوا کہ پیر کامل حضرت آدم علیہ السلام کے ذاتی و صفاتی کمالات کا مظہر ہوتا ہے، خواہ عوام کی نظر پیر کے ظاہری صفات پر فرشتوں کے مانند کیوں نہ پڑے، مگر مرید صادق کی نظر پیر کی ذات پر ہونی چاہیئے، اگر عوام کی طرح پیر کی صفات پر نظر رکھی تو عیبوں کا جاسوس بن جائے گا یہ جاسوسی شیطانی فعل ہے۔

لہٰذا ایسے فعل سے توبہ کرنی چاہیئے، خصوصاً پیر کامل کے عیبوں کی جاسوسی نہ کر، اپنی دنیا و عاقبت کو مت تباہ کر، خصوصاً قادری پیر کے عیبوں کی جاسوسی نہ کر اور اپنے ساتھ اپنی نسلوں میں آگ نہ بھر، دین و دنیا میں روسیاہ نہ ہو، ورنہ تو ثابت کر کہ تو ہر عیب سے پاک ہے؟ واقعی تو ہر عیب سے پاک ہے تو، تو ہی تیرے لئے خدا ثابت ہوا اور یہ شرک ہے۔ اے سالک راہِ خدا! عیب جوئی ذلیل اور حقیر ترین صفت ہے، اگر اللہ تیرے عیبوں پر نظر رکھ کر

سزا دیتا تو کیا تو ایک بھی سانس لے سکتا ہے؟ اللہ جس قوم کو زوال پذیر کرنا چاہتا ہے اس قوم میں ان گنت عیبوں کے جاسوس پیدا کر دیتا ہے، جب پاکیزہ و ناجیہ جماعت یعنی اہل سنت و جماعت میں چند لوگوں کو عیب نظر آئے تو جماعت حقہ کو توڑ کر فرقہ شیعہ بنا لیا، مذکورہ دونوں جماعتوں میں کچھ لوگوں کو عیب نظر آئے تو فرقہ خارجیہ وجود میں آیا، مذکورہ تینوں فرقوں میں پھر اور کچھ لوگوں کو عیوب نظر آئے تو ایک جماعت حقہ کے خلاف یکے بعد دیگرے جماعتیں وجود میں آنے لگی اور یہ تعداد بہتّر فرقوں کے قریب پہنچ چکی۔ یہ تمام فرقے عیوب کے جاسوسوں کی دین ہیں، عیب جوئی سے تو خود ایک فرقہ نہ بن یہ سراسر گمراہی ہے، عیب جوئی بظاہر شفا ہے بباطن موت ہے۔

اے اللہ کے بندے! آج کل کی دنیا میں ویسے ہی شرافت کا قحط پڑا ہوا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ قحط زدہ دور میں کتّے گو بر کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے ذلیل ترین خوراک کو قبول نہیں کرنا چاہیئے کیا تو جانتا ہے؟ عیب جو اور باعیب میں کیا فرق ہے؟ تیری روح گندی ہے اور اس کا نفس گندہ ہے۔ تیرا دل گندہ ہے اور اس کی زبان گندی ہے۔ اے عیبوں کے جاسوس! کیوں خدا بننے کی کوشش کر رہا ہے؟ اپنی زبان کی حفاظت کر کیونکہ زبان کی حفاظت ہی میں امان ہے جیسا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''من سکت سلم و من سلّم فنجا'' یعنی جس نے خاموشی

اختیار کی وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ اسی لئے صوفیانِ کرام فرماتے ہیں: ''راحت الانسان فی حفظ اللسان''، یعنی انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے۔ اے اللہ کے بندے! عیب جوئی ہی ریا کی ماں ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے ریا کار کی عبادت برص کے مریض کے جسم پر اُگے ہوئے دھبوں کی مانند ہے۔ اے عیبوں کے جاسوس! سب کا خالق کون ہے؟ اللہ ہے، تو نے اس کی مخلوق میں عیب نہیں دیکھے در پردہ تو نے خالق ہی میں عیب تلاش کر ڈالے، نقش کو عیب دار ثابت کرنا گویا کہ نقاش میں عیب ڈھونڈنا ہے۔ دورِ ماضی میں پیرانِ عظام مریدوں کی خامیاں دور کرنے کے لئے اور ان کی اصلاح کے لئے، کچھ دن اپنے دروازوں سے دور کر دیتے تھے آج کے دور میں مرید ہی پیروں کو اپنے دلوں سے نکال کر دور کر دیتے ہیں۔ واللہ یہ کیسا دور ہے؟ اے عیبوں کے جاسوس تو انسان نہیں انسان کی تصویر ہے، یہ انسان جیسی ہو بہو تو ہے مگر علم و عقل سے عاری ہے چونکہ تصویر عقل سے عاری اور علم سے جاہل ہوتی ہے۔ تجھ میں نہ انسان کی بو باس ہے نہ خدا کی، تو پھر تو بندہ کس طرح کہلائے گا؟ تو نادان ہے سائے کو وجود سمجھ بیٹھا ہے، اس لئے تو سائے کا مذاق اڑاتا ہے۔ کیوں وجود کا پیچھا کر رہا ہے آج کے ان جسموں کے معاملات کو چھوڑ، کیا تو جانتا ہے اللہ کے ان معاملات کو جو جسموں سے پہلے ہو چکے ہیں؟ کیوں اللہ کے

معاملات میں دخل دے رہا ہے؟ توبہ کر توبہ! اور اپنی راہ لگ، ممکن ہے خدا تجھے بخش دے۔ اے سالک! عیب جوئی مکاری ہے مکر سے کام نہ لے، مکر کو دین نہ بنا اور ''وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ'' (ال عمران ۳: ۵۴) یعنی اللہ مکر کرنے والوں پر بہتر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے عیبوں کے جاسوس! شہد کو چھوڑ کر زہر نہ کھا، تو انسان کا جاسوس نہیں ہے اللہ کا جاسوس ہے! تو نے انسان کے صرف اوصاف دیکھے ہیں، اس میں موجود وجود کے نور کو نہ دیکھا، اے بھینگے اگر تو اس کے نور کو دیکھتا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح نہ ہو جاتا بلکہ حسن یوسف سے لطف اندوز ہوتا۔ لحن داؤدی تجھے پسند نہ آئی اور گدھے کی آوازوں سے محظوظ ہو رہا ہے۔ دریائے نیل حضرت موسٰی علیہ السلام کے لئے آب حیات بن گیا اور فرعون کے لئے خون! اے عقل کے اندھے غیروں کے عیوب کی جاسوسی نہ کر، دورنگی چھوڑ دے ایک رنگی ہو کر باقی سب کچھ اس پر چھوڑ جس کی ملکیت یہ دو عالم ہے۔

رنگوں میں بہترین رنگ

رنگوں میں سبز رنگ بہترین رنگ ہے کیونکہ اس رنگ کا تعلق فطرت سے ہے، اللہ جب چاہتا ہے زمین پر سبزہ کو اس کی زینت بنا دیتا ہے، اس زینت کو غذا بھی بناتا ہے اور دوا و شفاء بھی بنا دیتا ہے۔ سبز رنگ اس ذات

کے سورج میں پوشیدہ باطنی رنگ ہے، عرش کو ذات کے سورج سے مزین کیا ہے۔ ہرا رنگ زندگی بھی ہے اور زندگی کے لئے زہریلی موت بھی ہے اور سبز رنگ ہر گنبد کا نور اور قادریت کا سرور ہے، سبز رنگ کی عزت کر کیونکہ یہ تیری جان کی جان ہے۔ سبز رنگ حوضِ کوثر کے قریب لواء الحمد کی شکل میں روشن ہوگا۔ سبز رنگ قادری ہے، سبز رنگ میری آنکھ کا تارہ ہے اس کی توہین نہ کر۔ اگر تم سبز رنگ کی قدرت کا نظارہ کرنا چاہتے ہو تو تم وہاں آجاؤ جہاں میں ہوں، میں ہرے لباس میں ایک سورج ہوں، سبز رنگ اللہ کی ذات کے رنگ سے بہت قریب ہے، سورج سیاہ رات کے پردے سے طلوع ہوتا ہے اور میری ذات کا سورج سبز زندگی کے اُجالوں سے طلوع ہوا ہے، سورج عناصر کی دنیا کو روشن کرتا ہے مگر اس کے طلوع وغروب میں اللہ کی قدرت کا اشارہ پوشیدہ ہے۔ اے اللہ کے بندے! خود میں دیکھ یا مجھ میں دیکھ، میرے وجود کے سمندر سے وہ بے سایہ سورج نمودار ہوا ہے، میں اس کی شعاع نہیں، میں عین ایک سورج ہوں، میں سبز رنگ میں ملبوس بے سایہ سورج کے گرد گردش کرتا ہوں۔ میرا سورج دونوں عالم کی ہر چیز سے باخبر ہے، میں نے دیکھا ہے کہ دونوں عالم کی ہر چیز کی زندگی میرے سورج کی خیرات میں ہے۔ میں اپنے سورج کے قریب صدیوں بعد پہنچا ہوں اب اس کی امانت میں رفیق ہوں۔ میں قادری ہوں قادریت پر مجھے ناز ہے،

قادریت میرا ازلی حصہ ہے، قادریت میرا سورج ہے، میری جان اسی سورج سے فیض حاصل کرتی ہے۔ اسی لئے حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا قادری طریق لازوال سورج ہے۔ خدا کی قسم اس رب ذوالجلال کی قسم یہ حق ہے، صدفی صدحق ہے۔ جو کچھ میرے غوث نے فرمایا! اللہ ربّ ذوالجلال کی قسم! میں میرے آقا و مولیٰ غوث الصمدانی محبوب سبحانی، معشوقِ ہر دو جہانی، حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کا شاہد ہوں کہ آپ نے حق کہا ہے، میں اس حقیقت کا چشم دید گواہ ہوں۔

میرے غوث کی شان نرالی

میرا سورج میرا غوث ہے، میں ازل سے اس سورج کی شعاع بنکر آیا ہوں! میرا سورج ہر زوال سے پاک ہے، میں اس تک پہنچتے پہنچتے کبھی کبھی نا اُمید بھی رہا اس کی دستگیری نے اس تک پہنچالیا، اب میں اس سمندر کے قریب ہوں جہاں سے میرا سورج چمک دَمک عطا کرتا ہے، میرا سورج بے سایہ ہے، میں سمندر کی مچھلی کی مانند اس کا دیدار کرتا ہوں۔ مکمل دیدار کرنے کے لئے کروڑوں آنکھیں چاہیئے میں کہاں سے لاؤں؟ وہ موجود ہے، ہم موجود نما غیر موجود ہیں، مگر میرا غوث غیر موجود کو موجود کرنے والا ہے۔ تمام موجودات کا رزق میرے غوث کے سورج کا ممنون ہے۔ اگر میری

بات پر یقین نہیں تو براق اور جبرئیل امین سے پوچھ! جس کا عقیدہ درست ہے وہ میرے غوث کے دریا سے پانی پیتا ہے، جس کا عقیدہ غلط ہے وہ اندھا گدھا ہے کسی کی بھی ملکیت میں منہ مار لیتا ہے۔ میرا غوث میرے دین کی محبت کا سورج ہے ان کا عشق میری روح کا نیزہ ہے اگر چل گیا تو انجام ظاہر ہے۔ ہم معذور ہیں اس لئے کہ بادشاہ نے حکم نہیں دیا۔ اے میرے غوث! اے میرے آقا! مجھے اندھوں کی دنیا میں کیوں چھوڑ رکھا ہے! اگر رکھا ہے تو ان اندھوں کا علاج کر دے، اے میرے غوث تیرے سورج کی ہر کرن لاکھوں کو ضیاء عطا کرتی ہے ان اندھوں کو ضیاء بار کر دے، میرے غوث کے سورج کو میں خدائی سرمہ لگا کر دیکھتا ہوں اگر بغیر خدائی سرمہ کے میرے غوث کے سورج کو دیکھوں تو طور کی مانند جل جاؤں گا۔ اے عزیز! جانتے ہو؟ یہ خدائی سرمہ کیا ہے؟ عدم کے کان کی جان ہے!! اگر اس خدائی سرمہ کو سو سالہ اندھے کی آنکھ میں لگا دوں تو اندھا بینائی سے معمور ہو جائے گا، یہ نسخہ مجھے میرے غوث نے عطا کیا ہے، یہ سرمہ تاریکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اے میرے غوث! عیب جو اور حاسد کے سوا تمام اندھوں کو بینا کر دے۔ اے میرے غوث! اگر میرا شمار بھی تیرے حاسدوں میں ہوتا ہے تو مجھے بھی اندھا کر دے اور تیرے تمام حاسدین کو اندھا کر دے، تو نے اندھا کیا ہے، یقیناً کیا ہے۔ تو نے ان کے قلوب کی آنکھوں کو قیامت تک اندھا کیا ہے،

اب ان کے پاس صرف ظاہری آنکھیں رہ گئی ہیں رہنے دے، اب ان کے قلب کی آنکھوں کو کوئی کھولنا چاہے تو تیرے اشارے کے بغیر کون کھول سکتا ہے؟ جو قادری سورج کا منکر ہے وہ سورج کے وجود کو دیکھ نہیں سکتا اور اندھا ہو جاتا ہے، اگر کوئی ازلی قادری سورج کو معدوم کرنا چاہے تو کیا وہ کامیاب ہو سکتا ہے؟ کچھ عقل کے اندھے، میرا غوث جو امر ربی ہے اس کے تعلق سے پوچھتے ہیں کہ شب معراج آپ نے خود کو بطور سواریٔ مصطفیٰ ﷺ کس طرح پیش کیا؟ یہ اس وقت کہاں سے آئے؟ جب کہ آپ اس دنیا میں اپنے وجود مسعود کے ساتھ آئے بھی نہیں تھے؟ کیا یہ عقل کے اندھے اس واقعہ کو بھلا دیئے کہ صحابیٔ رسول، طول العمر جاں نثارِ مصطفےٰ ﷺ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کل عمر چار سو سال کی تھی، جب آپ کی عمر دو سو سال کی تھی تو نبی کریم ﷺ ظاہری وجودِ مسعود کے ساتھ مبعوث ہوئے، حضرتِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے دشتِ ارژانہ سے گزر رہے تھے، اچانک ایک شیر نے راستہ روکا! فوراً آپ کے پیچھے سے ایک اور شیر نمودار ہوا اس شیر کو دیکھ کر پہلا شیر بھاگ نکلا! اس واقعہ کے دو سو سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو یہ واقعہ یاد دلایا تو حضرت سلمان فارسی نے حیران ہو کر پوچھا اے علی! یہ واقعہ تو میں بھول چکا تھا آپ کو کیسے معلوم؟ تو حضرت علی نے کہا وہ دوسرا شیر میں ہی تو تھا سبحان اللہ! حضرت علی نے پیدا ہونے سے قبل شیر کی شکل میں

کس طرح ظاہر ہو کر حضرت سلمان فارسی کی مدد کی؟ کیونکہ آپ عشق کا مظہر تھے معشوق چاند کے دامن سے نمودار ہوئے۔ یہ اندھے کیا جانے کہ معراج کیا ہے؟ اور سفر معراج میں نبی کریم ﷺ کو بطورِ سواری پیش کی جانے والی براق کیا ہے؟ اور جہاں براق کی انتہاء ہوئی وہاں ''رف رف'' کا بارگاہِ خداوندی تک سواری بننا کیا ہے؟ یہ اندھے کیا جانے کہ یہ رف رف کیا ہے؟ اور عشق کیا ہے؟ کیا یہ نادان شبِ معراج کے اس واقعہ کو بھلا دیئے جب اللہ کے حبیب ﷺ کی سواری چھٹے آسمان پر پہنچی تو آپ ﷺ کی ملاقات حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، حضرتِ موسیٰ نے معروضہ پیش کیا کہ یا حبیب اللہ ﷺ آپ کا فرمان ہے: ''علماء اُمّتی کانبیاء بنی اسرآئیل'' کہ آپ کی امّت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہیں، اس کے کیا معنیٰ؟ آپ ﷺ نے جبرئیل کو حکم دیا جاؤ عالم ارواح سے میری امّت کے کسی ایک عالم کو حاضر کرو! جب حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے کہا اے موسیٰ! آپ ان سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔ حضرت موسیٰ نے اس عالم سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرا نام محمّد بن احمد غزالی ہے، حضرت موسیٰ نے کہا میں نے تم سے صرف تمہارا نام پوچھا ہے نہ کہ تمہارے آباء واجداد کا! تو فوراً امام غزالی کی روح نے کہا! اے اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے آپ سے پوچھا تھا ''وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ

يٰمُوْسٰى ○ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى'' (طٰہٰ ۲۰: ۱۷-۱۸) اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا، اے میرے اللہ میرے ہاتھ میں عصاء ہے میں اس سے سہارا لیتا ہوں، اپنی بکریوں کیلئے درخت کے پتّے گراتا ہوں اور دشمن سے اپنی حفاظت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اے موسیٰ علیہ السلام اللہ نے آپ سے ایک سوال کیا اور آپ نے کئی جواب دے دیئے! امام غزالی کے اس جواب پر حضرتِ موسیٰ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اے عقلِ نفس کے شیدائیو! تمہیں کیا معلوم کہ روح اور روح کے کمالات و معاملات کیا ہیں؟ المختصر! ہم اس گفتگو کو طول دینا نہیں چاہتے، الغرض میرے غوثِ اعظم دستگیر سے حسدمت کرو! ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

خبردار اولیاء اللہ کو اپنے جیسا نہ سمجھ

اے نادان! اولیاء اللہ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ کیونکہ حقیر و حقارت تو تیرا جسم ہے، وہ تیرے جیسے جسم سے پاک ہوتے ہیں، وہ دریائے رحمت کے انمول گوہر ہوتے ہیں مگر تیرے جیسے عناصر کے لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ اے نادان! اپنی عقل کو ان حضرات قدسیہ کے عشق کے برابر کرنے کی کوشش نہ کر، کہ تیری عقل حقیر مٹی کی آگ ہے اور ان کا عشق

سیاح لاہوت ولامکاں ہے۔عوام میں ان کے عشق کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی، اگر ہوتی تو ان کے جسم کے ساتھ کیا ان کی داڑھیاں جل کر خاک نہ ہو جاتی؟ جس طرح طور کے ساتھ گھاس پھوس جل گیا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب'' یعنی حسد بھلائی کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ اے اللہ کے بندے عبرت حاصل کر اولیاء اللہ سے حسد نہ کر، ورنہ جل کر خاک ہو جائے گا، تیرے جسم کے ساتھ تیری ڈاڑھی بھی جل کر خاک ہو جائے گی۔ حضرتِ منصور حلاج کے حال سے عوام برانگیختہ ہوئی، تو حسد کی آگ میں ان سے لوگ جلنے لگے تو ان کی داڑھیاں بھی جل گئی اور آپ کو قید کروا دیا۔کل تک عوام آزاد تھی اور تصوف قیدی اور آج تصوف آزاد ہے اور عوام قیدی، کل تک صوفیان کرام کی جانوں کو خطرہ تھا اور تصوف اصطلاحات کی قید میں تھا، آج تصوف اصطلاحات کی قید سے آزاد ہے اور عوام جماعتوں کی قید میں ہے، ظاہر ہے ایک آزاد اور قیدی یکساں نہیں ہو سکتے! مجموعی طور پر کل تک ایک علم آزاد تھا، دوسرا علم قید میں تھا۔آج دوسرا علم آزاد اور پہلا علم جماعتوں کی قید میں ہے۔اب قیدی کو چاہیئے کہ آزاد پر حسد کی انگلی نہ اُٹھائے! کاش آج کے فقیر فقر نام کے روشن لعل سے واقف ہوتے۔کاش یہ حقیقت میں راہِ فقر اختیار کرتے تو آج کے اسلام کی صورت اور نوعیت ہی کچھ اور ہوتی! آج کی دنیا

میں اگر کوئی کامل فقیر، قادری وجود فقر رکھتا ہے تو اس کا حال ایسا ہے اور اس کے مریدوں کا حال ایسا ہے جیسے بچوں کے ہاتھوں میں نایاب موتی! آج کے اکثر مرید نابالغ ہیں، ان کو کوئی بالغ کیا تعلیم دے گا؟ اے نادان! جماعتوں کی قید سے اٹھ! اور عشق کی آزاد راہ اختیار کر اور دیکھ آزادی کیا ہے؟

سالکین راہِ حق کے لئے عظیم خوشخبری

(تاریخ اسلام کے پنّوں پر ایک نیا باب قائم کر دینے والی کتاب جو صرف تصوّف کے گیارہ سو، سوالات و جوابات پر مشتمل)

مجالس الانوار فی کشف الاسرار

المعروف بہ

سرِّ کن فکاں

مصنّف، آئینۂ ذاتِ باھو، حضرت شاہ عارف القادری السّلیمانی

(بابِ سوم)

کفروایمان کیاہے؟

کفرعناصر میں پوشیدہ آگ ہے اور آگ کی اصل دھواں وظلمت ہے، جب تک یہ آگ جسم میں ہے، تیرا کافرنفس تیرے جسم کی ہر حرکت، ہر فعل ہر موسم اور ہر وقت سے لطف اندوز ہوتا ہے، یہی کافر جہنم کی مانند اور ایمان جنت کی مانند۔تو کیوں سیاہی پہ مائل رہتا ہے؟ اے سالک! تو کیوں نہیں سفیدی اور سفید پر جان دیدیتا؟ تیرے ظالم نفس کے دو آتشی ٹھکانے ہیں اس کا اصلی ٹھکانہ انتہائی تاریک ہے، جہاں بیٹھ کر وہ تیرے اعمال و افعال اور شہوت سے لطف اندوز ہوتا ہے، اس کا دوسرا ٹھکانہ تیرا دماغ ہے، وہ دماغ میں عقل ظاہر بن کر تیری ہر نیکی و بدی سے لطف اندوز ہوتا ہے، ظاہر میں نیکی کرتا ہے اور باطن میں گناہ کرواتا ہے، اس کے اپنے اصلی ٹھکانے میں اس کی شکل بھوکے کتے کی طرح ہوتی ہے، دماغ میں اس کی صورت کبھی انسان کبھی شیطان کی ہوتی ہے۔پس اس پر قابو پانا ہے تو آنکھ کی پتلی کو گردش نہ دے، عقل ظاہر کو مکمل سلادے انشاء اللہ چند روز میں یہ قابو

یافتہ ہو جائے گا۔پس دونوں صورتوں میں اس کی اصل آگ ہے اور یہی آگ تیرے لئے تیرے حصے کی جہنم ثابت ہو گی۔اگر تو اس آگ کو نور کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو یہ آگ ایمان کے نور سے بجھ جائے گی! نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں! جب مؤمن جہنم کے قریب سے گزرے گا تو جہنم مؤمن سے التجا کرے گی کہ اے مؤمن جلد گزر جا! ورنہ تیرے نور سے میری آگ سرد ہو جائے گی۔معلوم ہوا کہ نفس کی آگ کو ایمان کے پانی سے بجھایا جاسکتا ہے، تو خود سے اس آگ کو نکال اور نور کی بارگاہ میں پیش کر دے۔

نورِ ایمان کیاہے؟

مؤمن کا ایمان، کافر کے کفر کے لئے پانی کی مانند ہوتا ہے، ایمان کے نور سے کفر کی آگ فنا ہو جاتی ہے، اس لئے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے: ''بلّغوا ولو آیۃ'' مبلغ وہ ہے جو خواہ ایک آیت کریمہ بھی کیوں نہ ہو وہ دوسرے تک پہنچائے! تاکہ آتش کفر بجھ جائے۔مطلب یہ ہوا کہ اگر کامل مؤمن جب اللہ کی کسی آیت کو بھی کفار یا گمراہوں تک پہنچاتا ہے تو فقط مؤمن کے نور سے کافر کا کفر بجھ جاتا ہے اور آیت کے نور کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔خواجۂ اعظم حضرتِ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کیا! پہلے اپنے آپ کو دولتِ دیدار سے سرفراز کیا بعدہٗ آپ کے نورِ ایمان کی برکت

سے مدمقابل کے کفر کی آگ سرد ہوگئی! تو کیا مؤمن کے دیدار سے کفر کی آگ بجھ نہیں سکتی؟ بجھ سکتی ہے اور یقیناً بجھ سکتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ مبلغین کے صرف اسلامی وضع قطع اختیار کرنے سے یہ کرامت ممکن نہیں بلکہ کامل ایمان والے اولیاء اللہ کو ہی مبلغ کہتے ہیں، جن کے دیدار سے جہنّم کی آگ سرد ہوجاتی ہے،نورِایمان کی برکت سے کفر فنا ہوجاتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: ''حب الدنیاوالدین لایسع فی قلب المؤمن کالماء والنارفی اناء'' ترجمہ محبت دنیااور دین ایک ساتھ مؤمن کے دل میں نہیں سماسکتے جیسے آگ اور پانی ایک برتن میں۔نیز آپ ﷺ نے فرمایا:''الدّنیاوالدین اختین لاینکح بین الاختین''یعنی دین اور دنیا دونوں بہنیں ہیں اور دو بہنیں ایک نکاح میں بیک وقت جمع نہیں ہوسکتے!اسی طرح ایک دین میں کافر ومؤمن جمع نہیں ہوسکتے۔روزِمحشر بھی یہ منظر ہوگا،ایک طرف اللہ کے قہر وغضب کی آگ بھڑک رہی ہوگی دوسری طرف اسکے فضل و کرم کا نور روشن ہورہا ہوگا،اس امتحان والے دن سے ڈرنا چاہیئے۔لہٰذا عقل مند کو آج ہی تیاری کرلینا چاہیئے،اگرنفس کی آگ وجود میں بھڑک رہی ہواور کسی طرح نفس کی آگ قابو میں نہ آرہی ہو،اور یہ آگ طاعات وعبادات کے پانی سے نہ بجھ رہی ہو،توکسی کامل مرشد برحق کی تلاش کرلینا چاہیئے،جس کی ذات''المؤمن مرأۃ المؤمن''یعنی مؤمن

مؤمن کا آئینہ ہے کی مصداق ہونی چاہیئے تاکہ اس کی روح سے،اس کے دیدار سے نور کا پانی حاصل کرلیا جائے اور بھڑکی ہوئی آگ کو بجھا لیا جائے۔کیا اب بھی یہ نادان لوگ یہی کہیں گے کہ پیر کی ضرورت نہیں شریعت کے عامل بن جاؤ اور شریعت پر قائم رہو،یہی منزل مقصود ہے۔نہیں اے پیارے! کامل پیر کی ضرورت ہے! کامل پیران عظام یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے گزرنے سے یا جہنم کے قریب جانے سے جہنم کی آگ سرد ہوجاتی ہے،تو کیا نفس کی آگ ان کے دیدار سے، ان کی صحبت اختیار کرکے،ان کا ہم نشیں ہوجانے سے نہیں بجھ سکتی؟ کیا سالک کی روح پیر کی روح سے فیض وفضل کا نور حاصل نہیں کرسکتی؟ اگرنفس مشرک آگ کا شعلہ ہے تو کامل پیر کی روح دریائے رحمت کی مانند ہوتی ہے۔اگر اس شعلہ کو دریائے رحمت میں ڈالیں یا شعلہ پر دریائے رحمت کا پانی ڈالنے سے کیا آگ کا وجود باقی رہے گا؟ مرید کا نفس کامل پیر کی روح سے ایسے خوفزدہ رہتا ہے جیسے آتشِ جہنّم نورِمؤمن سے خوفزدہ رہتی ہے۔اس لئے کامل پیرانِ عظام مریدوں کی تلاش میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے گھومتے پھرتے نہیں! کیونکہ یہ سورج کے مانند ہوتے ہیں،کامل پیر کے کئی ایک مرید راہِ فرار اختیار کرتے ہیں آخر کیوں؟ کیونکہ ان کی حس،سوچ وفکر سب کچھ انکے نفس کی دین ہوتی ہے اور کامل پیر کی عقل وفکر اور عشق سب کچھ اس بحرِوجود کے

لازوال چاند سے ہوتی ہے۔ کامل پیر کے روحانی انوار سے مرید کے نفس کا دوزخ سرد پڑ جاتا ہے۔

نورِ مؤمن اور سائنس

اے سالکانِ راہِ خدا! لیجئے ہم پہلے سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ثبوت پیش کرتے ہیں، آج کی جدید سائنس جو کچھ کہتی ہے تحقیق کے بعد پوری ذمہ داری سے کہتی ہے کہ ہر انسان کے جسم سے ہمہ وقت اور ہر حال میں سورج کی مانند شعاعیں نکلتی ہیں اور یہ شعاعیں جو اس کے مقابل آتا ہے اس کے جسم میں داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں اس عمل کے اخراج کے وقت مدمقابل سے اپنی فطری (Anty bodies) شعاعیں نکلتی ہیں اور یہ شعاعیں دوسری کسی بھی قسم کی شعاعوں کو قبول نہیں کرتی یہ ہر دم مدافعت میں لگی رہتی ہیں۔ مثلاً ایک گنہگار، آتش پرست، فاسق و فاجر، نفس کا بندہ، منافق ہے تو اس کی ''Body'' یعنی جسم سے آتشی شعاعیں نکلتی ہیں جب یہ شعاعیں مدمقابل کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں تو آتشی قوت دوگنی ہو کر مدمقابل میں وہی جذبات بیدار کرتی ہیں جس کے جسم سے وہ نکلے تھے، چاہے وہ جذبات ایمانی ہو یا شیطانی! اگر مدمقابل کے جسم سے نوری شعاعیں نکلتی ہوں تو پرائی شعاعوں کو اس کا جسم قبول نہیں کرتا ہے تو وہ اپنی فطرت

پر قائم رہتا ہے۔ اگر کوئی گنہگار جس کے جسم سے ہمیشہ آتشی شعاعیں نکلتی ہیں اگر وہ اللہ کے کسی مؤمن کامل و اکمل بندے کی صحبت میں بیٹھتا ہے جس کے جسم سے ہمیشہ نوری و روحانی شعاعیں نکلتی رہتی ہیں، جو فطری طور پر بڑی طاقتور ہوتی ہیں، یہ شعاعیں مدمقابل گنہگار کی جسم سے نکلنے والی آتشی شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے خود اس میں داخل ہو کر قائم ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ ربّ العزت نے قرآن پاک میں فرمایا: ''يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰهَ وَكُوْنُوْامَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' (التوبۃ ۹:۱۱۹) یعنی اے مؤمنو اور متقیو! تم سچّوں کے ساتھ رہا کرو کیونکہ تم لوگ عام مؤمن یعنی ایمان کے پہلے درجہ اور تقویٰ کی پہلی منزل میں ہو، ابھی تمہارے جسموں سے نکلنے والی نوری شعاعوں میں وہ کمال نہیں آیا جو مدمقابل کے جسموں سے نکلنے والی آتشی شعاعوں کو داخل ہونے سے روک سکے۔ لہٰذا تم اللہ کے ان بندوں کی صحبت میں رہا کرو جو ایمان و اسلام کے درجات کو مکمل پا کر منزل عشق تک رسائی حاصل کر چکے ہوں اور ان کے اجسام سراپا نور بن کر، روحانی شعاعوں کا منبع بنکر، مدمقابل کے ہر آتشی شعاع کو ٹھنڈا کرنے کا کمال رکھتے ہوں۔ اسی لئے حضرتِ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا:

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

یعنی ایک اچھے کی صحبت تجھے اچھا بنا دیتی ہے اور برے کی صحبت تجھے برا بنا دیتی ہے! یہ سارا کمال عمل اخراجِ شعاع کا ہے۔ سائنس اپنی تحقیق سے مزید کہتی ہے کہ مردہ کو جلا دیا جائے یا دفنا دیا جائے تب بھی برسوں تک جلنے والے کی راکھ سے اور دفن ہونے والے کی قبر سے یہ شعاعیں نکلتی رہتی ہیں۔ اگر یہ شعاعیں ایک عام دنیادار، لالچی وحریص اور حاسد ومنافق کی راکھ یا قبر سے نکل رہی ہوں اور قریب سے گزرنے والا انسان کمزور ہے یا مدافعتی قوت اس میں کمزور ہے تو مذکورہ آتشی شعاعیں اس کے جسم میں داخل ہو جاتی ہیں اور ان آتشی شعاعوں کے اثر سے وہ مجنونانہ حرکتیں، لایعنی بکواس کرنے لگتا ہے اور دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے اور اسی کو عوام الناس آسیب یا شیطانی اثر کہتے ہیں۔ قربان جائیے دین اسلام پر جو حقیقت میں دین فطرت ہے، جسکے بانی و آقا محبوبِ خدا دانائے غیوب، حضور پرنور، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، آپ ﷺ کے ہر قول وفعل میں آج کی جدید سائنس کی ہر تحقیق پہلے سے موجود ہے۔ جیسا کہ نبیٔ کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا جب تمہارا گذر مسلمانوں کے قبرستان سے ہو تو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآاَھْلَ الْقُبُوْر'' کہا کرو اور جب اہل ہنود و آتش پرست مجوسیوں کے مرگھٹ سے گزرو تو ذکرِالٰہی یعنی ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ'' پڑھا کرو۔ سبحان اللہ یہ ہے حدیثِ مصطفیٰ ﷺ میں پوشیدہ سائنس کیونکہ مسلمانوں

کے قبرستان میں مؤمنین ومؤمنات، صالحین وصالحات، ذاکرین وذاکرات اور اہل اللہ کی قبریں ہوتی ہیں ان قبور سے روحانی ونورانی اور مثبت شعاعیں (Positive Rayses) نکلتی ہیں۔ اللہ کا نام سلام ہے، اسی سے اسلام ہے اور اسی میں سلامتی ہے، جو سلامتی میں داخل ہو کر سلامت ہو گیا اس کی زندگی سلامت ہو جاتی ہے اور وہ سلامتی بخش بھی ہوتا ہے! اسی سلامتی کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نبی کریم ﷺ نے جملۂ السلام علیکم یا اھل القبور (یا اہل السلام) عطا فرمایا تا کہ قبرستان سے گزرنے والا یہ جملۂ سلام کہہ کر قبرستان سے نکلنے والی روحانی شعاعوں کو اپنے وجود میں سمیٹ کر آتشی شعاعوں کو سرد کر کے سلامتی والوں کے زمرہ میں آ کر سلامت ہو جائے اور اسی طرح جب کوئی مرگھٹ سے گزرے تو ذکر الٰہی سے گزرے تا کہ مرگھٹ سے آنے والی آتشی شعاعیں جسم میں داخل ہو کر اپنا اثر نہ دکھائیں۔

مزید آج کی جدید سائنس کہتی ہے کہ انسان کے جسم سے منفی (نگیٹیو) اور مثبت (پازیٹیو) یعنی جلالی شعاعیں اور جمالی شعاعیں نکلتی ہیں، جن کو جدید سائنس اپنی اصطلاح میں (Nagetive and positive rayses) کہتی ہے۔ کسی بھی قسم کی یا دونوں طرح کی شعاعیں خارج ہوتی رہتی ہیں۔ نیک انسان کے جسم سے نیک شعاعیں، اور برے انسان کے جسم سے بری شعاعیں نکلتی ہیں اور یہ مدمقابل پر اپنا اثر بھی دکھاتی ہیں، اور یہ شعاعیں ایک

دوسرے کے جسم میں منتقل ہونے کی کوشش کرتی ہیں! اور یہ شعاعیں دماغی سوچ کے مرہونِ منت بھی ہوتی ہیں کہ دماغ کے سگنل کی شکل میں خارج ہوتے ہیں، جیسے میاں بیوی کے ملن سے ہونے والی اولاد ضرور والدین کی سوچ وفکر لے کر پیدا ہوتی ہے، یہ شعاعوں کا ہی کمال ہے اور سائنسدانوں نے یہ بھی تحقیق کیا ہے کہ اولیاء اللہ کے آستانوں سے مثبت و با تاثیر اور رحمانی شعاعیں نکلتی ہیں اور جو شخص ان کے حدود میں داخل ہوتا ہے تو یقیناً وہ رحمانی شعاعیں اس پر اثر ڈالتی ہیں۔ مثلاً جب ایک گنہگار کسی ولی اللہ کی مزار کے قریب بیٹھ جاتا ہے تو اس کے جسم سے نکلنے والی شعاعوں کا عمل سست پڑ جاتا ہے، کیونکہ یہ شعاعیں نفس کی آگ سے نکلتی ہیں اور ولی اللہ کی قبر سے نکلنے والی شعاعیں بااثر وقوی ثابت ہوتی ہیں، اور وہ اپنی زیارت کرنیوالے کے جسم میں منتقل ہو کر نیک خیالات پیدا کر کے مہذب و باادب کر دیتی ہیں! اسی لئے عارفِ رومی نے کیا خوب کہا:

اک ساعت صحبت با اولیاء
بہتر از صد سال طاعتِ بے ریا

یعنی اولیاء اللہ کی صحبت میں اگر کوئی پیتالیس منٹ بیٹھتا ہے تو سو سال کی عبادتِ بے ریا سے بہتر ہے! یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر ہم سائنس سے پوچھتے ہیں تو سائنس یہ جواب دیتی ہے کہ جو اثر سو سال بے ریا عبادت کرنے

سے تیرے عقل وقلب اور جسم اور روح میں پیدا نہ ہوسکا، وہ اثر ولی اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کے بعد فیوض و برکات کی روحانی شعاعیں جو صرف پینتالیس منٹ میں تیرے جسم میں اس قدر داخل ہوتی ہیں کہ تیرے اخلاق و کردار، سوچ وفکر کا انداز ہی بدل جاتا ہے اور یہ عمل، یہ تاثیر، زندہ ولی کی صحبت سے بھی ممکن ہے اور مرحوم صاحبِ مزار کامل ولی اللہ کی بارگاہ سے بھی ممکن ہے۔ اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''من زار قبری وجبت له شفاعتی''، یعنی جس نے میرے قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہے۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قبور الاولیاء روضة من ریاض الجنّة''، یعنی اولیاء اللہ کے قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اولیاء اللہ کی قبریں جنّت کے باغات میں سے ایک باغ ہیں کیونکہ اللہ والوں کے قبور سے فیوض و برکات کی روحانی شعاعیں نکلتی ہیں، جو اللہ کے رحمت کی امین ہوتی ہیں۔

مزید زیارتِ قبور کے تعلّق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''كنتُ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها لانّ اللّٰه تعالىٰ يقول انا عند السّكرة''، یعنی میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا! لہٰذا اب تم قبور کی زیارت کرو کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ مرنے والوں کے قریب ہوتا ہے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا: ''اذا تحيرتم فى الامور

فاستعینُوا من اھل القبور ‘‘یعنی جب تم کسی معاملہ میں حیرت زدہ ہوتو اہل قبور سے مدد طلب کرو یعنی اللہ والوں کی قبر سے ان کے روحانی فیوض و برکات کی رحمانی شعاعیں اپنے اندر منتقل کرلو تاکہ تم بھی امن کے شہر میں داخل ہو کر محفوظ ہو جاؤ! حضرتِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بارہا اپنی حیاتِ ظاہری میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر زیارت کے لئے جاتے اوران سے فیض و استفادہ حاصل کرتے۔آپ خود فرماتے ہیں: ’’انی لاتبرک بابی حنیفة واجیٔ الیٰ قبرہ فاذاعرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسالت اللہ عند قبرہ فتقضیٰ سریعًا ‘‘ یعنی میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر آتا ہوں، اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں، اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوجاتی ہے، تو معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے قبور سے فیوض و برکات کی روحانی شعاعوں میں وہ تاثیر ہوتی ہے، جس سے انسان کو سلامتی عطا ہوتی ہے۔اور یہ بھی سائنس نے ثابت کر دیا کہ بندۂ نفس مشرک، گنہگار، فاسق فاجر بے رحم، بے حیا بے غیرت، بے دین منافق کے جسم سے اور مرنے کے بعد جلائے جانیوالی راکھ سے یا اس کی قبر سے شریر اور شر انگیز شعاعیں نکلتی ہیں، جو اللہ کے بندوں میں داخل ہونے کی پوری کوشش کرتی رہتی ہیں اور مدمقابل پر اس کی اپنی قوت

مدافعت کے مطابق اثر ڈالتی رہتی ہے۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بازار کو شیطان کی منڈی فرمایا ہے اور بغیر ضرورت کے بازار میں جانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ وہاں شر انگیز بازاری شریر شعاعوں کی بہتات رہتی ہے، مسجدوں میں گھروں کی بنسبت ثواب اس لئے زیادہ ہے کہ گھروں میں عورتیں بچّے نیک اور بد سبھی ہوتے ہیں، وہاں سے نکلنے والی شعاعیں مد مقابل پر منفی اثرات ڈالتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس مسجدوں میں جو نمازی موجود ہوتے ہیں، ان کے اجسام سے نکلنے والی شعاعیں اچھی سوچ کے ساتھ اچھے اثرات ڈالتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسجد میں کوئی اللہ کا ولی بھی ہو اور تمام لوگ اس کے روحانی شعاعوں سے مستفیض ہوجائیں۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسجد کا امام اللہ کا ولی ہو، پرہیزگار اور متقی ہو، جس کے جسم سے نیک اور روحانی شعاعیں نکل رہی ہوں اور ہمارا وجود قبول کر رہا ہو!! اسلئے دین اسلام میں مسلۂ امامت بڑی اہمیت کا حامل ہے مگر افسوس! آج کل عام دنیادار کو وضع قطع والا اسلام عطا کرکے یا علمِ اسلام عطا کرکے مسجدوں میں امامت کے لئے بھیج دیا جاتا ہے، خدا جانے کیا اثرات مرتب ہوتے ہوں گے۔امام اگر اہل نفس ہے تو ناری شعاعوں کا اخراج ہوگا جو مقتدیوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرینگی، اور امام اگر اہل روح ہے تو نوری، ایمانی اور رحمانی شعاعوں کو اپنے جسم سے خارج کرے گا جو مقتدیوں پر اثر انداز ہونگی۔ان

شعاعوں کی کیفیت صرف ایک دوسرے پر ہی اثر انداز ہونا نہیں ہے بلکہ وہ جس جگہ مل کر بیٹھتے ہیں، گفتگو کرتے ہیں، بحث وعظ اور نصیحت کرتے ہیں، یا عبادت کرتے ہیں تو ان اثرات کو وہ جگہ بھی اپنے اندر جذب کر لیتی ہے اور برسوں تک ان شعاعوں کا اخراج ہوتا رہتا ہے اور وہاں آنے والوں کے جسم میں یہ شعاعیں داخل ہونے کی کوشش بھی کرتی رہتی ہیں، لہٰذا مسجدیں اور مزارات اولیاء اللہ اور اولیاء اللہ کے چلّہ گاہیں ان شعاعوں کے اہم مراکز ہوتے ہیں، جو یہاں جاتا ہے وہ فیضیاب ہوتا ہے، یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ آج کی ماڈرن اڈوانس سائنس کہہ رہی ہے۔ یہاں مزارات کے دشمنوں کو سوچنا چاہیئے کہ یہاں جانا عین اسلام کے مطابق ہے یا کفر و شرک ہے؟ یہ میں نہیں یہ سائنس پوچھ رہی ہے۔

حرمین شریفین اور اس کی نوری شعاعیں

اے عزیز! عمر میں ایک مرتبہ صاحبِ استطاعت پر حج فرض کیا گیا ہے کیوں؟ کیونکہ وہاں جانے والے جمع ہونے والے نفس اور نفسانی شعاعوں کو کفن دے کر نکلتے ہیں اور اس خانۂ کعبہ سے نکلنے والی فیوض و برکات والی رحمانی شعاعوں کو سات طواف کے ساتھ اپنے اندر جذب کر لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خانۂ کعبہ بذاتِ خود نبیٔ کریم ﷺ کے جسدِ اطہر

سے نکلنے والی نورانی، روحانی و رحمانی شعاعوں کو جذب کئے ہوئے ہے، اور کئی انبیاء کرام کی نیک و پاک ترین شعاعوں کو جذب کئے ہوئے ہے، ان پاکیزہ شعاعوں کو انشاء اللہ کعبۃ اللہ قیامت تک جاری کرتا رہے گا! بس یہی وہ فیوض و برکات والی، رحمتوں والی نوری و رحمانی شعاعیں ہیں، جن کو اپنے وجود میں سمیٹنے کے لئے عازمین حج اس مرکزِ نور کا طواف کرتے ہیں، وہاں نمازیں پڑھتے ہیں، اور رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں، اور وہاں سے لوٹتے ہوئے الحاج یا حاجی بنکر لوٹتے ہیں، مگر افسوس اس راز کو نہ سمجھ کر یہاں سے لوٹ کر آنے کے بعد ایک عام آدمی جب عام دنیا میں چلا جاتا ہے، یعنی روحانی کیفیت کو اگر عام انسانوں کی دنیا تک لے جاتا ہے تو وہ کیفیتیں آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہیں اور عام دنیا کے عام انسانوں کے جسموں سے نکلنے والی شعاعوں کے دائرے میں آ کر اپنی روحانی قوتوں کو زائل کر لیتا ہے۔ ورنہ کیا بات ہے کہ کعبہ کا فیض یاب ایک عام دنیا کے بازار کا مارا ہو جائے! یا نرا دنیا دار ہو جائے! جبکہ اس کعبۂ نور کے زائر کو اللہ عیوب سے پاک و منزّہ کر دیتا ہے جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے کہ ''فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ'' (البقرہ ۲:۱۵۸) جس کسی نے اس گھر کا طواف کیا یا زیارت کی اس کے لئے کوئی گناہ نہیں۔ گناہ کیا ہے؟ جسم میں موجود منفی شعاعیں ہیں، جو خود اس کے اعمالِ بد، یا بدکاروں کی صحبت کے اثر سے اس کے جسم میں جمع

ہو چکی ہیں، ایسا انسان جب مرکزِ نور بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے تو اس مرکزِ نور سے نکلنے والی نوری شعاعیں اس کے بدن میں داخل ہو کر منفی شعاعوں (شیطانی قوت) کو دفع کر دیتی ہیں۔

اس سائنٹفک (scientific) بحث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ، شعائر اللہ اور اولیاء اللہ کے نوری بارگاہوں میں آنے والے، زائرین جو اپنے ساتھ نفوس کے دہکتے بھڑکتے جہنم لاتے ہیں، وہ یہاں آنے کے بعد بہت حد تک سرد پڑ جاتے ہیں، یا جب کوئی نفس کے ایندھن کا جلا بھنا کسی مردِ خدا پیر کامل کی صحبت اختیار کر لیتا ہے، تو اس کے نفس کا آتش کدہ آہستہ آہستہ بجھنے لگتا ہے اور اس کی روح جنت کا گلزار بننے لگتی ہے اور آنے والا نفس کے جہنم سے نکل کر، رحمانی جنت میں داخل ہو کر، وہ راہِ ہدایت پر آ جاتا ہے۔

اے نفس پرست

اے نفس پرست، شرک چھوڑ دے، کفر سے توبہ کر اور صراطِ مستقیم پر آجا! کیا تو جانتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ صراط مستقیم انتہائی پاک وصاف اور کشادہ راستہ ہے اور تو اندھا ہے، تیرے نفس کا گدھا لنگڑا ہے، تو متکبر ہو گیا ہے! تجھے روح کا براق میسر نہ آیا۔ کسی کامل پیر کی صحبت اختیار کر شاید تجھے صراط مستقیم میسر آجائے، ورنہ تنہا سفر کیسے کرے گا؟ تیرا بوجھ بھاری،

سواری کمزور و حقیر، راستہ میں بہت بڑا دریا ہے اور تیری چال نحیف و بہکی ہوئی ہے، تو پیر نام کی کشتی کے بغیر چل نہیں سکتا! اے سالک تجھے خشکی نہیں آبی دریا سے ہو کر گزرنا ہے، جس راستہ پر تجھے چلنا ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ صراط مستقیم کیا ہے؟ اے ناداں کیا تو نہیں جانتا جب نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر مکہ کے تمام قبائل اور ہر قبیلہ کے سردار کو آواز دی اور جمع کیا۔ عرب کے ناہنجار اور گمراہوں کے سامنے سب سے پہلے کیا پیش کیا؟ خود کی ذات کو پیش کیا۔ تو سبھوں نے گواہی دی کہ آپ امین ہیں، آپ سچے ہیں، آپ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہیں، کیا مطلب؟ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے منزل کو پیش کیا، جب تماموں نے منزل مقصود کی گواہی دی تو پھر اس منزلِ مقصود کا راستہ یہ کہہ کر پیش کیا کہ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ! معلوم ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ راستہ اور توحید ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ منزل مقصود ہے۔ چلئے مزید تشریح کرتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ توحید ہے اور توحید صراط مستقیم ہے۔ اس لئے انسان کو ابلیس کے کفر اور نفس کے شرک سے پاک ہو کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی صراط مستقیم پر چلنا چاہیئے۔ اس راہ میں رہبر کی ضرورت ہے، اسی لئے حضور انور ﷺ نے فرمایا ''الرفیق ثم الطریق''، یعنی پہلے رہبر تلاش کرو پھر راستہ چلو۔

اے عزیز! اللہ نور ہے، اس کے رسول پاک ﷺ نور ہیں تو راستہ

بھی نور اور منزل بھی نور ہی ہونا چاہیئے نہ کہ نار اور عناصر! اگر تو اپنے عناصر کے جسم سے زبان کو وکیل بنا کر اقرار بھی کرلیا تو تیرے چاروں عناصر میں آگ پوشیدہ ہے اور تیرا وکیل بھی عناصر کا پتلا ہے۔ صرف عناصر کے پتلے سے اقرار کہاں کافی ہوگا؟ تجھے روح سے یا قلب سے تصدیق کرنی ہوگی یعنی دیکھ کر چلنا یا کہنا ہوگا! یہاں تصدیق کا معنیٰ دیکھنا ہے اور دیکھے ہوئے پر چلنا بھی ہے۔ اگر تو صراط مستقیم کو طاعات وعبادات میں تلاش کرتا ہے تو ناممکن ہے کہ تجھے یہ میسّر آئے! تو تجھے کیا کرنا چاہیئے؟ تجھے ''من عرف نفسه فقد عرف ربه''، یعنی خود شناسی اور خدا شناسی حاصل کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے تجھے تیرا پتہ بتانے والا پیر چاہیئے تب کہیں تو خود میں تیرا اپنا راستہ یا صراط مستقیم حاصل کرسکے گا۔ صراط مستقیم اگر نور ہے تو تجھے لاالہ الااللہ کے راستہ پر چلنا ہوگا یعنی توحید سے تجھے تیرا سفر جاری رکھنا ہوگا۔ توحید کیا ہے؟ یہ خشکی نہیں تری کا راستہ ہے، یہ ایک بحر بے کنار ہے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ایک لازوال سمندر ہے! اس راستہ سے تو واقف نہیں کیونکہ تو عناصر کی آنکھ والا اندھا، دلائل و براہین اور روایات میں اُلجھ کر بھٹکا ہوا ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے کیا خوب کہا۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی

یہ امت روایات میں کھوگئی

اے سالک! تو جس راہ کا راہی بننا چاہتا ہے اس راہ کے سمندر میں

اترنے کے لئے تجھے کشتی چاہیئے اور یہ کشتی سوائے پیر کامل کے اور کون ہوسکتا ہے؟ کیا یہ راستہ تیرے روایتی علم کے مطابق اتنا آسان ہے؟ ہرگز نہیں پہلے تجھے تیرا اپنا عرفان حاصل ہونا چاہیئے، بعدہٗ خدا کا عرفان۔ پھر تجھے جسم کے راستہ سے توحید کے سمندر تک جانا ہوگا، وہاں سے تیرا حقیقی سفر شروع ہوگا۔ اگر تو ذکرواذکار، شغل واشغال، طاعات اور عبادات کے راستے سے گزرنا چاہتا ہے تو مذکورہ اعمال تو تیرے اپنے جسم سے صادر ہوتے ہیں، لہٰذا یہ سب کچھ تیرے راستہ کا توشہ تو ثابت ہوسکتے ہیں مگر راستہ نہیں بن سکتے! برسوں گزر گئے، تو آج بھی توبہ وتشویش میں ہے۔ شاید ''قبول ہوتو ہو'' کی امید میں آس لگائے بیٹھا ہے۔ تیرے یہ اعمال اچھے ہی سہی تو صراط مستقیم یعنی لاالہ الااللہ کے سمندر تک کہاں پہنچا؟ جہاں سے تیری ابتداء ہو؟ اے عزیز! اللہ نے تجھ پر عناصر کا جال پھینکا ہے، تو اس جال میں پھنسی ہوئی مچھلی کی مانند ہے۔ بتا اس جال سے رہائی کب پائے گا؟ اے عزیز! اس جال کو پیر کامل کے سواء کون توڑسکتا ہے؟ اسی آتشی جال میں تیری جان کی مچھلی جلی جارہی ہے، بھنی جارہی ہے اور اس پر تو نیک اعمال کا پانی چھڑک رہا ہے بس اس عمل میں تیری زندگی گزر جائے گی تو تو نے کیا پایا؟ ارے عقل کے اندھے صرف اقرار سے کیا ہوتا ہے؟ پیر کامل تلاش کرتا کہ وہ تجھے رہائی عطا کرکے دریا تک لے جائے اور وہاں سے وہ تیرے لئے کشتی بن جائے۔ تیرا وقت

بے وقت اور بے وقعت ہوگیا ہے، کہیں آخری موقعہ بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے! اسی لئے پیر کے ہاتھ سے جام شہادت پی لے، نفس کو مردہ کر، عناصر کے جنگل، سے دریا کی طرف کوچ کر، یہی وقت ہے اورزیادہ نہیں لکھ سکتا! خبردار ہوجا، ورنہ پچھتائے گا، یعنی صراط مستقیم کو اپنے باہر تلاش نہ کر، آنکھ تجھے دھوکہ دے رہی ہے، یہ راستہ تیرے عناصر کی اصل یعنی ظلمت سے گزر کر شروع ہوتا ہے، راہ حق تو توحید اور صراط مستقیم ہے۔

ہائے، وائے، افسوس اندھے بھٹک رہے ہیں، پھر بھی اس زعم میں ہیں کہ وہ صراط مستقیم پر ہیں۔ نہیں نہیں! ہرگز نہیں! صراط مستقیم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور توحید ہے، توحید ایک بحر بے کنار ہے۔ افسوس میں اسے اشاروں میں بھی بیان نہیں کرسکتا! اسی بحر بے کنار میں وہ محمد رسول اللہ کا گوہر مقصود ہے بس یہی منزل ہے، یہی صورت ہے، جس کو اختیار کرنا ہے، یہیں کلمۂ شہادت کا تقاضہ پورا ہوتا ہے، اسی کو تصدیق بالقلب کہتے ہیں۔ تیری زبان جس کا اقرار کر رہی ہے، اس صورت کو قلب کے اختیار کرنے کا نام تصدیق ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے، جو صالحین، کاملین، واصلین اور شہدائے کرام کا راستہ ہے، یہی وہ راستہ ہے، جس پر اللہ کا انعام ہے یعنی گوہر مقصود ہے جس کی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ یہ راستہ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ کا ہرگز نہیں ہوسکتا! الغرض جاننا چاہیئے تمام انبیاء کرام معصوم اور ان کی تمنائیں،

ان کی خطائیں معصوم ہی ہوتی ہیں اور ان کی ہر چیز طیب و طاہر ہوتی ہے، اور وہ لوگ اللہ کے دیدار و قرب سے مشرف ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ''ربی ارنی''، پر آج تک شاعر حضرات نے بھی لکھ لکھ کر نہ جانے کیا سے کیا ثابت کرنا چاہا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا اللہ کے دیدار سے مشرف نہیں تھے؟ اگر تھے! یقیناً تھے، تو یہ عرض ربی ارنی کیا ہے؟ اے عزیز آ! ذرا اس معمہ کو سلجھا تا چلوں دراصل حضرتِ موسیٰ علیہ السلام صاحب صراط مستقیم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے گذر کر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم والی نورانی صورت کے دیدار سے مشرف ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَنَا مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ سے گذر کر اور کلیم کی صفتِ کلیم سے گذر کر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم والی صورت کی تمنا کر بیٹھے۔ جب کے ان پر نازل ہونے والے دس الواح میں سے دو الواح میں صاف لکھا تھا کہ گوہر مقصود کی صورت پانے کا مقام صرف اور صرف میرے محبوب سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کے کامل فقراء اولیاء اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے اسی صورت کے مراتب کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے علماء یعنی اولیاء اللہ، فقرائے کاملین ہی بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ثابت ہونگے۔ اے بھائی اس بحث سے ممکن ہے تمہیں صراط مستقیم کی ابتداء اور انتہاء سمجھ میں آگئی ہوگی! صراط مستقیم کی ابتداء توحید کا دریائے بے کراں اور انتہاء گوہر مقصود

ہے۔اس لئے اے سالک! غور کر کہ تجھے کیا چاہیئے، تیرا انجام کیا ہونا چاہیئے؟ موت کا گہرا کنواں یا حیات کا بحرِ بے کنار! وقت بے وقت ہوا جارہا ہے، عمر ڈھل رہی ہے، گنتی کی سانسیں ختم ہو رہی ہیں۔خدارا وقت ختم ہونے سے پہلے بڑھاپے سے جوانی کا کام لے، جتنی تیری سانسوں کے بیج تیرے پاس ہیں، قلب کی زمین پر بو دے، ممکن ہے کامیاب فصل اگ آئے۔ممکن ہے یہ ڈوبتی ہوئی سانسیں پھر زندہ ہوں اور تیری عمر دراز ہو جائے۔

اے کل کے منتظر انسان

ہر کام کو ''کل'' پر نہ ٹال۔یہ کل انتہائی خطرناک ہے، یہ کل ہی شیطان کا ہتھیار ہے، ہزاروں ''کل'' گزر گئے مگر ''آج'' نہ آیا۔کل کی اُمید ایک قید ہے اس قید سے آزاد ہو کر آج اور ابھی کی فکر کر، اگر کل کی اُمید پر رہ گیا تو آج کا قیمتی موسم گزر جائے گا تو کھیتی اور فصل سے رہ جائے گا۔اگر تو نئی منزل، نئی دنیا، نئی آخرت کی تمنا رکھتا ہے تو اس پرانے جسم کی قید سے آزاد ہو جا۔شور نہ مچا، خود کو عابد و زاہد ثابت نہ کر، لوگوں سے عزت و شہرت کی تمنا نہ رکھ، اس محبوب کا نام پاک ہے، پاک زبان سے اس طرح لے کہ تجھے خود کو اس کے ذکر کی ہوا بھی نہ لگے۔لبوں کو بند کر، دم کو کھول، اس میں اسم اللہ ذات ہے، انشاء اللہ اسم ہی مسمیٰ تک پہنچائے گا۔بخیل جسم اور اس جسم کے بخیل عناصر سے گن گن کر

تسبیحات کو کب تک اس کی بارگاہ میں پیش کرتا رہے گا۔گن گن کر نمازیں اور گنتی کی رکعتیں کب تک اس کی بارگاہ میں بھیجتا رہے گا؟ جب کہ اس نے تجھے ان گنت نعمتیں دیکر خود ارشاد فرمایا ہے: ''وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا'' (النحل ۱۶:۱۸) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار میں لانا چاہو تو نہ شمار کر سکو گے، گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔اسلئے تو بھی ان گنت شکر گزاری کر۔گن گن کر بھیجنا بخل ہے اور اس کی بارگاہ سخی ہے، سخی کی شان کے لائق تو کیا کریگا؟ تو کس طرح سخاوت کرے گا؟ اے عزیز! سخاوت کیا ہے؟ جسم کے بخل کو ترک کرنا ہے، نام و نمود، لذت و عزت، شہرت و دولت اور شہوت کو ترک کرنا یا چھوڑنا ہی تیری سخاوت ہے! ورنہ اسکی سخاوت اور ہے، تو اس جیسی سخاوت نہ کر سکے گا، اس سخاوت کا ثمر جنت و قربت کا باغ ہے۔لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے پہلے اے سالک! تجھے تیرے نفس اور نفسانی خواہشات کو ''لا'' کی تلوار سے قطع کرنا ہوگا۔یہی تیری سخاوت ہے۔معلوم ہوا کہ بندے کی سخاوت اس میں نہیں کہ اللہ نے جو کچھ دیا ہے وہی چیز کو اللہ کے نام پر دیدے بلکہ سخاوت یہ ہے کہ خود کو چھوڑ اور خدا سے مل جا! جاننا چاہیئے کہ بندہ اس وقت تک صراطِ مستقیم کی ابتداء پر نہیں آسکتا جب تک کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے پہلے نفس کو ''لا'' نہ کر دے۔بس یہی سخاوت تیرے ایمان کا نور ثابت ہوگی۔

اے عزیز! جب تک نفس کی آگ تن میں بھڑک رہی ہے ایمان

کا نور ہرگز دل پر منقش نہیں ہوسکتا، جب تک جسم میں نفس کا دوزخ دہک رہا ہے تو ایمان کی خوشبو اور ٹھنڈک اس میں کیسے سما سکتی ہے؟ اگر ایمان دل میں داخل ہوگیا ہو تو نفس کی آگ کا بجھنا ناگزیر ہے، کیونکہ نفس آگ ہے تو نورِ ایمان پانی کی مانند ہے! ایک مسلمان میں آگ اور پانی کس طرح جمع ہوسکتے ہیں؟ نبیٔ کریم، رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''حبّ الدنیا والدّین لایسع فی قلب المؤمن کالماء والنّار فی اناء'' ''یعنی قلبِ مؤمن میں دنیا اور دین کی محبت جمع نہیں ہوسکتی! جیسے آگ اور پانی ایک برتن میں''۔ کیا مطلب؟ دنیا کی محبت نفس کی آگ ہے اور دین کی محبت ایمان کا پانی ہے، یہ دونوں ایک قلب میں کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟ تیرا دل ایک برتن کی مانند ہے، اس سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہے۔ جیسا کہ نبیٔ پاک ﷺ نے فرمایا ''کل اناء یترشح وبمافیه'' ''ترجمہ: ہر برتن سے وہی ٹپکے گا جو کچھ اس میں ہوگا''۔ اے اللہ کے بندے تو نفس کا غلام بھی ہو اور اللہ کا بندہ بھی! یہ تو سراسر شرک ہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک جسم میں نفس کا دوزخ بھی ہو اور ایمان کی جنت بھی۔ معلوم ہوا کہ ایک اگر ہے تو دوسرا داخل نہیں ہوسکتا، دوسرا اگر ہے تو پہلا داخل نہیں ہوسکتا، یعنی مکمل نفس اگر ہے تو ایمان داخل نہیں ہوسکتا، مکمل ایمان اگر ہے تو نفس زندہ نہیں رہ سکتا، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مغائر ہیں یا ایمان قلب حسن یوسف کے

مانند ہے، یہ نفسانی دنیا کنویں کی مانند ہے اور اس کنویں میں ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ'' (البقرہ ۲: ۱۵۳) کے صبر کی رسی لٹکی ہوئی ہے، اے سالک! تو اللہ کا نام لے کر اس رسی کو مضبوطی سے تھام لے، کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے: ''الوقت سیف قاطع'' یعنی وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ اگر تیرا وقت تجھ سے کٹ گیا ہے تو تو ایسے وقت اور مقام پر آگیا ہے، جس وقت اور مقام کے تعلق سے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے! ''لی مع اللہ وقت لایعنی ملک مقرب ولانبی مرسل'' یعنی اللہ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت اور مقام آتا ہے، وہاں نہ مقرب فرشتہ ہوتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔ اے سالک! یہ مقام اور وقت تجھے تیری اس سخاوت کے نور اور صبر کی رسی کے سہارے میسر آتا ہے۔ اے عزیز! تو اگر اس وجودِ نفس کے کنویں سے باہر آنا چاہتا ہے، تو مکمل صبر کے ساتھ، تیری ذات یعنی قلب میں جو اسم اللہ ذات پوشیدہ ہے وہی اللہ کی رسی ہے، اس کو مضبوطی سے تھام لے، کیونکہ اس رسی کے دونوں حلقے اللہ کے فضل و رحمت کے چشمے ہیں، ان کے باہم ملنے سے جو ولایت کی ''واو'' وجود میں آئی ہے، وہ اگر تو ہوگیا تو وہ تجھے اللہ کا ولی بنا دے گی، اگر تو کامیاب ہوگیا تو ''فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ'' (القمر ۵۴: ۵۵) اس کے پاس تیرے لئے اچھے ٹھکانے ہیں! کے مقتدر بادشاہ کے دربارِ گوہر بار میں پہنچ جائے گا! اور تجھے گوہرِ مقصود حاصل

ہوگا،تو اپنی جان کو جانِ جاناں پر نچھاور کر کے جانِ جاناں کی صورت اختیار کر لے گا! یہ وہ عالم ہے جو نفس اور نفسانی انسان اور نفسانی دنیا سے بہت دور ظلمات میں پوشیدہ ہے،اور اگر تیری روح سعید ہے تو وہ عالم تجھ پر ضرور روشن ہوگا۔ تیرے عدم کے سیاہ پردے میں، وہ معدوم جہاں موجودات کی طرح واضح اور روشن ہے، اور یہ تیرے باہر کا موجود جہاں معدوم کی طرح پوشیدہ ہے! تو وہاں سے یہاں آیا ہے! بس یہاں سے وہاں جانا ہے، یہی ''کل شئ یرجع الیٰ اصلہ'' ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے۔

نورٌ علیٰ نور

اے سالک! تو نے پڑھا ہے، سنا ہے، نورٌ علیٰ نور اس کا معنی کیا ہے؟ یہ نور کہاں ہے؟ کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ جاننا چاہیئے کہ تیرے اندر ان گنت ناری حسیں موجود ہیں، اس میں ایک نوری حس ہے، جو تیرے جان میں، تیرے دم میں اسم اللہ ذات ھو ہے، بس اس حس ذات ھو کو اس ذات کے بحرِ بے کنار میں غرق کرنے کا نام نورٌ علیٰ نور ہے۔ نیز حس نور، اسم اللہ ذات ھو یعنی دم پر سوار ہونے کو بھی نورٌ علیٰ نور کہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ دم قلب ہے اور قلب پر ھو سوار ہے یہی نورٌ علیٰ نور ہے۔ یہاں تو یعنی تو نہیں! تیرا مراد دم ہے، تیرا دم سواری ہے اور نورِ خدا سوار ہے۔ اب تو یقیناً وہاں تک پہنچ جائے گا

جہاں تک تجھے تیرا اللہ لے جائے!'' وما توفیق الا باللہ'' اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا! اسی کو کہتے ہیں۔ اے عزیز! ''یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ'' (النور ۲۴:۳۵) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے! یہی وہ مقام ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، تو وہ نورٌ علیٰ نور کی مانند ہو جاتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، وہ حس نور پر سوار ہوتا ہے اور جسے چاہتا ہے، اس کو اس کے ناری نفس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے اے سالک! اس نور کی جانب اُس پیر کی انگلی پکڑ کر دوڑ! جو اللہ کی سواری ہے، سواری اگر رسم و راہ سے ناواقف ہے، تو تو سوار کے ساتھ چل تا کہ تجھے منزلِ مقصود مل جائے۔ تیرا یہ تن نفس کی سواری بن چکا ہے! تجھ میں حس نور یعنی وہ دم موجود ہے جو اللہ کے نام کی سواری ہے، سواری بھی نوری ہے سوار بھی نور ہے، نوری حس کے لئے نورِ خدا بہترین دوست ہے۔ حسِ نور اگر آگ مٹی میں مل جائے تو کیا خاک عروج حاصل ہوگا؟ اس نور کا رخ اللہ کی طرف کر، پھر اسم ہی مسمیٰ سے ملائے گا کیونکہ عالم محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے، اللہ کا نور بحرِ بے کنار ہے اور وہ تیرے حس نور کا سوار ہے، تجھ کو دریا تک شبنم کی مانند لے آئے گا، اگر تیرا حس نور بہت زیادہ پرہیزگاری، تقویٰ و توکل اور عبادات وطاعات سے متقی ہو کر ترقی بھی کرتا ہے تو، وہ تیری آنکھ کے اندھیرے میں غائب ہو جائے گا تو تجھے کیا حاصل ہوگا؟ تیرا حس نورِ کثیر جسم کی محبت میں جب

بہت زیادہ بھاری اور بوجھل ہوجاتا ہے، تو وہ ظلمات کے اندھیرے میں چھپ جاتا ہے اور یہ جب ظلمات سے باہر آتا ہے، تو صرف اور صرف اللہ کی توفیق سے باہر آتا ہے اور توفیق جسے کہتے ہیں وہ پیر کامل کی ذات ہی تو ہے۔ بس ایسے ہی کو اللہ اپنی سواری کے لئے پسند فرماتا ہے! اور خود ارشاد فرماتا ہے: ''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ '' (البقرہ۲:۲۵۷) ''یعنی اللہ مؤمنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے، اسی مقام کے تحت کہا گیا ہے۔''

اے عقل کے اندھے! جب تو اس حس نور کو نہیں دیکھ سکتا، تو کیا اس غیبی نور کو دیکھ سکے گا؟ تیرا حسِ نور کثافت کے باوجود تجھ سے پوشیدہ ہے، وہ لطیف نور تجھ پر، تیری آنکھ پر کس طرح عیاں ہوسکتا ہے؟ وہ غیبی نور ہوا کی مانند لطیف ہے۔ یہ دونوں جہاں اس کے حکم پر تنکے کی مانند حرکت کرتے ہیں وہ غیبی نور تیرے حسِ نور کو زیرو بالا کرتے رہتا ہے، کبھی بناتا ہے اور کبھی توڑتا ہے، کبھی جلال کبھی جمال بن کر گردش کرتا ہے، کبھی پھول کبھی کانٹا بنادیتا ہے، کبھی خشکی کبھی سمندر دکھاتا ہے اور کبھی خشک کبھی تر بناتا ہے، اس کا ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم سے ہر طرح کے خط کھینچ رہا ہے! سواریاں دوڑ رہی ہیں مگر سوار نظر نہیں آتا، تیر چل رہا ہے تیر انداز و کمان پوشیدہ ہے، ہزاروں جانیں ظاہر ہیں وہ جانِ جاناں، وہ گوہر مقصود، وہ معشوق پوشیدہ ہے! تیرے

باہر جو کچھ ظاہر ہے وہ کمزور اور عاجز ہے! جو باطن ہے وہ انتہائی قوی ہے، ہم شکار ہیں وہ شکاری ہے۔ کبھی عارف کو کافر بنادیتا ہے کبھی کافر کو زاہد بنادیتا ہے، اپنے آپ کو خالص بنانے والا گمراہ ہے! خود سے خالی اور خالص ہونے والا یعنی خود سے خود کو نکالنے والا موحد ہے۔

پیر کامل کی پہچان

اے عزیز! کیا تم جانتے ہو کہ پیر کامل کون ہوتا ہے؟ کامل پیر اللہ کی مانند آلہ کے بغیر تصرف کرسکتا ہے اور کسی بھی چیز میں تصرف کرسکتا ہے، بغیر لب کشائی کے، بغیر بولے ایک نقطہ میں دونوں عالم کے علوم پڑھا سکتا ہے، کامل پیر اگر چھو لے تو پتھر سے زیادہ سخت دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مگر یہ دل وہ نہیں جو سینے میں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ کامل اگر چاہے تو ذلیل وخوار بھی کرسکتا ہے، عزت و شہرت بھی عطا کرسکتا ہے، کامل پیر جب مہر کرتا ہے تو اس کے نقش مہر کو کوئی نہیں پڑھ سکتا! کیونکہ اس کے لگائے ہوئے نقش میں نقشِ جان جاناں ہوتا ہے۔ اے عزیز! پہاڑوں میں بازگشت ہوتی ہے، یہ آواز کونسی ہے؟ وہ آواز کونسی ہے؟ کون آواز میں آواز ملا رہا ہے؟ جب سالک کی ذات کا پہاڑ پیر کی ذات کے مدمقابل ہوتا ہے تو آوازِ بازگشت آتی ہے، مگر آوازِ بازگشت سننے والے کان چاہیئے! دلوں کے پہاڑوں میں جو

بازگشت ہوتی ہے یہ آواز بڑی مبارک ہوتی ہے، خدا کرے کہ یہ محفوظ رہے۔ جب طورِ سینا نے اس جانِ جاناں کے نقش کو قبول کرلیا تو عشق کا سرمہ بن گیا۔ کیا ہمارے دل اس قدر مردہ ہوچکے ہیں کہ اس جانِ جاناں کے قدمہائے اقدس کے نقش بھی نہیں قبول کرسکتے؟ پہاڑ کے اجزاء جاندار اور عقیل ہوگئے، اور ہمارے دل مردہ ہیں کیوں؟ پھر بھی ہم انسان ہیں کیوں؟

صبغۃ اللہ کا معنیٰ کیا ہے؟

صبغۃ اللہ کا معنی رنگِ عشق ہے! عشق کیا ہے؟ بحرِ بے کنار ہے اس بحرِ کنار سے کئی نالیاں مل جاتی ہیں، کئی قطرے مل جاتے ہیں، اب اگر سمندر یہ کہتا ہے کہ میں سمندر ہوں تو یہ کہنا قطرے یا نالی کا نہ ہوا بلکہ سمندر کا ہوا، اس دعویٰ کو قطرے یا نالی کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا! جب حضرت منصور صبغۃ اللہ کی بحرِ بے کنار میں غرق ہوئے تو صبغۃ اللہ کے بحرِ بے کنار سے آواز آئی! اناصبغۃ اللہ! یہ نعرہ حق ہے، بس یہی انا الحق ہے! جب حضرتِ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگے گئے تو سبحانی ما اعظم شانی اور ''لاالٰہ الا انا فاعبدونی'' کہا یعنی میری ذات پاک ہے اور میری شان عظیم ہے اور میں ہی تمہارا اللہ ہوں اور تم میری عبادت کیوں نہیں کرتے؟ جب اس رنگ میں حضرتِ جنید رنگے گئے تو لیس فی جبّۃ الا

اللہ کہا یعنی میرے جبے میں اللہ کے سواء کچھ نہیں! حضرتِ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ جب صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگے گئے تو فرمایا ''اناا قول انا اسمع ھل فی الدّارین غیری''، یعنی میں کہتا ہوں میں سنتا ہوں میرے سواء دونوں عالم میں کون ہے؟ یہ تمام دعوے حق ہیں، مگر یہ تمام دعوے قطرے یا نالی نے نہیں کیا بلکہ صبغۃ اللہ کے اس بحرِ بے کنار نے کیا! ان دعووں کو کسی کی ذات کی طرف منسوب کرکے موٗجبِ قتل ٹھہرالینا گناہِ کبیرہ ہے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں انہیں ''انت انا وانا انت'' ''تو ہے سو میں ہوں'' اور ''میں ہوں سو تو ہے'' کی ہر آن، ہر لمحہ، پیغامِ حق کی صدا سنائی دیتی تھی! جب قطرہ سمندر سے بسم اللہ کے 'الف' کی طرح مل جاتا ہے تو قطرہ قطرہ نہیں بلکہ دریا بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ، صبغۃ اللہ کا عظیم سمندر انسانی عقول کی رسائی سے پاک ستّر ہزار پردوں میں پوشیدہ ہے! اس مقام تک رسائی حاصل کرنا بغیر مرشد کامل کے ناممکن ہے۔ وہ جس نے پیر کا ساتھ چھوڑ کے اس رنگ کو اختیار کرنے میں کامیاب ہوگیا، یا پیر کی دستگیری کے بغیر، یہاں تک پہنچ گیا، تو بلا واسطہ وہ چیخ اُٹھتا ہے اور اس کے منہ سے انا الحق جیسے کلمات نکلتے ہیں۔ دراصل یہ دعوے انسان سے نہیں بلکہ صبغۃ اللہ ہی سے صادر ہوتے ہیں اور انسان موردِ الزام ٹھہرائے جاتے ہیں۔ جان لو یہ معاملات اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں! اس لئے کہا گیا ہے ''قم لاتلم''، یعنی اٹھ کھڑا ہو ملامت نہ کر! یہ ایک حال

ہے، جس طرح لوہا آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا باطن لوہا اور ظاہر آگ ہے۔ مگر اس نے آگ کا رنگ لے لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب انسان خدا کے نور سے سرسبز و منور ہو جاتا ہے، تو ایسے دعوے سرزد ہوتے ہیں، اسلئے اللہ نے فرمایا: صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً (البقرہ ۲:۱۳۸) اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔

نورِ الٰہی کیا ہے؟

نورِ الٰہی تمام مخلوقات کے ذات کی اصل ہے، جو اس نور کے رنگ میں ڈوب کر نوری ہوگیا، وہ تمام مخلوقات کا راز دار ہوگیا۔ یہ نور کیا ہے؟ یہ بھی اک بحرِ بے کنار ہے! جس طرح زمین پر سات سمندر ہوتے ہیں، اسی طرح حضرت انسان کے باطن میں سات سمندر ہوتے ہیں یعنی سمندر ایک ہی ہوتا ہے، مقام و نام بدل جاتے ہیں، جب اللہ کا دوست اس سمندر میں غوطہ لگا کر باہر آتا ہے، تو اس کی کیفیت بعض دفعہ ''انا'' کی طرف منسوب ہو جاتی ہے، اس نور کے غوطہ خور کو برگزیدہ و بزرگ کہتے ہیں۔ ورنہ ہمارے یہاں تو بوڑھے کو بزرگ کہہ لیتے ہیں یہ عرفی ہے مگر ہم پڑھتے اور سنتے ہیں کہ بزرگوں نے بزرگوں کو ان کے مراتب کے لحاظ سے القابات دیتے آئے ہیں۔ یہ تمام القابات اسی مقام کے تعلق سے دیئے ہیں کہ کس پر کس قدر صبغۃ اللہ چڑھا ہوا

ہے، جس پر جس قدر رنگ چڑھا ہوا ہوگا، اسی قدر بامعنی القابات عطا کئے ہیں! ان القابات میں ان کے مقامات پوشیدہ ہوتے ہیں! نہ کہ ان کا علم، مثلاً حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو آپکے پیدا ہونے سے بہت قبل ''بازِ اشہب'' کا خطاب و لقب دیا گیا تھا۔ ہائے ہائے میری جان اس باز اشہب پر قربان! یہ صورت امرِ ربی کی صورت ہے، یہ صورت قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۵) ہے، ہائے ہائے میں اس صورت کی قدرت کا دیوانہ ہوں۔ اس کے جمال و کمال سے صرف اور صرف حقیقی قادری واقف ہوتا ہے۔ خدا کی قسم! اس کے جلال و جمال کی قسم! میں نے اس صورت کا مشاہدہ کیا ہے اور کرتا ہوں! ورنہ اس صورت کے دیدار کے بغیر میں قادری کس طرح ہوتا؟ قادریت کی فہرست میں میرا نام کس طرح داخل ہوتا؟ کچھ ناعاقبت اندیش حاسد، میرا مذاق اڑاتے ہیں، مجھے کوئی پرواہ نہیں! کہتے رہیں! میرا حال الگ ہے ان کا قال خالی ہے، الغرض ضمنی بحث کے بعد اصل موضوع پر آتے ہیں۔ بزرگ وہ نہیں جو بوڑھا ہو، یا جس کا علم بوڑھا ہو! جب بوڑھے علم کو القابات دیئے گئے تو شیطان نے کیا پایا؟ جب کہ حضرتِ آدم علیہ السلام صبغۃ اللہ کے رنگ سے مزین ہوئے تو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ان فرشتوں کی سنّت کو آج تک صبغۃ اللہ سے مزین پیر کے لئے مریدین بھی نبھاتے ہیں۔ اس مقام کو، اس رنگ کو، جاہل کیا جانے؟ وہ پیر بھی اس قابل نہیں کہ انسانوں

سے سجدہ کروالے، وہ مرید بھی ناقابل ہے، جو ایسے پیروں کو سجدہ کرتے ہیں، یہ شرک ہے سراسر شرک! جب تک وہ پیر صبغۃ اللہ کے رنگ سے مزین نہ ہو اس کے لئے سجدۂ تعظیم بھی ناجائز ہے۔ یہ صرف اُسی کیلئے جائز ہے جو بحرِ نور کا غوطہ خور ہو! جس کی کیفیت ''انت انا و انا انت'' جیسی ہو یہ نہیں کہ بس سجادہ پر بیٹھا، اور سجدہ کروالیا، اور خود مسجود بن بیٹھا۔ اے نادان! تو لوہا ہے کم از کم آگ کا پیراہن تو پہن لے کہ تجھے دیکھنے والے لوہا نہیں آگ دیکھے! تو آگ نہیں وہ خالص لوہا ہے، جسے آگ نے چھوا بھی نہیں، تو تو نے آگ ہونے کا دعویٰ کیوں کیا؟

اے اللہ کے بندے! آگ، لوہا، سمندر، قطرہ، یہ سب کچھ مشبہ کی تشبیہات سے ہیں! اور زیادہ لکھوں تو ممکن ہے غیر قادری عقل قادری کا مذاق نہ اڑا دے! بغیر توفیق خداوندی کے اس بحرِ بے کنار میں داخل ہونا کیا ممکن ہے؟ بغیر پیر کامل کی رہبری کے کیا اس سمندر میں غوطہ لگانا ممکن ہے؟ تجھ جیسے، مجھ جیسے، ہزاروں لوگ لبِ دریا حسرت لئے کھڑے ہیں۔ اک قدم بھی اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے! یہاں کس کی مجال ہے کہ یہاں قدم رکھ سکے؟ ہزاروں کی جانیں عقلیں اس دریا پر قربان ہو چکی ہیں، فانی فنا سے گزر کر، یعنی ظلمت کے پردے سے نکل کر، جب یہاں داخل ہوتا ہے تو وہ باقی ہو جاتا ہے! یہی دریا عالم بقا ہے اور یہی عالم معدوم بھی ہے، موجود بھی ہے، مگر یاد

رہے جو بانفس ہے وہ معدوم ہے، جو باروح ہے وہ موجود ہے۔ اگر تو واقعی پیر رکھتا ہے تو فانی عالم سے رہائی پالے، باقی عالم میں مقام بنالے۔ اگر کامل پیر رکھتا ہے تو، فنا، عدم و معدوم سے نجات پالے، اور عالم بقا میں موجود ہو جا! بس یہی تیری نجات ہے، جس کے لئے تو صبح و شام ذکر و اذکار، طاعات و عبادات کرتا ہے، اگر تو پیر کامل نہیں رکھتا تو کچھ ممکن نہیں نظر آتا کہ تو عدم و عالم معدوم سے مکمل نجات حاصل کر سکے اور عالم بقا میں ڈیرہ ڈال سکے! یہی راز کلمۂ طیب میں پوشیدہ ہے، اس کے متعلق ہم مزید بحث نہیں کرنا چاہتے! اے نادان انسان! اس نورِ الٰہی کے سمندر کو پہچان! تیرے وجود کو، تیرے جسم کی قیمت اس نے ادا کی ہے، اس کا قرضہ اسے لوٹا دے! اس کی بارِ امانت اسے لوٹا دے! بس یہی کام تیرے لئے بہترین عبادت ہے۔ اے بانفس! تو جس قدر بھی پانی میں ڈوب جا! ہزاروں وضو و غسل کر لے تیرا نفس کب پاک ہوگا؟ یہ کتا تو تجھ سے چمٹا ہوا ہے، یہ تیرے ساتھ ہی رہے گا، آخر تو پاک کب ہوگا؟ اگر تو ناپاک ہے تو ازلی نور کے قریب جا، حوض کوثر کے قریب جا، جہاں سے کثرت کا وجود ہے، اس میں غوطہ لگا لے، بیک وقت تیرا سب کچھ پاک ہو جائے گا۔ پانی سے دور رہ کر، پانی سے بچھڑ کر، کیا کوئی پاک ہوا ہے؟ اے طالب! تیرا دل بھی ایک پوشیدہ حوض ہے اور یہ سمندرِ نور سے جاری ہوا ہے، دل کے پانی سے وضو کر لے، سمندر میں ڈوب کر غسل کر لے، پھر سمندر کی ہر

مچھلی تجھے دوست رکھے گی۔ اے سالک! اگر تو صرف گنتی کی پاکی رکھتا ہے تو وہ بھی وقت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، کیا تو نے میت کو نہ دیکھا، جو زندگی میں پاک تھی اور مرنے کے بعد اس پر غسل واجب ہو گیا۔

زندگی اور موت

زندگی فانی ہے اس پر فنا لازمی ہے، زندگی کی اصل ہی فنا ہے، فنا کا مظہر نفس ہے، نفس کا انجام فنا ہے۔ ہمارے باہر جو نظر آ رہی ہے، ہر چیز فانی ہے، یا تو وہ تیرے لئے فنا ہوتی ہے یا اس کیلئے تو فنا ہوتا ہے تو جب تک نفس ہے فانی ہے، تیری دنیا تیرا وجود، تیری خواہش وتمنائیں، تیری ملکیت، سب کچھ فانی ہے اور تو ان کیلئے فانی ہو جائے گا! وہ تیرے لئے فانی ہو جائیں گی! سامانِ دنیا تیرے لئے فانی اور تو سامانِ دنیا کیلئے فانی ہے ہر چیز ہر ایک دوسرے کی نظر میں فانی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک دوسرے پر دونوں گواہ ہیں، بس مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا کہ دونوں کا انجام فنا ہے! کہ یہ چند روزہ زندگی دراصل فنا ہے اور تو مسافر ہے، تجھے فنا سے بقا کی طرف جانا ہے، بغیر رہبر کے، بغیر سیدھے راستے کے، تو یہ سفر طے کیسے کر سکے گا؟ تجھے کامل راستہ شناس رہبر چاہیئے، جو تجھے بقا کی طرف پیروی کر سکے اور صراط مستقیم پر لا سکے۔ اے سالک! بقا کیا ہے؟ کہاں ہے؟ بقا تیری موت میں ہے: ''موتوا قبل

ان تموتوا'' مرنے سے پہلے مر جا۔ اس کوشش میں تیری زندگی ہے، اگر مرنے کے بعد مرے گا تو فنا میں ہی رہے گا، فنا تجھے رہا ہونے نہیں دیگی! تو فنا کی قید کو توڑ نہیں سکے گا۔ فنا کیا ہے؟ ظلمت سراسر ظلمت! جو مرنے کے بعد وہ مرا ظلمت میں غائب ہو کر، سراسر ظلمت بن گیا، یعنی فنا کی شکل ہی اختیار کر لیا اور فنا بقا کی ضد ہے، مرنے کے بعد مر کر جب آدمی خود فنا کی اندھیری صورت اختیار کر لیتا ہے تو نجات کس طرح ممکن ہے؟ مرنے سے پہلے مرنے سے تیرے دل کی سواری پر وہی نور ازل سوار ہو گا جو ہمیشہ کے لئے باقی ہے! وہ اسکے عالم میں تجھے لے جائے گا۔ اگر تو فانی ہو کر خود سے رہ جائے گا تو لازماً تو فانی اپنی اصل کی طرف ہی رجوع کرے گا، یعنی فنا کی طرف ہی جائیگا، اگر تو مرنے سے پہلے مرتا ہے تو تیرے دل کا سوار تجھے عالم بقا کی طرف لے جائیگا۔

اے عزیز! تیرے لئے ایسی موت ہی حقیقت میں زندگی ثابت ہوگی اور اسی زندگی کے تئیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''الموت جسر یوصل حبیب الی الحبیب'' یعنی موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو ایک دوست سے ملا دیتا ہے۔ کیا معنی؟ کہ موت دراصل زندگی ہے اور وہ زندگی ایک پل بن جاتی ہے، جو ایک دوست کو ایک دوست سے ملا دیتی ہے، یہاں موت اندھیرا ہے، زندگی اجالا ہے۔ وہاں زندگی اندھیرا ہے اور موت اُجالا ہے۔ یہاں زندگی اندھیرا اور فنا ہے وہاں موت اجالا اور

بقا ہے، اے نادان انسان! زندگی کو زندگی نہیں موت سمجھ اور موت کو موت نہیں زندگی سمجھ ۔زندگی فنا، اور ہر چیز فانی ہے، موت بقا اور سب کچھ وہاں باقی ہے، یہاں زندگی سراسر ظلمت ہے، اور ظلمت کا کاروبار موت سے پہلے کی موت ہے، بقا اور عالم بقا ہے، مرنے کے بعد کی موت بھی فنا سے جا ملتی ہے، مرنے سے پہلے کی زندگی بھی فنا سے ملتی ہے، اس لئے مرنے سے پہلے مر کے دیکھ، سب کچھ وہاں باقی ہی باقی ہے۔

جہنم اور جنّت

جہنم سراپا نار و ظلمت ہے، جنت سراپا نور و رحمت ہے، جہنم سراپا محنت مشقت و زحمت ہے، جنت سراپا رحمت و محبت ہے، تیرے اندر بھی اس کے دو نمونے ہیں ۔نفس جہنم کی مانند ہے اور روح جنت کی مانند ہے، تیرے نفس کی آگ ہی کل جہنم کی کھڑکی بن جائے گی! تیری روح کی لطافت ہی کل قبر میں جنت کی کھڑکی بن جائے گی ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '' (ال عمران ۳:۱۸۵) ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے! تیرا نفس آخر کہاں مرے گا؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ جاننا چاہیئے کہ نفس جہنم کے آگ کا ایک شعلہ ہے اور یہ شعلہ جہنم کی آگ کے دریا میں قطرے کی مانند مل جائے گا! بس یہی نفس کی موت ہے، یہی نفس جہنم کی آگ کا ایندھن بن جائے گا، نفس کی پیروی کرنے

والی روح بھٹک جائیگی، گمراہ ہو جائے گی، جس نے عمر بھر نفس کو رہبر سمجھا! وہ رہبر فنا ہو جائیگا، اور روح تنہا رہ جائے گی ۔جہنم کہاں ہے؟ وہ بھی تیرے اندر ہے یعنی جہنم کی اصل ہے، یہ جہنم کیا ہے؟ ایک آگ کا کنواں ہے، ظلمت سراسر ظلمت ہے، بلکہ آگ سے بھی خطرناک ظلمت ہے، یہاں کی آگ جب تک سرخ، سفید لال اور پیلے رنگوں میں روشن رہتی ہے، وہ کچی اور نازک آگ ہے، جب تمام رنگ ختم ہو جاتے ہیں تو صرف سیاہ صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہ آگ انتہائی خطرناک ہوتی ہے، بس جہنم ایسی ہی آگ ہے ۔سیاہ کو تشبیہاً دیکھنا اور ہے، تنزیہاً دیکھنا اور ہے، اگر کوئی دیکھے تو ممکن ہے صرف دیدار سے پگھل جاوے ۔اے اللہ کے بندے! اگر تو نفس کا مرید ہے، تو تیرا نفس ہی تجھے جہنم رسید کر دے گا! یہ کفار و مشرکین اور منافقین کا ٹھکانہ ہے ۔اگر تیری روح جنتی ہے تو تجھے روحانی پیر ضرور ملے گا، وہ تجھے جنت کی طرف رہبری کرے گا۔ تیری جنت تیری جہنم سے بہت دور عالم بقا ہے، تیری جنت اللہ کی بے پناہ رحمتوں کا باغ ہے، اور تیری جنت عالم بقا ہے، اگر تیری روح سعید ہے تو یقیناً تیری سعادت کا وکیل کامل پیر تجھے ضرور ملے گا، جو تجھے جنت کی طرف لے جائے گا۔ جنت تو اللہ کی بے پناہ رحمتوں کا سمندر ہے! یہاں نہریں ہیں جن کا لطف بیان میں نہیں آسکتا، ثمرات ہیں، جس کا لطف بیان میں نہیں آسکتا بلکہ وہ حور و قصور میں ہے ۔مثال لانے سے قلم قاصر ہے!

''وماتوفیقی الا باللہ'' یہ مقام صرف اور صرف اللہ کی توفیق وفضل سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ محض طاعات وعبادات سے جنت حاصل ہوسکتی ہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں! مگر فضل خداوندی سے ہی یہ ممکن ہے! اگر سالک کی روح پر وہ نورازل سوار ہے تو پھر کیا پوچھنا، یہی کامیابی، کامرانی اور نصیب کی بات ہے۔ بس اتنا کافی ہے کہ اگر تیرا دل آگ کا کنواں بن گیا تو تو جہنمی ہے۔ اگر تیرا دل نور کا دریا بن گیا تو تو جنتی ہے اور جب سالک کا دل نور کا دریا بن جاتا ہے تو ایسے صاحب دل کے لئے اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ''اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَھُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ'' (المجادلۃ ۲۲:۵۸)

''ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنکے قلوب میں ایمان لکھا گیا ہے اور ان کو اللہ نے اپنی روح سے مدد فرمائی ہے۔''

بس اے سالک تو جان لے کہ بے سروسامانی جب تیرا سامان بن جاتی ہے تو حیاتِ بقا حاصل ہوتی ہے۔ فھم من فھم!

حکمتِ الٰہیہ اور عقلِ انسانی

حکمتِ الٰہیہ بالغ ہوتی ہے اور عقل انسانی نابالغ۔ بالغ کی کیفیت ولطافت کو نابالغ نہیں پاسکتا! اے اللہ! تیرا نامِ پاک ''اللہ'' ہے، اسم اللہ ذات

کی کڑیاں میری سانس کی زنجیر سے جڑی ہوئی ہیں، ہر لمحہ، ہر حلقہ ایک نئی حکمت نازل کرتا ہے، ہر حکمت میرے اندر ایک جنون سی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اے میری جان کے خالق ومالک مولیٰ! ہر چیز میں تیرے اسم اطہر، اسم اللہ ذات کے حلقوں کی زنجیر پڑی ہوئی دیکھتا ہوں، ایک حلقہ دوسرے حلقہ سے ملتا ہے، جب ھو کی آواز آتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ھو ہی ھو کو یاد کر رہا ہے، اسی لئے تو نے کیا خوب کہا ہے کہ ''لایذکر اللہ الا اللہ''، یعنی اللہ کو اللہ کے سوا کوئی یاد نہیں کرسکتا۔ اے میرے مولیٰ تو نے سچ کہا ہے ''لایعرف اللہ غیر اللہ'' یعنی اللہ کو غیر اللہ پہچان نہیں سکتا! کیا معنی؟ اللہ کو صرف اللہ ہی پہچان سکتا ہے، ہر چیز میں تیرے اسم پاک کے پاک حلقے ایک دوسرے سے جب ملتے ہیں (ٹکراتے ہیں) تو اسم ھو ہی کی آواز آتی ہے! مثلاً گھنٹے کی آواز، مگر ہلانے والے ہاتھ غیر کے ہوتے ہیں عناصر کے ہوتے ہیں۔ میری سانسوں میں تیرے پاک اسم ذات ھو کے ان گنت حلقوں کی زنجیریں پڑی ہوئی ہیں، یہ کبھی میری سانس سے اپنی بازگشت ظاہر کرتی ہیں، کبھی میرے حلق سے حلقہ بولتا ہے۔ جب حضرتِ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے حلق سے وہ حلقہ بولا تو سمجھنے والوں نے کچھ کا کچھ سمجھا!

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

الغرض ہر حلقہ ایک نئی حکمت مجھ پر ظاہر کرتا ہے، کیا بیان کروں، کس قدر بیان کروں؟ ہر حکمت مجھے جنون کی طرف لے جاتی ہے، جنون! جب جذب کی کیفیت اختیار کر لیتا ہے تو تو ناراض ہو جاتا ہے، یہ میرا جنون نہیں! یہ تیرے نام کے حلقوں کی دین ہے۔ جب تیرے نام پاک کے حلقے مجھ حقیر کے قلم و علم میں گونجنے لگے تو نادانوں نے مجھ سے تمسخر کرنا شروع کیا! پھر بھی میں چل رہا ہوں، اے اللہ تو مجھے سیدھا راستہ چلا! سات تاریک زمینوں کی اور سات روشن آسمانوں کی میں سیر کر چکا ہوں، زمین پر میں نے علم و عمل، فتویٰ و تقویٰ کی صرف باتیں ہی باتیں سنی، اور پایا کچھ نہیں! جب آسمانوں پر ہدایت کا نور پایا، تو تیری حکمت سے میں کچھ کچھ واقف ہو گیا، کم از کم اتنا کہ تو مجھ سے چاہتا کیا ہے؟ آج میں سمجھ چکا ہوں کہ سات طبق زمین عناصر کے ساتھ ظلمت کے سات پردوں میں ہے، سات طبق آسمان رحمت کے سمندر پر سایہ فگن ہیں، جس سے سات رنگ ظاہر ہو رہے ہیں، نادان انسانوں نے ان رنگوں کو ظاہری وجود میں شمار کر کے، حضرتِ انسان کے ظاہری وجود کو سات زمینوں اور سات آسمانوں میں من چاہے نقشے پر تقسیم کر دیا۔ یہ کیا جانے کہ سات طبق زمین کس ظلمت میں پوشیدہ ہے، سات طبق آسمان کس روشن نور پر سایہ فگن ہیں۔

وجود فقر کی حقیقت

وجود فقر ایک عظیم نعمت ہے۔ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لما انزلت الی من خیر فقر'' اے اللہ تو نے مجھ پر جو کچھ اتارا ہے، ان سب سے بہتر فقر ہے! یہ ہے فقر! نیز فرمایا ''الفقر فخری والفقر منّی''، یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے! نیز فرمایا ''اذا تمّ الفقر فھو للّٰہ'' جب فقر تمام ہو جاتا ہے وہی اللہ ہے! اللہ اکبر! کالی کملی میں پوشیدہ فقر کا مرتبہ کس پر روشن ہو سکتا ہے؟ کسی نبی نے اس صورتِ فقر کی تمنا نہ کی؟ کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر سفارش کر سکے؟ کا یہی مقام ہے۔ موتی اللہ کی رحمت کے سمندر میں پوشیدہ ہے، سمندر اس موتی کی تشریح ہے، جس سے ہزارہا ذاتوں کے چاند و سورج نمودار ہوتے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ جب فقر صاحبِ فقر ہو جاتا ہے تو کائنات کا ہر ذرّہ اس میں ڈھل کر مست ہو جاتا ہے۔ ایسے فقراء سے حسد، جلن اور تحقیر انسان کو جہنم رسید کر دیتی ہے، ایسے کامل فقیر کے خلاف جب بہکے ہوئے، مغرور مفتی کے ہاتھ میں قلم جاتا ہے تو وہ مست منصور کے لئے پھانسی کا پھندہ بن جاتا ہے! حضرتِ جنید پر صدہا فتوے عائد کرتا ہے، اور محی الدین ابن عربی کو زندیق قرار دیتا ہے۔ خبردار! ایسا بہکا ہوا، بے ہودہ قلم چلانے سے پہلے اپنی تقدیر پر

ایمان ہونا چاہیئے ،ورنہ یہی قلم اس کی تقدیر کا نوشتہ بدل دے گا۔قلم کا اختیار کبھی کبھی انسان کو گمراہ کر دیتا ہے،قلم میں سیاہی ظالم حکمرانوں کے ظلم کی نہیں ہونی چاہیئے ،کیا اختیار و اقتدار کے نشے میں مخمور و مغرور حکمرانوں نے انبیاء کرام کو قتل نہیں کیا ؟ انہوں نے حق کے مظاہر کو ظلم کی تلوار سے قتل کیا، مگر اے مفتی خدارا! تو فقراء کو قلم سے قتل نہ کر! ''اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' (یٰسٓ ۳۶:۱۸) یعنی اور ان منکرین حق نے کہا، ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، بیشک اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تمہیں سنگسار کریں گے اور بیشک ہمارے ہاتھوں تم پر دکھ کی مار ہوگی، گاؤں والوں نے نبیوں سے کہا ہم تمہارے وجود سے بدفال لیتے ہیں! کیا گمراہوں نے نبی سے نہیں کہا کہ نعوذ باللہ تم ہمارے لئے منحوس ہو۔ایسے اخلاق رذیلہ نبیوں کے خلاف ہونی چاہیئے! اور نہ کامل فقراء اولیاء اللہ کے خلاف ہونے چاہیئے یہ نصرانیوں کا شیوہ ہے،نصرانیوں کو دیکھ کہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ سولی پر لٹک گئے اور انہی کی قوم نے ان کو لٹکا دیا! اور انہیں سے امن و پناہ مانگتے ہیں۔یعنی ان کے عقیدے کے مطابق یہودیوں نے ان کو سولی پر لٹکا دیا،تو وہ پناہ مانگنے والوں کو پناہ کس طرح دے سکتے ہیں؟ اگر تم اولیاء اللہ کو تکلیف دے کر، دل آزاری کر کے، تحقیر کر کے، ظاہری نعت گوئی ،مدحت سرائی کے ذریعہ کس طرح مدد مانگ

سکتے ہو؟ شانِ نبی کریم ﷺ کا قرآن سے واسطہ دیتے ہو کہ: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ'' (الانفال ۸:۳۳) اور جب تک آپ ان میں موجود ہیں عذاب نہیں آئے گا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک تمہیں قوم نہ ستائے عذاب نہ آئے گا! اسی طرح فقیر کا وجود ہوتا ہے، جب تک قوم نہیں ستائے گی عذاب نہیں آتا جب قوم انہیں ستاتی ہے، عذاب نازل ہوتا ہے! فقراء کرام حضرتِ یوسف علیہ السلام کی طرح حسین ہوتے ہیں اور انکے دشمن حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح مکار اور بدصورت ہوتے ہیں۔حاسد لوگ بھیڑیئے کے مانند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں کرے گا اور موت بھی بھیڑیئے جیسی ہی ہوگی جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا ''العلماء یدخلون النار بالحسد''، یعنی اکثر علماء جہنم میں داخل ہوں گے حسد کی وجہ سے! یہاں علماء سے مراد علماءِ سوء ہیں، کیونکہ ابلیس بھی ایک طرفہ علم کی وجہ سے حاسد بنا اور اس کے حسد نے ہی اس کو ملعون بنا دیا۔

انسان اور حشر:

اے اللہ! تو کریم ہے، تو اپنے کرم سے انسان کا حشر انسانی صورت میں فرما۔ہمارے گناہوں کو درگزر فرما تو نہایت رحیم و کریم ہے۔اے اللہ کے بندے! جاننا چاہیئے کہ جس حاسد کا حشر بھیڑیئے کی شکل میں ہوگا، وہ وہی

حاسد ہوگا جو عبد الدینار و عبد الدنیا ہوگا!۔ انتہائی ناپاک ہیں یہ لوگ جو فانی دنیا کے لئے دین و ایمان کا سودا کرتے ہیں، یہی لوگ ''الدنیا جیفة وطالبها کلاب'' دنیا مردار ہے اور مردار کا طالب کتا ہوتا ہے (حدیث پاک) کے مطابق مردار خور، حریص دنیا کے طالب ہوتے ہیں! ایسے کتے کا حشر خنزیر کی صورت میں ہوگا۔ چھپی ہوئی آلودگی، گندگی اور گناہ تمام کے تمام بروز قیامت ظاہر ہوجائیں گے! انسانوں میں اچھے اور شیطانوں کے ساتھ برے یعنی بظاہر اچھے اور بباطن برے، اس زمین پر ایسے ہزاروں بھیڑیئے، کتے اور خنازیر ہیں! ایسے دو رخہ چہروں کو نبیؐ کریم ﷺ نے ''خلقت البشر بصورة الحمار'' یعنی اللہ نے گدھے علی انسان کی شکل میں پیدا کیا ہے! تو معلوم ہوا کہ خصلت پر اصلی صورت بنتی ہے، اور اللہ کے حکم سے حشر بھی نفس کی خصلت کی صورت کے مطابق ہوگا! یعنی نفس پر جس خصلت کا غلبہ ہوگا، اسی صورت میں کل وہ اٹھایا جائے گا! دو رخہ انسان کبھی دوزخی اور کبھی جنّتی نظر آتا ہے۔ کبھی حضرتِ یوسف کی طرح بنتا ہے تو، کبھی حضرت یوسف کے بھائی کی طرح ہوتا ہے، اور یہ منافقت ہے۔ لہٰذا دو رخہ کا انجام بخیر نہ ہوگا! اچھوں سے معانقہ کر، ممکن ہے ان کے اچھے اخلاق تیرے سینے میں منتقل ہوجائیں! جب نبی کریم ﷺ مکّۃ المکرّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیّبہ پہنچے، جس اونٹنی پر آپ سوار تھے آپ کی بدولت اونٹنی میں کچھ آپ کا فہم و ادراک

داخل ہوگیا، جس کی وجہ سے اونٹنی اس گھر کی طرف اپنا رُخ پھیر لیا، جس گھر کو صدہا سال پیشتر تبّع حمیری اوّل نے آپ ﷺ کی رہائش کے لئے تعمیر کروا کر ایک خط آپ ﷺ کے نام محفوظ رکھا تھا! اسی طرح آپ جس پیڑ کے تنے پر پشت لگا کر، تشریف فرما ہوتے تھے! تو آپ کا علم و فہم اس میں منتقل ہو جاتا! اسلئے ستون حنانہ آپ کے فراق میں رونے لگا یہ ہے نسبتوں اور صحبتوں کا کمال، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ'' (التوبۃ۹:۱۱۹) یعنی سچوں کیساتھ ہوجاؤ۔ بس یہی راز ہے کہ جب انسان کی اچھی صحبت جانور کو میسر آتی ہے، تو انسان کا علم و فہم جانور میں منتقل ہوجاتا ہے۔ گھوڑا، گدھا، بکرا وغیرہ سب فرمانبردار بن جاتے ہیں، اصحاب کہف کی صحبت کا علم و شوق جب کتے میں داخل ہوا تو کتا بھی اللہ کا طالب ہوگیا اور قیامت تک سوگیا۔

اے عزیز! یہ سینہ بھی ایک عجیب گنجینہ ہے، ہر زمانے میں ہر دور میں، ہر سو سال میں، اللہ کی جانب سے ایک خاص نوعیت کا علم داخل ہوتا ہے، جس سے بعض انسان فرشتہ صفت اور بعض انسان باغی شیطان صفت بن کر ظاہر ہوتے ہیں، بعض انسان چرند پرند اور درندے حیوانات کی خصلت لئے پیدا ہوتے ہیں، فرشتہ صفت انسانوں کے علاوہ باقی تمام لوگ اس قیامت خیز دنیا میں بھٹک جاتے ہیں، یا قیامت سے پہلے قیامت کا شکار ہوجاتے ہیں۔

اولیاءاللہ کی باتیں

اولیاءاللہ کی باتیں جب ایک عام انسان کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں، تو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ یہ بیخودی کی باتیں ہیں، یہ استغراق کی باتیں ہیں، ان باتوں سے علمِ دین کا کیا تعلق! وغیرہ وغیرہ۔ ارے نادان! یہ کمزور عقل کے کمزور بہانے ہیں، کامل عقل کی باتیں ناقص عقل میں نہیں آسکتی۔ عوام کے پاس دین ہوتا ہے، اولیاء دین کا قبلہ ہوتے ہیں! عوام کا علم علمِ دین ہے، خواص کا علم علمِ دین کا قبلہ ہوتا ہے! قطرہ جیسی عقل سے بے وقوفی ممکن ہے، وہ دریا جیسی عقل والے ہوتے ہیں، ان سے نادانی ممکن نہیں۔ جاننا چاہیئے عقل قطرہ بھی ہے اور عقل دریا بھی ہے، کسی نے کیا پایا، کسی نے کیا پایا! یہ ان کے اپنے ظرف کی بات ہے۔ مگر اولیاءاللہ کی عقل، عقلِ کل کے دریا سے کل ہے، عوام کی عقل بس ایک قطرہ، عوام دین کو پوری طرح نہ پہچان کر ٹکڑے کر دیتی ہے، اولیاءاللہ ایمان کو سلامت لے جاتے ہیں، اور وہ لوگ عوام کے شر کی وجہ سے خلوت اختیار کرتے ہیں، اولیاء اللہ دنیادار عقلمندوں کے عیوب دیکھ کر خود کو دیوانہ بنا لیتے ہیں، تاکہ ان کے عیوب ظاہر نہ ہو جائیں۔ اولیاءاللہ وہ ہوتے ہیں جن کا جسم مردہ اور جسم میں موجود راز دار زندہ ہوتا ہے! اور ان پر جنت اور جنت کی ہر چیز عیاں ہو جاتی ہے۔

عقلِ اولیاءاللہ

اے عزیز! اولیاءاللہ کی عقل عجائبات کا ایک بحرِ بے کنار ہوتی ہے، جو ولی اللہ ہوتے ہیں، انکی اس عظیم عقل سے استغراق کا ظاہر ہونا، یا طبیعت سے مجنونانہ حرکت کا ظاہر ہونا ناممکن ہے! البتہ تاویل باز کوئی بھی تاویل کرلیں، اولیاء اللہ کی عقلوں پر یہ الزام درست نہیں ہوسکتا! استغراق ایک جنون ہے۔ کیا ان کی عقلوں پر جنون کا سایہ پڑ سکتا ہے؟ عوام کی عقل ایک بھٹی کی طرح ہے۔ کیا بھٹی کا سیاہ دھواں سورج تک پہنچ سکتا ہے؟ کیا شہباز کوّے سے ہار سکتا ہے؟ بعض دفعہ ایسے حضرات گالی گلوج، زق زق، بق بق کرتے ہیں، اینٹ پتھر اُٹھا کر پھینک دیتے ہیں، لات مارتے ہیں، یہ حرکتیں محض امتحان کے لئے ہوتی ہیں کہ عوام ان سے دوستی کرتی ہے تو وہ حقیقی ہے یا بناوٹی! وہ قریب رہتے ہیں یا بھاگ جاتے ہیں! بس ان کو دوستی کی آزمائش مقصود ہوتی ہے نہ کہ یہ دیوانے ہوتے ہیں۔

کامل فقیر اور اس کا فقر

کامل ولی اللہ کے دو غلام ہوتے ہیں! ایک غصہ، دوسرا شہوت اور یہ دونوں غلام دنیا کے ہر بادشاہ اور رعایہ کے حاکم اور سردار ہوتے ہیں۔

دنیادار، ہر شخص ان دو آقاؤں کا محکوم ہے۔ کامل فقیر کے نور سے چاند اور سورج خیرات لیتے ہیں، مادہ پرست دنیا مادہ کی غلام ہے، کامل فقیر کی نظر پارس کی مانند ہوتی ہے۔ عوام کا دین، چہرہ مہرہ، وضع قطع سے ظاہر ہوتا ہے، خواص خود چلتا پھرتا دین ہوتے ہیں۔ زہد و تقویٰ میں ڈوبے ہوئے نام رکھ لینے سے کیا فطری مکاری، عیاری، انسان سے دفع ہو جائے گی؟ آج کل کوئی ایسا بھی ہوتا ہے، جس کا ظاہر زہد اور باطن مکر و فریب ہوتا ہے، ایسے کو کون پہچانے؟ اس کے لئے تو نگاہِ نور چاہیئے، وہ نور چاہیئے جو تقلید اور کجی سے آزاد ہو! تاکہ انسان کے قول و فعل کے کے بغیر انسان پہچان سکے! کامل فقیر ایسے لوگوں کے دلوں تک، عقل کی صراط مستقیم سے گزر کر پہنچ جاتے ہیں۔ کامل فقیر اس شخص کی پونجی کو دیکھ لیتے ہیں، جو سنی سنائی ہے، اور کمائی ہوئی ہے، کامل فقیر علام الغیوب کے وہ خاص بندے ہوتے ہیں جو دل میں پوشیدہ باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں، کامل فقیر جب اللہ تعالیٰ کے رازوں سے آشنا ہو جاتے ہیں تو بندوں کے راز ان سے کس طرح پوشیدہ رہ سکتے ہیں؟ عوام کا راز دوسروں سے چھپا ہوا ہوتا ہے، خواص کا راز تو خود سے بھی چھپا ہوتا ہے، عوام عبادت کے ایمان کی حفاظت کرتی ہے، خواص خود سے گزر کر عشق کی حفاظت کرتے ہیں۔

خدا اور دین خدا

خدا کے وہ ازلی سعید ارواح، جو اس دنیا میں خدا کے عشق سے سرشار آئے، آ کر بھی خدا کے عشق میں سرشار جئے اور چلے گئے! ایسے حضرات کے لئے عشقِ خدا ہی دین و ایمان ہوتا ہے۔ بسا اوقات دینداروں کے نزدیک یہ گنہگار نظر آتے ہیں، مگر دینداروں کو چاہیئے کہ دین کی حد ان حضرات پر قائم کرنے کی کوشش نہ کرے! ایسے سعیدانِ ازل کے لئے ہی ارشاد گرامی ہوا: ''اجسامهم فی الدنیا وقلوبهم فی الاٰخرة الصلوٰة فی قلوبهم الدائمین'' یعنی ان کے جسم دنیا میں ہیں اور دل آخرت میں اور وہ لوگ دائم الصلوٰۃ ہیں! (یعنی ہمیشہ مشاہدۂ الٰہی میں ہیں) ایسے مرادانِ آزاد ہی کے لئے سید الاولیاء امر ربی حضور غوث الاعظم دستگیر نے فرمایا: ''من ارادالعبادة بعد حصول الوصول فقد کفر واشرک باللہ'' جو شخص وصال پالیتا ہے پھر عبادت کا قصد کیا تو گویا اس نے کفر کیا اور شرک کیا۔ خبردار! تیری عبادت تیرے عناصر کی عقل سے ہے، تو عوام میں ہے، تیرا مقام بھی عام ہے، عام مسلمانوں اور مؤمنوں کے نزدیک خدا کا دین محبوب ہوتا ہے، اور خواص کے لئے دین کا خدا محبوب ہوتا ہے، عوام کے نزدیک جنت محبوب ہوتی ہے، خواص کے نزدیک جنت

کاما لک محبوب ہوتا ہے، طہارت کے لئے عوام کو پانی محبوب ہوتا ہے اور شہدائے کرام کو طہارت کے لئے اپنا ہی خون محبوب ہوتا ہے۔ قبلہ رو ہونے کے لئے کعبہ سے باہر ہونا ہوتا ہے جو کعبہ کے اندر ہوتا ہے وہ قبلہ رو کس طرح ہوسکتا ہے؟ جو خدا سے دور ہوتے ہیں ان کے لئے دین ہوتا ہے، جو خدا سے قریب ہوتے ہیں، ان کے لئے خدا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ مستانِ عشق کا حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوتا ہے، کلام و مشاہدہ ایک ہوجاتے ہیں، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کئی بار بے ہوش ہوئے، کئی بار ہوش میں آئے، یہ بے ہوشی کیا ہے؟ یہ ازل اور ابد کا راز ہے۔ اس حال کے جاننے والے جانتے ہیں! بحث کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا مستانِ ازل کا کفر عین دین ہے اور دین نور الٰہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''یفعل اللہ ما یشاء'' خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے! یہ آلہ ہوتے ہیں کرتا وہی ہے، ''من عرف ربه فقد طال لسانه'' (حدیث پاک) جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان دراز ہوگئی! کے مطابق ان کی زبان کھل جاتی ہے، غلط معنی نہیں لینا چاہیئے! مستان الست کے دست و باز و مکمل جبروت اور لاہوت ہوتے ہیں، عوام کے دست و باز و مکمل ناسوتی اور ملکوتی ہوتے ہیں، اولیاء اللہ کے نفوس کا قاتل خدا ہوتا ہے! حدیث ہے: ''من طلبنی وجدنی و من وجدنی احبنی و من احبنی عرفتی و من عرفتی عشقنی و من

عشقنی قتله و من قتله فعلیّ دیته و انا دیته''

ترجمہ: ''جو میرا طالب ہوا اس نے مجھے پالیا اور جس نے مجھے پہچان لیا وہ میرا عاشق بنا اور جو میرا عاشق بنا میں نے اس کو قتل کیا اور جس کو میں نے قتل کیا مجھ پر اس کی دیت (بدلہ) واجب ہو جاتی ہے اور اس مقتول کی دیت خود میں بن جاتا ہوں۔''

سبحان اللہ! اللہ اپنے عاشق کا خود قاتل بن کر دیت میں اپنے کو دے دیتا ہے اور یہ قاتل کی طرف ہی روحانی جست لگا کر ساتوں آسمانوں سے گزر جاتے ہیں۔

اے اللہ کے عام بندے! تیرا الحمدللہ کہنا اور ہے، ان کا الحمدللہ کہنا اور ہے، تو پڑھ کر، سن کر، الحمدللہ کہتا ہے، وہ دیکھ کر شکر گزار ہوتے ہیں۔ بندے سے حمد و ثناء کا ادا کرنا اگرچہ اس کی اپنی نظر میں بہتر ہے، مگر محمود کی نظر میں ناقص ہے، حمد و ثنا سے بہتر اس کا سوزِ محبت تھا، کاش کہ یہ بندے کو حاصل ہوتا کاش کہ وہ اسے دیکھتا تو ہرگز زبان دراز نہ ہوتا، حمد و ثناء کا قبول کرنا اس کی رحمت ہے، نفس اگر کافر ہے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، اس کا ذکر کرنا اور اس کا نام لینا، مثال و تشبیہ سے آلودہ کرنا آخر کیا ہے، یہ سمجھنے والے ہی سمجھتے ہیں۔ اے اللہ کے بندے تو سجدے میں قبلہ رخ تو ہے کاش تیرے قلب کا رخ رخِ

یار کی طرف پھر گیا ہوتا! اور تو سبحان ربی الاعلیٰ کا معنیٰ شناس ہو جاتا۔

فھم من فھم۔

معارفِ اسم ذاتِ ھو

اے سالکِ عزیز! اسم ذاتِ ھو کیا ہے؟ تیرا دم ہے، دم ھو ہے، ھو ہی اسم ذات ہے، یہ دم عجیب چیز ہے، یہ تجھ میں اس طرح چھپا ہے جیسے لوہے اور پتھر میں چنگاری، لوہا اور پتھر اگر جسم ہے تو چنگاری جان ہے، اگر چنگاری لوہے اور پتھر میں نہ دبی ہوتی تو نہ اسے حجم ملتا اور نہ وزن ملتا۔ قرآن حکیم میں بڑی حکمت کے ساتھ ارشاد گرامی ہوا: ''وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاوَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا'' (الزلزال ۹۹: ۲) یعنی زمین اپنے اندر سے جب ثقل چیزوں کو نکالے گی تو انسان کہے گا یہ سب کچھ کیا ہے؟ موقعہ و محل کے اعتبار سے قرآن کریم میں اصطلاحات اختیار کئے گئے ہیں، جیسے اسم ذات ھو کو کبھی قلب کہا گیا ہے، تو کبھی عرش، کبھی کرسی، کبھی لوح اور کبھی نفس کہا گیا ہے۔ اک جان ہے اور اک جان جاناں ہے، یہ جان دم ہے، یہ دم نفس ہے، اک جان جاناں ہے، یہ سراسر نور ہے اور یہی روح اعظم ہے اور یہی جان مؤمن ہے، اگر یہ جان مؤمن ہے، تو حدیث قدسی میں اسی جان کی طرف اشارہ ہے: ''المؤمن مرأۃ المؤمن'' یعنی مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے۔ یہی

جان مرأۃ المؤمن کے مقام پر آ کر ''فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ'' (الذّٰریٰت ۵۱: ۵۰) کا مظہر بن جاتی ہے۔ اگر یہ جان یا روح یا قلب یا نفس اگر یہ اللہ سے فراق شدہ ہے تو ''فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰهِ'' کا مظہر بن کر، اللہ سے دُور ہو کر، مقام کفر پر آجاتی ہے اور اس کی حیثیت اندھے کے سامنے آئینہ کی ہو جاتی ہے۔ صحابۂ کرام نے اللہ کے محبوب ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مؤمن کون ہے اور کافر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ''، یعنی اللہ کی طرف دوڑنا مؤمن کی شان ہے اور ''فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰهِ''، یعنی اللہ کے غیر کی طرف دوڑنا کفر ہے یعنی نفس اگر عناصر کی قید میں ہے تو نفس امّارہ کہلاتا ہے، اسی نفس کے تعلق سے قرآن پاک میں ارشاد ہوا: ''اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ'' (یوسف ۱۲: ۵۳) یعنی بیشک نفس امّارہ گناہ کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ اگر نفس عناصر کی غلامی سے آزاد ہو کر، شریعت اور طریقت میں محفوظ ہوا تو قرآن پاک گواہی دیتا ہے ''وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىO فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىO'' (اَلنّٰزِعٰت ۷۹: ۴۰-۴۱)

یعنی جس نے خود کو نفس کی خواہشات سے روکا اس کا
مقام جنت ہے جو اچھے ٹھکانے ہیں۔ (ماویٰ)

اور جب یہی نفس، نفس لوامہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو قرآن فرماتا ہے ''لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِO وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ

اللَّوَّامَةِO''(القیامۃ ۷۵: ۱۔۲)

ترجمہ: روزِقیامت کی قسم یادفرماتا ہوں اوراس جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔

اورسالک مزید ترقی کر کے حق آشناء ہو کر، نفس ملہمہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے، تو اس کا مقام، اس کی شان، آن و بان بدل جاتی ہے، ایسے نفس حقہ کو اللہ ربّ العزت نے قرآن میں اس طرح یاد کیا ہے:

''وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَاO فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاO قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاO''(الشمس ۹۱: ۷۔۹)

ترجمہ''اوراس کی وہ جان جس نے اسے ٹھیک بنالیااور اس نے اس کے دل میں بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دل میں ڈالی، بیشک وہی مراد کو پہونچا جس نے اسے ستھرا کیا۔''

یعنی ایسانفس الہاماتِ الٰہی قبول کرنے کے قابل ہوجاتا ہے اور جب کامل نفس حق آشناء ہو کر، مزید ترقی کر کے درجۂ کمال کو پہنچتا ہے تو اس نفس کمال کے تعلق سے کتاب لازوال الفرقان الحمید میں یوں تذکرہ ہوا:

''يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُO ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًO فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْO وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْO''

ترجمہ''اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو،اور میری جنّت میں آ۔''
(الفجر ۸۹: ۲۷۔۳۰)

اے عزیز! ایسانفس میدان معرفت کا شہہ سوار ہوتا ہے، ایسے ہی نفس کو عارف کہتے ہیں اور ایسے نفس عارف کے لئے قرآن پاک میں ارشاد باری ہوا''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى'' (النجم ۵۳: ۳) یعنی وہ اپنی نفسانی خواہش سے کلام نہیں کرتے! ایسے عارف کا نفس نفسِ امارہ نہیں ہوتا بلکہ نفس عارف ہوتا ہے! جب وہ بولتا ہے تو نفس عارف بولتا ہے یعنی ان کی زبان میں اسم ذات ھو ہی بولتا ہے، ان کا کلام منہ الیہ ہوتا ہے ایسے عارف کی شان میں حدیث قدسی میں گواہ ہے:''لایذ کر اللہ الا اللہ''یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے سوا کوئی نہیں کرتا۔

اے عزیز! جب تک تیرا نفس مکمل طور پر اسلام میں داخل نہیں ہوجاتا یعنی شریعت اور طریقت پر مکمل عمل پیرا نہیں ہوجاتا، اس وقت تک تیرا نفس، نفس امّارہ ہی رہتا ہے، اور یہ بندے کی ظاہری عقل کی صورت میں کارگر رہتا ہے۔ دراصل یہ عقل نہیں، عقلِ حقیقی کا پرتو ہے، عین عقل تو اسم ذاتِ ھو ہی کا جلوہ ہے۔ اس راز کو حدیث پاک میں اس طرح پیش کیا گیا ہے!

''العقل فی الانسان والانسان مرأۃ الرب'' عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہے! یعنی عقل انسان میں انسان ہی ہوتی ہے اور انسان اسم ذاتِ ھو کا مسمیٰ ہے بلکہ اصطلاحی طور پر عقل اسم ذاتِ ھو ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اسم ذاتِ ھو انسان اور مسمیٰ ذاتِ حق ہے! یہ بھی معلوم ہوا کہ، اسم ذات ھو ہی مرآۃ الرب ہے، ایک اسم ایک مسمیٰ، ''لایذکر اللہ الااللہ'' اللہ کا ذکر اللہ کے سواء کوئی نہیں کرتا ''لایعرف اللہ غیر اللہ'' اللہ کو اس کا غیر نہیں پہچان سکتا! یعنی اللہ کو اللہ کے سواء کوئی نہیں پہچانتا! کیا مطلب؟ یعنی اسم کے سواء مسمیٰ کو کوئی نہیں پہچان سکتا!

اے بھائی! اسم ذات ھو بڑے کمال کی چیز ہے یہی دراصل انسان ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔ ''الانسان سری وانا سرہ'' انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں! فی زمانہ کچھ لوگ تصوف کے نام پر لایعنی بکواس بکتے ہوئے اور لکھتے ہوئے پائے گئے ہیں، تو مجبوراً ہمیں ان اسرار کو فاش کرنا پڑا، تاکہ آنے والی نسلیں تصوف کے تعلق سے گمراہ نہ ہونے پائیں الغرض جب ان اسرار سے واقف ہو کر حضرتِ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام تک پہنچے تو فرمایا ''لیس فی جبتی الااللہ'' میرے عناصر کے جبے میں اللہ کے سواء کچھ بھی نہیں ہے! حضرتِ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ان رموز سے واقف ہو کر اس مقام کو پایا تو آپ نے فرمایا:

''اناالحق'' یعنی میں نہیں ہوں مگر صرف مجھ میں حق ہے۔ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' پہلے خود کو پہچان پھر اپنے رب کو پہچان یعنی نفسہ اسم ذات ھو ہے! ربہ مسمیٰ ذات حق ہے! ایک اسم ہے اور ایک مسمیٰ ہے، اسم نور ہے اور مسمیٰ نور الانوار ہے، اسم سر ہے اور مسمیٰ سرالاسرار ہے۔ نور سے نورالانوار اور سر سے سرالاسرار تک پہنچنے کا نام ''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' ہے! اور یہی صراط مستقیم ہے۔ اسی صراط مستقیم کی تمنا ہر مؤمن، مسلمان سورۂ فاتحہ میں ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' پڑھکر اسے اپنے پاک پروردگار سے اس سیدھا راستہ کی التجاء کرتا ہے کیونکہ یہی صالحین، کاملین، صدیقین، شہدائے کرام اور انبیاء کرام کا راستہ ہے کیونکہ یہ مقدس نفوس قدسیہ اسی سیدھا راستہ پر چل کر انعام پائے ہیں، جس کی گواہی اللہ رب العزت نے اپنے مقدس کتاب مجید میں ان کلمات کے ساتھ دے رہا ہے۔ ''اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ'' (النساء ۴: ۶۹) یعنی اللہ کا انعام نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین پر ہے۔ اے سالک رہ خدا! اس عناصر کے لباس میں بہت کچھ ہے اور بہت کچھ ہوگا، تو ان سب کچھ کو چھوڑ دے، اور اسم بن کر مسمیٰ تک پہنچ جا، بس یہی تیری نجات ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

رمزِ ذات وصفات

تمام مخلوقات وتمام موجودات، اللہ کے صفات کے مظاہر ہیں، اور تمام صفات اسم ذات ھو کے مظاہر ہیں، اور اسم ذات ھو ذات عین کا مظہر ہے اور ذات عین پردۂ صمدیت میں ہے! اسم و مسمیٰ کا راز سورۂ اخلاص میں پوشیدہ ہے: ''قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ'' آپ فرما دیجئے اللہ احد ہے یعنی اللہ احدیت کے بحر بے کنار میں یکتا ہے! ''اَللّٰهُ الصَّمَدُ'' اللہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، بیشک وہ اپنی شان صمدیت کے ساتھ ہر طرح کی تعریف سے پاک ہے! یعنی وہ اپنے غیر سے اور غیر کی ہر تعریف سے پاک ہے، کیونکہ تعریف حسنِ مثال ہے اور وہ بے مثال ہے۔ ذکر وعبادت حسن تعریف مثال ہے اور وہ بے مثال ہے! وہ خود ہی تعریف وہ خود ہی عارف ومعروف ہے۔ یہاں کس کی مجال ہے کہ مقامِ جلال صمدیت میں قدم رکھے، یا اس بے مثال کو حسن مثال میں مقید کر سکے۔ ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ'' وہ نہ کسی سے پیدا ہوا نہ کوئی اس سے پیدا ہوا! بیشک وہ احد وصمد ہے، احدیت وصمدیت کی شانِ بے نیازی اس کو زیبا ہے۔ اگر وہ پیدا ہوتا تو دو ہوتے، اگر وہ پیدا کرتا تو بھی دو ہوتے! نہیں نہیں، وہ ایک ہے اور دو ہونے سے پاک ہے، وہ احد وصمد خود ہے اور خود سے ہے۔ بس یہی مقام ذات ہے اس مقام کو توحید

کہنا تو درست ہے مگر تعریف کرنا، وضاحت کرنا یا اشارہ کرنا ہرگز درست نہیں! کیونکہ وہ ہر چیز، ہر تعریف، ہر مثال، ہر نام، ہر قید سے پاک ہے۔ وہ کیسا ہے؟ وہ اسی کے جیسا ہے۔ بس یہی اس کی تعریف ہے ''وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ'' اس کے جیسا کوئی نہیں! اس کے برابر کوئی نہیں یعنی وہ اس قدر بے مثال ہے کہ اس کی مثالی تعریف ممکن ہی نہیں، اگر اس کی تعریف ممکن ہے تو صرف اس کا اسم ہی اس کی تعریف ہے۔ اسی لئے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' کہا گیا ہے! معلوم ہوا کہ اسم کی تعریف ممکن ہے، مگر مسمیٰ کی شرح تعریف ممکن ہی نہیں۔ اس سے آگے فقیر بیان کرنے سے عاجز ہے معاف رکھئے گا۔

حقیقت صفات

صفات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کے نوری حجابات ہیں، اور ہر چیز اللہ کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہے، آدمی میں صفت کیا ہے؟ اس کی اپنی جان ہے، ''تخلقوا باخلاق الله'' اللہ کے اخلاق یعنی صفات کو پیدا کرو! کے مطابق اپنی جان کو جاننا چاہیئے کہ یہ اس وقت کس صفت کی مظہر ہے آیا جلالی یا جمالی، اگر جلالی ہے تو فوراً سلوک کی ابتداء سے پہلے ہی اپنی جان کو شریعت مطہرہ کے نور سے صفت مرید کا مظہر بنا لینا چاہیئے، یہ کام صرف تلمیذ الرحمٰن

کے لئے ممکن ہے، ورنہ ہر خاص و عام کے لئے کامل پیر کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے۔ کامل پیر مظہر ذات خدا ہوتا ہے، اس لئے مرید کو صفت پیر کی مظہریت پر لانا اس کے لئے انتہائی آسان ہے۔

راہ گیر و رہبر

اے سالکِ راہ خدا! اس دنیا میں بہت زیادہ لوگ نفس کی ہوا کو عقل تسلیم کرکے جیتے اور مرتے ہیں۔ بہت کم مردان خدا ہیں جو عقل کا حقیقی معنی یعنی اسم ذاتِ ھو کے مطابق کرتے ہیں، یہی حضرات دراصل عقیل ہوتے ہیں! نہ کہ تمام دنیا دار۔ معلوم ہوا کہ عام دنیا دار اہل نفس اور خاصانِ خدا اہل عقل ہوتے ہیں، عام نفس اور ہے، خاص عقل اور ہے، عام عقل نفس ہے، خاص نفس عقل ہے، کیونکہ اسم اللہ، ذاتِ نفس رحمٰن ہے، نفس عام اور ہے، نفس رحمٰن اور ہے، عام انسان صفتِ نفس کا بندہ ہوتا ہے، خاص انسان اسم ذات ھو سے خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ حدیث پاک ہے! ''اخّرو ھنّ حیث اخّر من اللّٰہ''، یعنی اللہ نے جنہیں مؤخر کیا ہے انہیں تم مؤخر کرو! محدثانِ کرام نے اس حدیث کا مفہوم عورتوں کے متعلق لیا ہے، مگر اربابِ تحقیق و معرفت کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اہل نفس امارہ کو اہل عقلِ حق سے پیچھے کرو! یعنی اہل نفس امارہ کو رہبر نہ بناؤ بلکہ ان کو راہ گیر بناؤ تاکہ وہ اہلِ عقل حق کے

پیچھے چل سکیں۔

اے عزیز! نفس ہوا ہے، ہوا کیا ہے؟ نار کا جوڑا ہے اور عقل اسم اللہ ذات ہے اور اسم اللہ ذات نور ہے۔ معلوم ہوا کہ آگ نور سے آگے چل نہیں سکتی بلکہ آگ کو نور کے سانچے میں ڈھلنے کے لئے نور کے پیچھے چلنا ہوگا! اس نکتہ سے پیر اور مرید کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مرید ابتداء میں ناری اخلاق کے ساتھ ہوتا ہے اور پیر نوری اخلاق کے ساتھ ہوتا ہے، مرید راہ گیر ہوتا ہے اور پیر رہبر، ایک عقل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح علم و معرفت کو لئے ہوئے ہوتی ہے، اور ایک عقل وہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کی مانند، بے علم و بے معرفت ہوتی ہے، گدھے کا کام تو صرف حضرت عیسیٰ کا بوجھ اٹھانا ہے! معلوم ہوا کہ ایک عقل ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوتی ہے، ایک نفس ہے جو ان کے گدھے کی مانند ہوتا ہے۔ اے سالک! اب تو بتا کس کو پیر تسلیم کرے گا، عقل کو یا نفس کو؟ کیونکہ عقل حضرت عیسیٰ کی طرح ہے اور نفس آپ کے گدھے کی طرح۔ اگر تو عقل مند ہے تو نفس کو نہیں عقل کو رہبر بنا، اگر تو بے عقل گدھے کی طرح ہے تو بے عقل گدھے کو ہی رہبر بنائے گا۔ پیرِ نفس اور ہے پیر عقل اور ہے، پیر نفس گدھے کی مانند ہوتا ہے اور گدھے کی نظر صرف چارے پر ہوتی ہے، کیا تو ایسے کا چارہ بننا پسند کرے گا؟ گدھے کا چارہ نہ بن، اللہ نے تجھے انسان بنایا ہے، انسان کی رہبری میں چل، شاید تجھے

منزلِ مقصود مل جائے۔

نفس کی جان کیا ہے؟

نفس ناری ہے، نار اس کی جان ہے اور نار صفرا ہے، جو کمبخت نفس، صفراوی مزاج کے مطابق ناچتا ہے اور نچاتا ہے، صفراوی مزاج جس کی عقل بن گیا ہو، اس کی اتباع نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ صفرا ہی دماغی عقل کو حرکت دیتا ہے، نئے نئے منصوبے بنواتا ہے، نئی نئی ایجادات کرواتا ہے، نئی نئی ضرورتیں پیدا کرواتا ہے۔ بالآخر انسان اپنی ایجادات اور ضروریات میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ ہر نفس کی موت صفرا میں پوشیدہ ہے، جب یہ آگ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے اشارہ پر بجھ جاتی ہے تو نفس مردہ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ صفرا ہی کو عقل ظاہر یا نفسانی عقل کہتے ہیں! آخر نفس یا صفرا سے، زیادہ سے زیادہ کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ دردِ سر! اس کے سواء اور کیا ہے؟ آج کی ہر نئی ایجاد اپنے ساتھ ایک دردِ سر لاتی ہے، آج کل ہم یہ دیکھ رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں، اور اسی صفراوی آگ میں جھلس رہے ہیں، مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اسی صفراوی مزاج قوم نے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکالیف پہنچائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اھدِ قومی'' یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

نظرِ رحمت دیکھ رہی تھی کہ یہ قوم صفراوی آگ میں جھلس رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہدایت کی دعا فرمائی۔ ہدایت کیا ہے؟ شفا ہے، رحمت ہے اور صفرا دردِ سر ہے۔ صفرا عقل کا سردار نہیں بن سکتا کیونکہ عقل نور ہے، صفراوی مزاج کے ایجادات اور ہیں اور عقل نور کے ایجادات اور ہیں۔ عقل مثبت ہے اور نفس منفی اور نفس منفی اثرات ہی رکھتا ہے۔

حاصل بحث

اسم ذاتِ ھو کو اللہ نے کئی اصطلاحات کے ساتھ پیش کیا ہے، یہ اس کی حکمتِ بالغہ کی شان ہے۔ اسمِ ذات ہی روح ہے، جان ہے، قلب و دل ہے، دم و نور ہے، عرش و کرسی ہے، ایمان و عشق ہے، علم و عقل اور نفس و انسان ہے۔ بس مقامات کے بدلتے ہی نام و معنیٰ بدل جاتے ہیں، ساری قدرت کو ''اسم و مسمیٰ'' نے گھیر رکھا ہے، ساری قدرت اسم و مسمیٰ کی پہچان ہے، اور مسمیٰ اسم کی جان ہے، یہ اس میں ہے وہ اس میں ہے، یہ اس کا آئینہ ہے اور وہ اس کا آئینہ ہے، اسی اسم ذات کا جمال جنتوں کی صورت میں پیش ہوگا، اسی اسم ذات کا جلال جہنم کی صورت میں دہک اُٹھے گا اور ناری صفت والا اس کا ایندھن ہوگا۔ ''یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ'' (الفتح ۴۸:۱۰) یعنی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، یعنی تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے! یعنی اسم کا ہاتھ مسمیٰ کا ہاتھ

ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ''(الانفال ۸: ۱۷) اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کنکریاں آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی ہے یعنی اے اسم یہ تیر و کنکر تم نے نہیں چلائے بلکہ مسمّیٰ نے چلائے ہیں۔عقلمند را اشارہ کافی است۔

(بابِ چھارم)

انسانی سائنس اور خدا کی تلاش

سن 2012ء جولائی کے پہلے ہفتہ میں ساری میڈیا، ساری ٹی وی چینلوں پر جزوی خدا کے ملنے کا واویلہ مچایا گیا۔ مذہبی رہنماؤں اور سائنسدانوں میں بحث و مباحث ہوئے، سب لوگوں نے اپنا اپنا موقف رکھا نتیجہ پھر وہی ''ڈھاک کے تین پات'' آخر آج کی اڈوانس سائنس کی عمر ہی کتنی ہے؟ ڈیڑھ سو سال۔ اس سے پیشتر جتنے بھی ترقیات ہوئے، کہیں نہ کہیں مذاہب کے مرہون منت رہے، آخر کار آئنسٹن جیسے سائنسدان کو تسلیم کرنا پڑا، تو اس نے زمانے کو یہ نظریہ دیدیا کہ (Science, without Religion is Lame) ''سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے''، (Religion, without Science is Blind) ''مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے''، یعنی آئنسٹن نے تسلیم کیا کہ سائنس مذہب کا ایک شعبہ ہے اور مذہب سائنس کی ترقی کا ذریعہ ہے، آخر یہ باخدا اور بے خدا کا جھگڑا کیا ہے؟

سائنس اور کائنات

سائنس کو جب تجسس ہوا کہ یہ کائنات کیسے بنی؟ تو امر کی تفتیش کے لئے دنیا بھر کے چھ ہزار، یا دس ہزار سائنسدانوں نے برسوں کی کوشش کے بعد، فرانس کے قریب زمین کے ڈیڑھ سو میٹر نیچے ایک لمبی چوڑی سرنگ بنائی اور بطور لیبارٹری استعمال کر کے ایک مشین بنائی جس کا نام Large Coliedor Hedron (L C H) ہے۔ جس کے بننے کے بعد، برسوں کی محنت کے نتیجہ پر سوال اٹھنے لگے، کہ اگر اس مشین سے کام لیا گیا تو آسمان میں بلیک ہول (Blackhole) بن جائے گا اور اس میں دنیا غائب ہو جائے گی؟ اس طرح کے کئی ایک سوالات کی ہر طرف سے بوچھار ہونے لگی، سائنسدانوں کو سمجھانا پڑا کہ اس مشین سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، آخر کار جیسے تیسے کر کے اس مہا مشین کو شروع کیا گیا تو چار برسوں بعد نتیجہ آیا کہ ہم نے وہ ذرّہ ڈھونڈ نکالا ہے، جس سے دنیا بنی ہے! اس ذرّے کا نام ہگس بوسون رکھا، اس محنت اور کارنامہ کی تفصیل پر کسی مصنف نے کتاب لکھی اور اس ذرّے کا نام جزُوی خدا یا (Godpartical) دے دیا۔ پھر پوری دنیا میں شور بپا ہوگیا کہ جزوی خدا کو ڈھونڈ لیا گیا۔ اب آیئے! ذرا اس مہا مشین کی کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

L C H یعنی مہا مشین کی کارکردگی

نیوٹرون، پروٹون اور الیکٹرون (Neutron, proton Electron) کو تو پہلے ہی تلاش کر لیا گیا تھا، جس کے نتیجہ میں دنیوی وسائل کے ساتھ جنگی ٹیکنک میں بھی ترقی آئی، جب یہ ٹیکنک کا استعمال کیا گیا تو کئی مما لک جہنم کا نمونہ بھی بن گئے اور بن رہے ہیں۔ سائنس دانوں نے اس مہا مشین سے ایک طویل عرصہ تک الیکٹرون اور پروٹون کو آپس میں ٹکرایا تو محض تین مرتبہ ایک نئی چنگاری دریافت ہوئی! اس کھوج میں تن من کی بازی لگانے والے سائنس دانوں میں مشہور سائنسدان، پیٹر ہگس اور ستیند رناتھ بوس ہیں، ان دونوں سائنسدانوں کی انتھک کوشش سے جس جزء کو دریافت کیا گیا اس جزء کو کچھ لوگوں نے (God partical) کا نام دے دیا، اس جزء کا وجود ان کی اپنی تحقیق کے مطابق "تیرا لاکھ سات ہزار ملین سال" پہلے ہوا ہے۔ اس دریافت شدہ جزء کا نام مطلوبہ دونوں سائنسدانوں سے منسوب کرتے ہوئے ہگس بوسون رکھ دیا گیا!

Higgs boson ہگس بوسون کیا ہے؟

چند سوالات کو لیکر سائنسدان پریشان تھے کہ کسی بھی چیز کو وزن یا ثقل

یا بوجھ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ یا کسی بھی چیز کو یہ روپ، آکار اور وزن کس طرح ملا؟ وہ کونسی قوت ہے، جس کی شمولیت سے وزن برقرار ہوتا ہے؟ وہ کونسی ایسی چیز ہے جس سے مظہریت، آکار یا روپ ملتا ہے؟ آخر کار دور کی کوڑی مل گئی! سائنسدانوں نے نتیجہ سنایا کہ وہ ایک ایسا تنکا ہے یا چنگاری، ہے جس کی برقی قوت کے سمیٹنے سے اجزاء کو وزن اور آکار ملتا ہے۔ اس فارمولہ کے تحت سائنس کہتی ہے کہ اب ہر مشین کو، اور ہر آلہ کو، پہلے سے زیادہ رفتار و قوت مل جائے گی۔ ہر بیماری کا علاج کیا جائے گا! اب آیئے ذرا تحقیق کریں کہ وہ جُزء کیا ہے؟ اور بلیک ہول کیا ہے؟ ڈارک میٹر کیا ہے؟ بگ بینگ کیا ہے؟ سائنسدان کہتے ہیں کہ عنقریب ان تمام سوالوں کا جواب حاصل کر لیا جائے گا! نیز کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کائنات میں ایک دھماکہ ہوا، اس دھماکے بعد چار فیصد اجزاء کو وجود ملا، بگ بینگ کے بعد وجود میں آنے والی تمام اشیاء میں سے صرف چار فیصدی اشیاء کو وزن اور آکار ملا ہے بقیہ 96 فیصد ڈارک میٹر یا ظلماتی اشیاء ہیں جن کو ابھی آکار و وزن نہیں ملا اس لئے ممکن ہے وہ ہوا کی مانند زمین اور خلاؤں میں تیر رہے ہوں۔ جس ظلماتی اشیاء کا قرآنِ پاک میں یوں تذکرہ ہوا ہے: ''ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ'' (حم السجدۃ ۴۱:۱۱) یعنی پھر اللہ نے آسمانوں کو قائم کیا جو ازیں قبل دُھواں بنکر تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا سائنس آنے والے دنوں میں ہگس بوسون

کے سہارے اس ڈارک میٹر یا ظلماتی اشیاء کو وزن اور آکار دینے میں کامیاب ہو جائے گی؟ بالفرض اگر ایسا ہوا بھی تو دنیا اور خلاؤں میں تیرنے والے ستارے اور سیارگان کا کیا ہوگا؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ کروڑوں ظلماتی اشیاء سے کروڑوں چاند و سورج اور ستارے وجود میں آجائیں؟ اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر کئی بگ بینگ اور ہو جائیں؟ جس کی ہولناک تباہیوں کا ذکر قرآنِ مجید کی سورۃ القارعۃ میں اسی بگ بینگ (Big bang) کی طرف اشارہ فرمایا ہے! آج کی جدید سائنس جس بگ بینگ کی تحقیق کا سہرا اپنے سر باندھ رہی ہے وہ تو اسی انفجارِ عظیم یعنی بگ بینگ کی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ''اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط'' (الانبیاء ۲۱:۳۰)

ترجمہ: ''وہ جنہوں نے حق کا انکار کیا، کیا اس بات سے
واقف نہیں ہیں کہ زمین و آسمان دونوں آپس میں
ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا۔''

تو اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزّت نے اس کائنات کی تخلیق سے قبل ایک انفجارِ عظیم کیا! جس بگ بینگ کی فکر میں آج کی سائنس ڈوبی ہوئی ہے، اسی کا تو ذکر اس سورۃ میں اور آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے، جس کا جی چاہے غور کرلے، اور سمجھ کر آج کے ان ہلاکت خیز حالات کا جائزہ لیتے ہوئے

معنیٰ حاصل کرنے کی کوشش کرلے اور انجام کا اندازہ بھی کرلے۔

سائنس کا جزُ وی خدا (God partical) اور قرآن

سائنس کے تحقیقات کی روشنی میں جس جزُ وی خدا کی بات چلی ہے اس تحقیق کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے؟ ''اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا ط''

ترجمہ: ''کیا یہ منکرین حق نہیں دیکھتے کہ زمین وآسمان یہ دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا۔'' (الانبیاء۲۱:۳۰)

اب ذرا بتائیے کہ آج کی سائنس جو کہہ رہی ہے کہ کائنات کے جتنے حصّے آج بکھرے ہوئے ہیں، وہ سب آج سے کئی ہزار سال پہلے آپس میں ملے ہوئے تھے! ان ملے ہوئے آسمان اور زمین کو انفجّارِ عظیم {Big bang} کے ذریعہ جدا کس نے کیا؟ اور بکھرے ہوئے ذرّات کو دو حصّوں میں بانٹا کس نے؟ ان میں بھی چند اشیاء کو وزن ملا اور بہت سے اشیاء کو وزن نہیں ملا؟ یعنی جس کو سائنس کہتی ہے بگ بینگ کے بعد چار فیصد اشیاء کو وزن ملا اور چھیانوے فیصد اشیاء کو نہ وزن ملا اور نہ صورت، یعنی وہ ظلماتی اشیاء ہیں، یعنی ڈارک میٹر ہے ''Dark metter'' انہی وزنی وغیر وزنی، آکاری

وغیر آکاری اشیاء کے تعلّق سے قرآنِ پاک بیان کرتا ہے: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝

ترجمہ: یعنی اللہ جل جلالہ کی وہ ذات ہے جو تمہارے ہر عمل کی صورت، روپ وآکار کو دکھادے گی اور بندہ دیکھ لے گا یعنی وہ ذرہ خیر کو بھی دیکھ لے گا اور ذرہ شر کو بھی دیکھ لے گا۔ (الزلزال۹۹:۷۔۸)

یہاں مثقال یعنی پیمائش کے مطابق ذرہ کہہ کر اعلان کرتا ہے کہ انسانی آنکھ جس کو دیکھ ہی نہیں سکتی اور چھو بھی نہیں سکتی، عقل پا بھی نہیں سکتی وہ اس کو بھی دیکھ رہا ہے۔ یہاں ذرّہ سے مراد ہگس بوسون کے نظریہ سے بہت دور کی بات ہے، ممکن ہے ہگس بوسون کو توڑنے سے کچھ اور ملے یا ملے ہوئے کو توڑنے سے کچھ اور ملے۔ الغرض مزید قرآن کہتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡط'' بیشک اللہ ہر چیز پر محیط ہے! پھر مزید قرآن کہتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ'' (البقرہ۲:۲۰) بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بیشک وہ اللہ جل شانہ کی ذات محیط وقدیر ہے اور ذرّہ چاہے وہ جسم پاچکا ہو یا بے جسم، اللہ ہر شئے پر محیط وقدیر بنکر ہے۔

یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے! اللہ کا دستِ جمال جن کے

ہاتھوں پر ہو ان ہاتھوں کا کیا کہنا۔ اس کے لئے شق القمر کا معجزہ گواہ ہے، جس کی گواہی قرآنِ پاک ان الفاظ میں دے رہا ہے: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ'' (القمر ۵۴:۱) (قیامت قریب ہوئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا) نبیٔ پاک ﷺ کی انگشتِ مبارک کے ایک اشارہ پر آسمانی چاند قربان ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، اور آج کی جدید سائنس جو صرف مشاہدے پر یقین رکھتی ہے، دورِ حاضر کا امریکی تحقیقاتی خلائی ادارہ ''ناسا'' نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ چاند کے درمیان میں ایک لکیر پڑی ہوئی ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آج سے کئی سو سال پہلے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا! اس کے بعد وہ جڑ گیا۔ برطانیہ کا ایک عظیم محقق موسیٰ بیتکوک کو مذاہب کی مقدس کتب پر تحقیقات کا بڑا شوق تھا ان کی قرآنِ پاک کی مذکورہ آیت پر جب نظر گئی تو تحقیق کیا اور اس بات کا ثبوت ملا کہ نبیٔ پاک ﷺ نے انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے کیا تھا، اور آج کی جدید سائنس بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے تو ''موسیٰ بیتکوک'' قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی حقّانیت کا اقرار کرتے ہوئے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

الغرض صاحبِ لولاک باعثِ کن فکاں ﷺ کی انگشتِ مبارکہ کے اک اشارہ سے آسمانی چاند قربان ہو کر دو ٹکڑے اس لئے ہوا کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ اب ذرا سوچئے جن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہوتا

ہے، وہ ہاتھ آسمانوں پر کس قدر کارفرما ہو گا اسلئے آج ہم بھی اسی آیۃ کریمہ کی روشنی میں بیعت دیتے لیتے ہیں۔

مگر افسوس! آج کل نابالغ پیر چر رہے ہیں، مرید چارہ بنے ہوئے ہیں، پیری مریدی مردانِ خدا کا کام ہے، ایسے لوگ اللہ کی نصرت ہوتے ہیں، مظلوموں کی فریادرس اور بیماروں کے مسیحا ہوتے ہیں، ایسے لوگ منصف، سراپا رحمت و محبت ہوتے ہیں، ہر حال میں بے غرض و بے رشوت کام کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے حق میں ہر وقت ''وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا'' (الدھر ۷۶:۲۱) کا پیغام آتا رہتا ہے، ایسے لوگوں کا قلب شرابِ رحمت سے بھرے ہوئے جام کی مانند ہوتا ہے، اللہ والے مے رحمت کے مست ہوتے ہیں۔ ''فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ'' آسمان میں تمہارا رزق ہے کے مصداق ان کا رزق آسمان میں ہوتا ہے، ایسے حضرات رزق کی تلاش میں دربدر نہیں بھٹکتے۔ مگر دنیادار پیروں کا رزق مریدوں کی جیبوں میں ہوتا ہے، مردانِ خدا کا رزق آسمانی کھیتی میں ہوتا ہے، دنیا ساز پیر حسب نسب پر مغرور ہوتے ہیں ہر جگہ ''پدرم سلطان'' بود کہتے پھرتے ہیں، کوئی ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ ترا چہ؟ لیکن یہ ندامت محسوس نہیں کرتے، باپ داداؤں کے قصے کہانیاں سنا کر فخر کرتے ہیں۔ بات تو بڑوں کی بڑائی بیان کرنے میں نہیں، بات تو بڑوں جیسا بننے میں ہے، کیا نوح علیہ السلام کا بیٹا ہونے سے ان کے جیسا

ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! کیونکہ وہ باغی تھا، آپ کے اخلاق و کردار سے کوسوں دُور تھا، کیا یعقوب علیہ السلام کے حاسد بیٹے حضرتِ یوسف علیہ السلام کی طرح ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہوسکتے۔

اے اللہ کے بندے

حرص، حسد، تکبر، حسب نسب کا غرور چھوڑ دے انسان بن۔ انسانیت کی قدر کر، غرور کے صفراوی بخار میں کیوں تپ رہا ہے؟ تیرا جسم اور جسمانی بھوک تیری جان کو پامال کر رہے ہیں، ہوش کے ناخن لے، بلند مقامات غرور و تکبر سے ہرگز حاصل نہیں ہوتے، یہ تو عقل و جان کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں، تیری جان تیرے نفس میں، نفس کے صفراء میں ہے اور تیری عقل صفراء کا مزاج لئے ہوئے ہے۔ عالم بالا کی فوقیت مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے، شمع محفل سے دور کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے، یہاں جو کچھ تو دیکھ رہا ہے، پا رہا ہے، کوشش کر رہا ہے، وہ کہاں سے آیا ہے؟ تو خود کہاں سے آیا ہے؟ اوپر سے آیا؟ تو نظر بھی اوپر رکھنی چاہیئے! چمگاڈر کی طرح اندھیرے میں جینے کی کوشش نہ کر، آنکھوں والا ہو جا اور اُجالے سے محبت کر، تو یہاں اگر آغاز ہے تو اپنے انجام پر نظر رکھ، جاہل سے روشن دل اندھا بہتر ہے۔ اگر تو حق پرست ہے تو منکرانِ حق تجھے برا ہی کہیں گے، تہمتیں رکھیں گے، بدنام

کریں گے فکر نہ کر، اللہ تیری بے گناہی کا گواہ ہوگا۔ چغلخور ظلماتی ہے، پیچھے برائی کرتا ہے، ایسے ہی شخص کے لئے قرآن پاک میں ویل کی وعید سنائی گئی ہے، یہ چور ہے، چوری کے لئے رات ہی پسند کرے گا تو سراپا دن بن جا۔ شر پسند انسان نہیں ایک تصویر کے مانند ہوتا ہے، خیر پسند انسان ہے، انسان وہ ہے جو میزان کی مانند ہو اور جو خیر و شر کو تول دیکر جدا کر دے۔ شر پسند، خیر پسند کا ہم جنس نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک عرشی شہباز ہے، دوسرا فرشی کیڑا ہے، اے اللہ کے بندے اگر تو انسان ہے تو ''علیّین'' یعنی بحرِ نور کا موتی بن، ظلمات یعنی ''سجیّین'' کا چمگاڈر نہ بن، بے نقص و بے نیاز نور بن نہ کہ نار۔ اے انسان آفاق سے گزر کر روشن چاند بن نہ کہ زمین پر رینگنے والا کیڑا! اے انسان تیرا دم حضرت عیسیٰ اور تیری ذات کا چہرہ حضرت یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی مانند ہے، آنکھیں کھول خود میں غور کر اور خود میں سفر کر۔

مرتبۂ انسان

اللہ نے حضرت آدم کو بڑی حکمتوں کا خزانہ بنا کر پیدا کیا ہے، جس کی خبر نہ مقرب فرشتوں کو تھی نہ ابلیس کو۔ جب حضرتِ آدم تخلیق کے مراحل سے گزر چکے روح پھونکنی باقی تھی تو ابلیس نے پیکر کو دیکھا، حسد سے تجسس پیدا ہوا، خدا اور حضرت آدم کا جاسوس بنا، حضرتِ آدم کے جسد اطہر میں اُتر کر دیکھا کہ آخر

حضرت آدم میں رکھا کیا ہے؟ پورے وجود کی تلاشی لی اور مایوس لوٹ آیا۔ فرشتوں سے کہا کہ میں نے اس پتلے کی اندرونی تلاشی لی، مگر اس میں سوائے ایک بند صندوق کے اور کچھ نہیں ہے، میں نے اس صندوق کو بھی کھولنا چاہا مگر افسوس وہ کھل نہ سکا، پتہ نہیں اس میں کیا رکھا ہے۔ وہ کھلتا بھی کیسے؟ وہ سینۂ آدم تھا، وہ رازوں کا گنجینہ تھا کس کی مجال ہے کہ وہ سینہ کھول سکے، جب تک خود اللہ شرح صدر نہ کر دے۔ سینہ یا صدر سے مراد وہ سینہ نہیں جسے کل جگ کے پیر سینہ کے راز یا رازِ سینہ بسینہ کہتے ہیں، ہرگز نہیں یہ سینہ بھی کیا جو دل و پھیپھڑوں کو چھپائے بیٹھا ہے، جہاں تک خون کا دوران ہے وہاں تک تو ابلیس جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فانّ الشّیطان یجری من ابن آدم مجری الدّم'' یعنی بیشک شیطان بنی آدم کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ تو کیا سینہ میں نہیں گردش کرتا؟ بیشک کرتا ہے۔ اے عزیز! علمِ سینہ اور ہے گوشت کے ٹکڑوں کو چھپائے رکھا ہوا سینہ اور ہے، وہ سینہ رازوں کا گنجینہ ہے، جس میں دونوں عالم کے راز پوشیدہ ہیں، یہ سینہ بحرِ بے کنار کی مانند ہے یا ایک لامحدود نور کی کائنات کی مانند ہے، اسی سینہ میں دل ہے، دل میں عرش و کرسی ہے، لوح و قلم ہے اس سینے کی کیا مثال دوں کہ بے مثال گنجینہ ہے، ارواح کا ایک سمندر ہے جو روح الروح کا تخت ہے، اس پہ ایک ازلی تالا پڑا ہوا ہے۔ اس سینے کے باہر

ظلماتی دھواں ہے، آگ ہی آگ ہے اور کچھ نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا شرحِ صدر تین بار ہوا حضرت جبرئیل نے آپ کے قلبِ اطہر کو دھویا پھر رکھ دیا۔ آخر یہ شرحِ صدر کیا ہے، تین مرتبہ کیوں دھویا گیا؟ یہ سوال ایک کامل پیر سے پوچھنا چاہیئے، اب یہ شرحِ صدر وہی انجام دے سکتا ہے جس کو اللہ نے جبرئیل کی مانند چن کر اجازت دی ہو۔ اے عزیز! اس کو کامل پیر کہتے ہیں جو اللہ کی اجازت سے مرید اور پیر ہو! بس وہی شرحِ صدر کر سکتا ہے، آج کل کچھ مادی دنیا کے مادہ پرست پیر واویلا مچاتے رہتے ہیں کہ یہ علم سینہ بسینہ ہے، یہ رازوں کا علم جو ہر ایک کو نہیں بتایا جا سکتا۔ حتیٰ کے مرید کو بھی نہیں؟ اس لئے اکثر پیر سوال کرنے والے مریدوں کو یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ راز کی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی؟ تو ہم پوچھتے ہیں اگر یہ راز کی بات مرید کو بھی نہیں بتا سکتے تو پھر مرید کیوں کیا؟ راز تو صرف ایک ہے جو سینہ کا گنجینہ ہے، اس کو ہر کس و ناکس میں فاش نہیں کیا جا سکتا، ورنہ ابلیس حضرت آدم کا ہر راز جانتا ہے جہاں تک انسان کے خون میں رسائی ہے وہاں تک ابلیس پہنچتا ہے اور ہم میں پوشیدہ ہر راز کو جان چکا ہے، سوائے اس صندوق کے جسے سینہ کہتے ہیں۔

اے عزیز! اگر انسان عالمِ کبیر ہے، یا صغیر ہے، تو ہم میں ہی ہر راز پوشیدہ ہے، ہم کو شیطان ہم سے بہتر جانتا ہے کہ ہم میں کیا پوشیدہ ہے! اور کیا

نہیں! جب ابلیس پر ہم میں پوشیدہ راز راز نہ رہ سکا تو دوسرے انسان سے پوشیدہ رکھنے والا ہم میں ایسا کونسا راز ہے جو مریدوں پر بھی فاش نہیں کیا جاسکتا۔معلوم ہوا کہ راز صرف شرح صدر میں ہے، راز صرف سینۂ حق میں ہے، باقی جہاں تک جسم میں خون دوڑتا ہے وہاں تک کوئی ایسا خاص راز نہیں جس کو فاش نہیں کیا جاسکتا۔ ہم آج مادی دور میں جی رہے ہیں، جدید ترقیاتی (ٹیکنالوجی) دور میں جی رہے ہیں، نئی نئی ایجادات سے قدرت کے رازوں کو کھولا جارہا ہے، کمپیوٹر ہر چیز کے راز کھول کر ثبوت پیش کررہا ہے، آج سائنس کہتی ہے کہ جو بات تم کہتے ہو اس بات کو ثابت کر کے بتاؤ؟ تو ایسے دور میں ہر کوئی ثبوت مانگتا ہے، اگر ہم ثبوت میں مبہم اور دھندلا تصوف پیش کریں، تو کیا آج کی سائنٹفک عقل قبول کرے گی؟ اگر پرانی اصطلاحات، غیر معمولی اشاروں میں مقید، معمہ نما تصوف کو پیش کریں تو کیا آج کی کوئی ڈکشنری ان الفاظ کا معنیٰ فراہم کرسکے گی؟ اسلئے ہم نے صاف صاف لکھنے والا قابو یافتہ قلم اختیار کیا ہے، تاکہ آسانی سے قاری کی سمجھ میں آجائے، ورنہ معمہ نما اصطلاحات کو نہ سمجھ کر آنے والی نسلیں مکمل طور پر کہیں تصوف کا بائیکاٹ نہ کردیں۔ ہم مادی دور میں ہی جی رہے ہیں، ہم بھی کہیں نہ کہیں مادہ پرست ہو چکے ہیں، جدید ترقی مثبت اور منفی اثرات لے کر آئی ہے، جدید سائنس دعویٰ کررہی ہے کہ ہم آسانی سے ہر مرض کا علاج ڈھونڈ لیں گے، ممکن ہے امراض کا علاج ڈھونڈ بھی لے، مگر سماوی امراض و آفات کا علاج ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے برابر ثابت

ہوگا۔آج کل ہم زہریلی خوراک کھارہے ہیں، ہم زہریلے سانپوں کی مانند ہو چکے ہیں، شاید ہمارا کاٹا پانی بھی نہ مانگے، زمین کی فضا زہر آلود ہو چکی ہے، اوزون کی پرتیں (Ozone layers) پھٹ رہی ہیں! آج کا انسان خطرناک شعاعوں (Horrible rayses) میں گھرا ہوا ہے، سیل فون کے میناروں (cell phone towers) کا جال بچھا ہوا ہے، جس سے کروڑوں سگنل نکل رہے ہیں، ہزاروں سیٹلائیٹس خلاء میں تیر رہے ہیں طرح طرح کے خطرناک سگنل بھیج رہے ہیں، جو انسان کو چھید کر گزر رہے ہیں، ہر انسان زخمی ہو رہا ہے، ہر انسان بیمار ہو رہا ہے، کل ایک دن ایسا آئے گا کہ ان خطرناک شعاعوں، ریڈیشن (Rediation) کے مضر اثرات سے انسانی دماغ معطل ہوجائے گا، اور ممکن ہے یہ اپنے سگنلس جسم تک بھیج سکے گا، تو جسم میں پوشیدہ حیاتین، اینزایئم اور کیمیکلز حرکت میں نہ آسکیں، یہ بھی ممکن ہے کہ جسم کے لئے ضروری سگنل بھیجنے سے دماغ معطل ہوجائے یا فالج زدہ ہوجائے۔ ممکن ہے اس وقت پوری میڈیکل سائنس بے بس ہوجائے اور ڈاکٹرس کہنے لگیں کہ جینا ہے تو میڈیٹیشن کرو، ورنہ مجبور و بے بسی کی موت کو دعوت دو، اور ممکن ہے آنے والے بیس پچیس سالوں کے بعد لوگ ڈاکٹروں کے پاس یہ کہتے ہوئے اور روتے ہوئے جائیں کہ ہماری ساری دولت و شہرت لے لو، ہمیں تھوڑی سی صحت مند زندگی دے دو، آج دولت کے پیچھے بھاگنے کا دور ہے ممکن ہے کل صحت کے پیچھے بھاگنے کا دور آئے۔ پھر کیا تعجب

ہے کہ ہر دواخانے کی دیوار پر یہ اشتہار چپکا ہوا ملے کہ جینا ہے تو میڈیٹیشن کرو ورنہ مرو۔کل کی بات کیا ہے، آج بلکہ آج نہیں بلکہ کئی برسوں سے سائنسدان چلا رہے ہیں کہ جینا ہے تو میڈیٹیشن کرو، ہندو گیانی دنیا بھر میں گیان دھیان' ویا یام، پرانا ویا یام'' کی تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں، شاید انہوں نے آنے والے کل کے خطرات کو بھانپ لیا ہے، ایک ہم مسلمان ہیں، تہتر جماعتوں میں بٹ کر چلو تبلیغ کریں کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، جس کی بدولت ایک گھر میں ہی کئی کئی جماعتیں مل جاتی ہیں، شاید علامہ اقبال نے اسی وقت کی پیشن گوئی کی ہے یا عکاسی کی ہے۔

یہ مصرع لکھ دیا کس شوق نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اے آج کے غافل انسان! مجھے موجودہ قوم کے حال پر قطعاً نہیں رونا آرہا ہے، میں نہیں روؤں گا! میں رو رہا ہوں آنے والی نسلوں کے غم میں، میں لکھ رہا ہوں آنے والی نسل کی صحت مند زندگی کے لئے، تاکہ جب ان کے سامنے ڈاکٹروں کا پیش کیا ہوا میڈیٹیشن کا مرحلہ آئے اور آکے ہی رہے گا تو تم دیکھو گے تو دیکھو گے! ہم چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے صوفیان کرام کا وہ آسان تصوف آجائے جس میں زندگی کی ضمانت ہو، میں لکھ رہا ہوں اس لئے کہ آنے والی نسلیں میری کتابوں کو پڑھ کر، سمجھ کر، مزید تحقیق کر کے مجھ سے بہتر،

مجھ سے برتر، مجھ سے آسان تصوف پیش کر سکیں اور آنے والا دور تصوف کا دور ثابت ہو جائے۔جس میں صحت ہو، زندگی ہو، انسان اور انسانیت کا بول بالا ہو، امن وشانتی ہو، پیار و پریم ہو، وطن کی محبت بھی ہو اور دین کی محبت بھی ہو۔ بس اس ضمنی بحث سے ہم اعراض کرتے ہوئے اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

اے عزیز! اللہ ربُّ العزت ارشاد فرماتا ہے: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ'' (التین ۹۵:۴) یعنی ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔سبحان اللہ! اس بہترین صورت کو دیکھنے کے لئے آئینۂ نور کی ضرورت ہے، آنکھوں کی ضرورت ہے۔وہ بہترین صورت کا حسین شاہکار حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، اس بہترین صورت کے حسن کا خزانہ نبی کریم ﷺ کا نور ہے اور وہ بہترین صورت میری آنکھوں میں ہے، میری نظر میں ہے، میرے دل کے آئینہ میں ہے۔حاسد اندھے کو کیا خبر کہ وہ بہترین صورت کیا ہے؟ وہ بہترین صورت میری ہے، وہ تیری ہے اور وہ بہترین صورت لقائے الٰہی ہے۔ارشاد گرامی ہے: ''ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ الرحمٰن'' بیشک آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا، اللہ اکبر! جس انسان کو صورت رحمان ملی ہو، جس انسان کو بہترین صورت ملی ہو، اس انسان کا مرتبہ کیا ہوگا؟ اے اندھے وہ صورت تیری ہی صورت میں چھپی

ہوئی ہے ذرا آنکھیں کھول اور دیکھ کہ وہ صورت کیسی ہے؟ تو کیسا ہے اور تجھے کیسا ہونا چاہیئے ۔اسی لئے کہا گیا ہے: ''الانسان سری وانا سرہ'' انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں ۔وہ راز کیا ہے؟ ''انت انا وانا انت'' ہے یعنی تو ہے سو میں ہوں، میں ہوں سو تو ہے ۔اللہ کا شکر ہے میں بہروپیہ نہیں ہوں، میرا ایک ہی روپ و رنگ ہے، ایک ہی صورت ہے، میرا ایک ہی خدا ہے، وہ بھی ایک میں بھی ایک ۔اب چاہتا ہوں ایک میں ایک کھو جائے تو وہ ہو جائے! جس کیلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اذا تم الفقر فھو اللہ'' جب فقر تمام ہوتا ہے تو بس اللہ ہوتا ہے ۔ اے کالی آنکھوں والے، اپنے باہر نہ دیکھ، اپنے اندر دیکھ! ہائے تو کس طرح دیکھ سکے گا، جب کے تجھے بینا پیر، دکھانے والا پیر، چلانے والا پیر میسر ہی نہیں آیا ۔بس قال ہی قال میں تو اُلجھ کر رہ گیا، خدا نے تجھے ہر طرح کی نجاست سے پاک صورت دی ہے، تو اپنے باہر نجاست میں کیوں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے، خدا نے تجھے پاک اور آزاد پیدا کیا ہے، کیوں اپنے آپ کو نجاست سے آلودہ کر رہا ہے، اب تجھے کون دھوئے گا؟ کون تجھے غسل دے گا؟ ہاں مگر وہ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''الطّالب عند المرشد بین یدی الغاسل'' پیر غسال کی مانند ہوتا ہے جو مرید کو ہر طرح کی نجاست سے پاک کرتا ہے، ایسا پیر تلاش کر اور کیا ہے؟ بس صورت میسّر

آجائے گی۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس

معزز و محترم حضرتِ آدم علیہ السلام کی دو شانیں ہیں ایک یہ کہ آپ کے اعزاز کے مطابق فرشتے آپ کو سجدہ کریں، دوسری شان یہ کہ ابلیس آپ کو سجدہ نہ کرے ۔یہ آپ کی ازلی شانیں ہیں مگر آپ ان دو شانوں کے مراتب سے محترم آدم ہیں، اگر ابلیس نے بھی آپ کو سجدہ کر لیا ہوتا تو ایک شان کی کمی سے آپ حضرت آدم نہ ہوتے بلکہ فرشتوں سے بہتر، فرشتوں کی ہی صف میں ہوتے ۔حکم سجدہ تو ایک تھا مگر مرتبہ الگ الگ تھا، ایک آدم کے جمال کے لئے سجدہ تھا دوسرا حضرت آدم کے جلال کے لئے سجدہ تھا ۔فرشتے جمالی تھے اپنی اصل یعنی حضرت آدم کو سجدہ کیا! ابلیس ناری تھا اس لئے اس پر حضرت آدم کے جلال کو سجدہ کرنا! فطرت کے خلاف پایا تو اس نے انکار کر دیا، کیونکہ وہ خود ناری تھا، دوسرا جلال کی فرمانبرداری اس کے مزاج کے خلاف تھی لہذا سجدہ کرنے سے انکار کر دیا! اگر سجدہ کرتا تو وہ خود بھی مرتبہ سے گر جاتا، فرشتے میعارِ حق پر فائز ہوئے اور ابلیس اپنے دعوے پر انکار کو گواہ بنا لیا ۔اس لئے فرشتے آدم کے دوست ثابت ہوئے اور ابلیس کھلا ہوا دشمن ۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان لاتعبد الشیطان انہ

لکم عدو مبین'' شیطان کی پرستش نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔لہٰذا دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے، ایسے دشمنوں سے خبردار رہنا چاہیئے، ایسے لوگوں کی باتیں زہر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں، ان کی دشمنی میں خدا کی محبت ہے، ان کی دوستی میں خدا سے بغاوت ہے ،ایسوں کے ہر وعدے کمزور اور ضعیف ہوتے ہیں، باتوں میں عیاری اور فطرت میں غداری ہوتی ہے، قسمیں توڑنے کے لئے قسمیں کھاتے ہیں بھروسہ نہ کر، اس کا نفس حاکم اور عقل قیدی ہوتی ہے، خواہ وہ قرآن پڑھے یا کھالے! کیونکہ اس کے وعدے کمزور اور قسم جھوٹی ہوتی ہے سچی قسم نفس کے لئے بیڑی کی مانند ہوتی ہے، اس کا حاکم نفس کب قبول کرے گا کہ وہ قیدی بنے۔ ایسے لوگوں پر ''اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ'' (المائدہ ۵:۱) وعدوں کو پورا کرو! کا اثر نہیں ہوتا، ایسے لوگوں پر وَاحۡفَظُوۡۤا اَیۡمَانَکُمۡ (المائدہ ۵:۸۹) یعنی اپنے ایمان کی حفاظت کرو! کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ شیطان کے دھاگے کی طرح ہوتے ہیں جو اپنے دوست کو ہی جکڑ کر قیدی بنا لیتے ہیں۔

موت ایک پل ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''الموت جسر یوصل الحبیب الیٰ الحبیب'' موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو ایک دوست سے ملا

دیتا ہے۔ اس حدیث پاک میں موت اور دوستوں کی ملاقات کا ذکر ہے، موت کیا ہے؟ موت ایک گہری کھائی ہے ، موت ظلمت کا گھر ہے موت امراض کے قاصدوں کی حاکم ہے، موت ظلمات کا ایک گہرا کنواں ہے، جس کے پردے میں آبِ حیات ہے اور کہتے ہیں آبِ حیات ظلمات میں ہے! اے عزیز! موت کہاں ہے؟ وہ تجھی میں ہے اور تیرے سر پر کھڑی ہے، وہ تیری نظر کے سامنے ہے۔ افسوس تو اسے نہیں پہچانتا؟ اے عزیز! یہ دنیا کیا ہے؟ موت کے سامنے ایک تماشہ ہے، موت دیکھ رہی ہے، دکھا رہی ہے، اپنے باہر تو جو کچھ دیکھ رہا ہے سب کچھ فانی ہے۔ افسوس اے موت کے سہارے دیکھنے والے تو نے موت کو نہ دیکھا، آنکھیں کھول کر نہ دیکھا، تو آنکھیں بند کر کے دیکھ، دن کو نہیں پہچانتا، رات کو تو پہچان، اُجالے کو نہیں پہچانتا، اندھیرے کو تو پہچان۔ اے عزیز! اگر تو مؤمن ہے ''المؤمن مرأۃ المؤمن'' مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ تیری جان ہے۔ اے عزیز! تیری جان کیا ہے؟ اسم ہے! صرف اسم نہیں، اسمِ ذات ہے۔ اے عزیز! موت کے اس پردے کے اس پار کیا ہے؟ اُجالے ہی اجالے ہیں، حیات ہی حیات ہے، آب حیات ہے، چشمۂ آب حیات ہے، زندگی ہے زندگی میں ہی وہ جان کا جانِ جاناں ہے۔ بس یہی دو دوست ہیں جو موت کے پل سے گزر کر ملتے ہیں، اسلئے حدیث پاک ہے: موتوا قبل ان تموتوا!

مرنے سے پہلے مرجاؤ یعنی طبعی موت کے آنے سے پہلے موت کے اس پل سے گزر جاؤ، اور جان کو جانِ جاناں سے ملا دو، موت کا پردہ جیتے جی اُٹھا کر دیکھ لو، کہ وہ ایک تاریک اور سرد مقام ہے، جہاں جہانِ جدائی کا غم ہے، درد کا مرض ہے، سستی ہے۔ اے سالک! تو اس مقام پر صبر اختیار کر، صبر کیا ہے؟ صبر آبِ حیات ہے اور چشمۂ حیات بھی ہے، صبر کا معنی وہ صبر نہیں جو لغت سے مراد ہے، صبر اللہ کی زبان میں ایک اصطلاح ہے، صبر دراصل ایک نور ہے، جو موت کے درد سے گزر کر حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ'' (البقرہ ۲:۱۵۳) بیشک اللہ صابرین کے ساتھ ہے! یعنی صابرین اللہ کی معیت میں ہیں، یعنی اللہ کے قریب ہوتے ہیں اور قرب بمعنی بارگاہِ اللہ عزوجل ہے۔ صبر اللہ کے جلوؤں سے لامکاں کی مانند ہوتا ہے، صبر نور کا ایک سمندر ہے، یہیں اللہ کا عرش و جلوہ گاہِ افروز ہے، صابر حضرات موت کے درد انگیز پل سے گزرے ہوئے ہوتے ہیں، صابرین سے مراد کامل پیرانِ عظام ہیں، جن کی صحبتِ صالحہ کی ایک ساعت سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔ اے نیک بخت سالک! اس خدا کی قسم جس کو تیری نیک روح نے دیکھا ہے، کامل پیر کو کعبہ پر فضیلت حاصل ہے، بیشک کعبہ خانۂ عبادت ہے مگر کامل فقیر کا وجود خانۂ اسرارُ اللہ و خانۂ انوار اللہ ہے! جب سے کعبہ بنا ہے خواص کے سوا آج تک کسی نے بھی

اس میں خدا کو نہیں دیکھا! نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کامل پیر کا دیکھنا خدا کا دیکھنا ہے۔ اس لئے جس نے پیر کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا، کیونکہ کامل پیر کے وجود میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لیس فی جبتی الا اللّٰہ'' میرے جبّے میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جس نے حضرت جنید کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ عمرہ و حج کے طواف عبادات ہیں اور تمام عبادات دیدارِ الٰہی کیلئے ہیں، جس نے کامل پیر کو دیکھا وہ ظلمات کی زنجیروں سے بری ہو گیا، کامل پیر کی خدمت اللہ کی حمد و عبادت ہے کیونکہ اللہ کامل پیر کے ساتھ ہوتا ہے، بس دیکھنے والی آنکھ دیکھتی ہے کہ بشر کے بھیس میں اللہ کا نور ہوتا ہے۔ جس نے کعبہ کو دیکھا بڑی عزت کے ساتھ حاجی کے لقب کے ساتھ کعبہ سے جدا ہو گیا۔ خدا نے کعبہ کو صرف ایک مرتبہ میرا گھر کہا ہے مگر جو پیر ''فاذا تمّ الفقر فھو اللّٰہ'' کا مظہر بن چکا ہو، ایسے کامل پیر کو دن میں ستر مرتبہ یہ صدا آتی ہے: ''لعبدی ما سأل'' یعنی! یہ میرے بندے کیلئے ہے جس کا وہ سوالی ہے۔ اے اللہ کے بندے! کامل پیر کے قدموں کی خاک ہو جا، تو سرمہ ہو جائے گا، جب کوہِ طور یار کی تجلّی کا مشاہدہ کرنے والے حضرتِ کلیم کے قدموں کی خاک بنا تو ہر مسلمان کی آنکھ کا سرمہ بن گیا، اور پیرِ کامل کے پاس وہ ازلی سرمہ ہوتا ہے جس کو اگر مادر زاد اندھے کی آنکھ میں لگا دیں تو

بینائی آجائے۔

اے اندھے! تو خدا کا نہیں ہوسکتا تو کم سے کم اپنا تو ہوجا؟ خدا کو نہیں پہچانتا تو کم سے کم خود کو تو پہچان! موت اور زندگی کو پہچان۔ جس دنیا میں تو جی رہا ہے وہ زندگی ہے یا موت؟ یہ فانی ہے یا باقی اتنا تو پہچان، اگر یہ فانی ہے تو یہ دنیا موت ثابت ہوئی موت میں کب تک قید رہے گا؟ کیا واقعی مر کر ہی رِہا ہوگا؟ کیا تو مرنے سے پہلے موت سے رہا نہیں ہوسکتا؟ فانی میں فنا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا باقی نہیں ہوسکتا؟ کیا موت میں زندگی حاصل کرنا تجھ پر فرض نہیں ہے؟ تمام عبادات وحسنات صرف دائمی زندگی پانے کے لئے ہیں! اگر تو عابد ہے تو تجھ پر حیاتِ بقا پانا فرض ہوا۔ کامل پیر کے مشورے کے بغیر نفس کے حکم پر کیوں عبادت کر رہا ہے؟ کیا تمام انبیاء کرام نے نہیں کہا کہ آپس میں مشورہ کرو! کیوں نفس کے مشورے پر عمل کر رہا ہے، کامل پیر کے مشورے سے عبادت کیوں نہیں کرتا؟ کتابیں پڑھ کر، عالم نفس کے مشورے سے عبادت کرنا اور ہے، کامل پیر کے مشورے سے عبادت کرنا اور ہے، نفس کی رضا کے لئے عبادت کرنا اور ہے، خدا کی رضا کے لئے عبادت کرنا اور ہے، نفس اور بانفس کے مشورے سے عبادت کرنے سے اس کے خلاف کرنا بہتر ہے۔

فریبِ نفس

فریبِ نفس کیا ہے؟ ''اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ'' (یوسف ۱۲: ۵۳) نفس تو ہمیشہ برائیوں کا حکم دیتا ہے، ہاں جس پر اللہ کا رحم ہو وہی محفوظ رہتا ہے۔ نفس خماشی پر اُکسائے گا، نفس کی عیاریوں سے خبردار رہنا چاہیئے، نفس تیری ظاہری عقل ہے جو دماغ میں رہتی ہے، مگر دماغ اس کا اصلی وطن نہیں اس کا اصلی وطن عیاریوں کا بازار ہے، وہ ظلمات میں پوشیدہ رہتا ہے۔ خدا کی دنیا اور دنیا میں عورت اس کو محبوب ہوتی ہے۔ یہ عورت کیلئے کچھ بھی کر گزرتا ہے خبردار رہنا چاہیئے، یہ بہت کچھ دیکھتا ہے دکھاتا ہے، پسند کرتا ہے، پسند کرواتا ہے، یہ خدا کی خدائی پر حاکم کی طرح حکم کرتا ہے، یہ ٹھکانے بدلتا رہتا ہے، کبھی دماغ میں ہوتا ہے، کبھی ظلمات میں ہوتا ہے، جب موت آتی ہے تو اعضاء کے ساتھ فرار ہوجاتا ہے، دماغ پر موت آتی ہے تو ظلمات کی کھائی میں چھپ جاتا ہے، جب ظلمات کی کھائی میں بھی ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (اٰلِ عمران ۳: ۱۸۵) کا حکم پہنچتا ہے تو وہیں غائب ہوجاتا ہے۔ مگر یہ مرتا نہیں دماغ میں چھپ جاتا ہے اور موت کے تین دنوں بعد یہ دربدر بھٹکنے والا مرجاتا ہے جسے آج کی جدید سائنس اپنی کسی کرامت سے مردہ کو دوبارہ چند گھنٹوں کے لئے ہوش میں لانے کا سامان

تیار کر چکی ہے۔ لہٰذا تجھے چوکنا رہنا چاہیئے کہ یہ ازلی سیاہ پردہ جس کی آنکھوں پر پڑا ہوتا ہے وہ عقل کا اندھا ہو جاتا ہے۔ اے عقل کے اندھے! عقل سے کام لے نفس سے بغاوت کر، شاید تو فلاح پا جائے۔ اب تو کیا جانے کہ عقل کیا ہے؟ کہاں ہے؟ تو نے سمجھا ہے دماغ میں ہے، نہیں یہ غلط ہے، عقل ایک نور ہے جو ایک نور کے وجود میں سیپ کی موتی کی مانند پوشیدہ ہے، عقل نور ہے، اس کا علم نور ہے، عقل وہ سورج ہے جو علم کے سمندر کے مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ عقل ایک لازوال با کمال نور ہے، جس کی تجلیات سے ہزاروں جبرئیل پیدا ہو سکتے ہیں، فرشتے عقل کے نور سے پرنور ہوتے ہیں۔ اسلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''العقل فی الانسان والانسان مرأة الرب'' عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہے۔ کسی شاعر نے مولانا رومی کے ایک مشہور مصرع کو اردو میں کچھ اس طرح سے مزین کیا ہے۔

ہے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
آدمی میں ہے نہاں عیسیٰ مگر

یعنی وجودِ آدم میں ایک جبرئیل تو کیا ہزاروں جبرئیل ہیں اور جس دم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وجود ملا وہ دم بھی تجھ میں پوشیدہ ہے، سمجھ گیا پیارے! کہ عقل کا کیا مقام و مرتبہ ہے! عقل سے علم ہے علم سے انسان ہے۔

نیز حدیث پاک ہے: ''لافرق بین الحیوان والانسان الا العلم'' حیوان اور انسان میں صرف علم کا فرق ہے! یہاں علم سے مراد عرفانِ الٰہی ہے نہ کہ وہ علم جو دنیا کو جہنم بنانے پر تلا ہوا ہے۔

اے عزیز! کیا کریں کب تک عقل کے اندھوں کو سمجھائیں، کہ ان کی عقل پر ایک ازلی سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے، پردے کے اِس پار دیکھنے والے اُس پار دیکھنا ہی نہیں چاہتے! دردمند لوگوں پر نادان ہر وقت ملامت کرتے رہتے ہیں، ہمیں کیا؟ کہ ہم پر ان کی ملامت کا اثر ہی نہیں ہوتا، ہم تو اس ازلی ملامت کی کمبل اوڑھے بیٹھے ہیں، سیاہ پر سیاہی کچھ اور سہی ہی مگر پڑھنے والے سیاہ پوش نوشتۂ تقدیر کی ہر تحریر پڑھ لیتے ہیں، اور خاموش رہتے ہیں۔ پتہ نہیں ان کی تقدیر میں کیا لکھا ہے کہ بہانے کر کے ٹال دیتے ہیں، تقدیر کا علاج تقدیر والے ہی جانتے ہیں، سیاہ تقدیر کا علاج سفید تقدیر میں ہوتا ہے! تقدیر کے تعلق سے ہمیں بحث نہیں کرنی ہے کیونکہ اس معاملے میں بہت سوں کی عقلیں پراگندہ ہیں۔ ہائے رے تقدیر اندھیرے میں بھٹک اور لٹک گئی تو ناری ہوگئی! اور اجالوں میں روشن ہوگئی تو نوری ہوگئی۔ تقدیر پر ''تا'' پردہ ہے، ہٹا دے صفتِ قدیر کا مظہر ہو جا، ''تخلقوا باخلاق اللہ'' اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو! کے مطابق وہ اختیار حاصل ہو جائے گا جس سے نگاہِ مرد مؤمن سے بدل جاتی ہے تقدیریں! اچھی اور بری تقدیر کو میں دن اور رات

سے پہچانتا ہوں، اندھیرے اجالے سے پہچانتا ہوں خزاں و بہار سے پہچانتا ہوں، سفید اور سیاہی سے پہچانتا ہوں، موت اور زندگی سے، فنا اور بقا سے پہچانتا ہوں، نور اور نار سے پہچانتا ہوں، اچھا اچھائی میں مرے گا، برا برائی میں مرے گا، جو کالی عقل کا فرماں بردار ہے کالی موت مرے گا۔ جو روشن عقل کا پابند ہے وہ مرنے سے پہلے مر کر حیات دائمی پالے گا۔ ظلمت پرست کالا جادوگر ہے، نور پرست کرامت باز ہے، جو ظلمت سے کرامت صادر ہوتی ہے وہ استدراج ہے، جو نور سے کرامت صادر ہوتی ہے وہ زندہ کرامت ہے۔ دنیا کی ہر وہ ترقی جس میں موت چھپی ہے، ہلاکت چھپی ہے، یہ کیا ہے؟ جادو ہے؟ نہیں! یہ سیاہ پردے کے سامنے ہونے والا سیاہ کھیل ہے، اس کھیل میں نہیں اُلجھنا چاہیئے۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں جب تک تھا وہ اعصاء تھا، جب جدا ہو گیا تو کالا اژدھا بن گیا، جس کے قبضے میں ازلی سیاہی ہوتی ہے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے، جو ازلی سیاہی کے قبضے میں ہوتا ہے، استدراج میں پھنس جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا: ''خُذْهَا وَلَا تَخَفْ'' (طٰہٰ ۲۰:۲۱) یعنی اس کو پکڑو، نہ ڈرو! پھر آپ نے اس کالے سانپ کو پکڑا تو آپ کے ہاتھ میں عصاء بن گیا۔ اس لئے اے طالب اللہ! اس کالے سانپ کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہیئے! صاف اگر کہدوں تو وہ سیاہ سانپ کہیں اور نہیں بلکہ تیری نظر کے سامنے ہے، تو اس پر قابض ہو جا، نہ کہ تو ہی اس کے قبضے میں چلا جا، اگر تو

حیات جاویداں کا خواہاں ہے تو آج اس سیاہ سانپ سے چھٹکارہ پا جا، جو تیری نظر میں پوشیدہ ہے اور یہی تمام خرافات کا محور و مرکز ہے۔

نفس اور جہنم

اے طالب اللہ! نفس جہنمی ہے جہنم کو دہکائے بھڑکائے رکھا ہے، نفس کو پہچان! یہی وہ جہنم ہے جو جل رہی ہے، سلگ رہی ہے اور جل جل کر سیاہ ہو گئی ہے، اگر اس کو بجھانا ہو تو اسم اللہ ذات سے لبریز ذکر کے پھونکوں سے بجھا، یعنی آنکھ بند کر، اسم اللہ ذات کے جمال سے آنکھوں کو دھولے، یعنی ذکر کر پھر دیکھ کہ جہنم کی آگ تیرے لئے کس طرح سرد ہوتی ہے، طریقۂ ذکر یہ ہے کہ، اسم اللہ ذات کو تصور کے قلم سے دونوں آنکھوں میں تحریر کر کے نظر جمائے ہوئے اللہ کا ذکر کر انشاء اللہ! چند دنوں میں تو وہ سب کچھ دیکھ لے گا جسے ہم لکھ نہیں پا رہے ہیں۔ اے اللہ کے بندے! مکار نفس کے فریب میں نہ جا کہ یہ ایک دلدل ہے، مگر معمولی تالاب دکھائی دیتا ہے، یہ جہنم ہے مگر ہلکی سی حرارت نظر آتی ہے، اگر تو جہنم کو دیکھ لے گا، تو کہے گا کہ یہ بہت ہی مختصر ہے، نہیں یہ آنکھوں کا دھوکا ہے۔ اے نادان! نظر انداز نہ کر اس حقیقت کے خلاف بغاوت کی جرأت نہ کر! کیا جنگِ بدر میں ظالموں کی فوج کثیر نہیں تھی؟ مگر اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مختصر کر کے دکھایا! تو سب نے حملہ کی جرأت کی،

ورنہ ممکن تھا کہ پس وپیش کرتے۔اسی طرح اللہ نے ہمیں نفس اور جہنم کو مختصر کرکے دکھایاہے،تاکہ ہم مکمل حوصلے کے ساتھ سامنا کرکے کامیاب ہوجائیں! مختصر کرکے دکھانا یہ اللہ کا احسان ہے جس کو اللہ کامیاب کرنا چاہتا ہے،نصرت عطا کرنا چاہتا ہے تو مخالف کی ہر چیز کو مختصر کرکے دکھاتا ہے،شیر کو بلی کی شکل میں دکھاتا ہے،تاکہ اللہ کے دوست کامیاب ہوجائیں! جو اللہ کے دشمن باغی اور غدار ہوتے ہیں ان کو بلی بھی شیر کی شکل میں دکھاتا ہے، ادنیٰ مصیبت کو اعلیٰ مصیبت کی شکل میں دکھاتا ہے،پیغمبروں پر آئی ہوئی مصیبتوں کا ذکر ہم سنتے ہیں، تو ہماری روحیں کانپ جاتی ہیں! مگر ان کے لئے ہر مصیبت بالکل حقیر اور معمولی بنا کر دکھاتا ہے،تاکہ وہ بخوشی جھیل لیں اور صبر واستقلال میں کامیاب ہوجائیں۔ہمارے لئے معرکۂ کربلا انتہائی کربناک ہے،مگر ان کے لئے اللہ کی محبت میں بہت معمولی گذرا، جیسا کہ شہداء کرام کے کاری زخموں کے تعلق سے مخبرِ صادق نبیٔ کریم رؤف الرحیم احمدِ مجتبیٰ ﷺ نے ارشادفرمایا: ’’الشهيد لايجد الم القتل الا كمايجد احدكم الم القرصة‘‘ یعنی شہید قتل کی تکلیف صرف اتنی ہی محسوس کرتا ہے جتنی کہ تم چٹکی بھرنے یا چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتے ہو! نیز سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن پر فریفتہ ہونے والی مصر کی عورتوں نے حسن یوسف کے دیدار میں مسرور ہوکر انگلیاں کاٹ ڈالی مگر انہیں اس

دردوالم کا احساس تک نہ رہا جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: ’’وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ‘‘ (یوسف ۱۲:۳۱) یعنی اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ ڈالی اور کہہ پڑے ماشاءاللہ یہ بشر نہیں مگر معزز فرشتہ ہے۔اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اے اللہ کے بندو! نفس کو اللہ نے مختصر کرکے دکھایا، اللہ کا نام لو اور نفس سے مجاہدہ کرکے کامیاب ہوجاؤ۔ورنہ یہ ظالم نفس نے تو بڑے بڑے آسمانوں کو زمیں بوس کیا ہے، ساری دنیا کو رلاتا ہے اور خود ہنستا ہے، یہ ایک خوبصورت معمولی جھرنا نظر آتا ہے مگر ہزاروں کو غرقاب کردیا ہے، خون کو زعفران نہ سمجھ! ظالم فرعون نے دریائے نیل کو خشک شاہراہ سمجھا اور طاقت کے نشے میں چل پڑا اور غرق ہوگیا، نفس کے سگِ سیاہ نے فریب دیا، اللہ کے باغی سگِ سیاہ کی آنکھ سے دیکھتے ہیں! اور اللہ کے دوست نور سے دیکھتے ہیں۔ارشاد نبوی ﷺ ہے: ’’اتقوا فراسة المؤمن انه راے نورا من ربه‘‘ یعنی مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے! معلوم ہوا کہ نور سے دیکھنا، حقیقت کا دیکھنا ہے، نار سے دیکھنا دھوکا کھانا ہے، نور فتح کا ضامن ہے، نار ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔اللہ کے نور سے

دیکھنا انسان کو اس وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ اللہ کا دیدار کر چکا ہوتا ہے، ملاقات کر چکا ہوتا ہے، ایسی آنکھ اللہ کی ہمراز ہوتی ہے۔ نرے احمق کو سیاہ نظر عطا ہوتی ہے، نفس بھی دیکھتا ہے، روح بھی دیکھتی ہے مگر دونوں کی نظریں الگ ہوتی ہیں۔

فتنۂ نفس

اے نفس تجھے اس رحیم کا واسطہ مجھ پر رحم کر، تو خود گمراہ ہے، زہر کو شہد سمجھا ہے، ہم آخری زمانے میں بڑی مظلومیت کے ساتھ جی رہے ہیں، نئے نئے فتنے بپا مت کر، اپنی تیز رفتاری سے ہم کو روند کر مت گزر، ہمیں امن سے جینے دے، زہر آلود خنجر لئے ہمارے پیچھے کیوں پڑا ہے؟ اور کتنوں کو قتل کرے گا؟ تو اور کتنوں کو جہنم رسید کرے گا؟ یہ لوگ چینیٹوں کی طرح ایک سوراخ میں جیتے ہیں، جینے دے آگ نہ لگا، تو مجھے چھوڑ دے، تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے ظلمات کی گہری کھائی بنا کر میری آنکھوں کے سامنے رکھا ہے، تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کر کے تجھ سے کئی چراغ جلائے۔ تو آباد ہے اس قدر کہ گمراہوں نے تجھے ازلی سمجھا، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں تیری ابتداء اور انتہاء کو پہچانتا ہوں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا نفس تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے، میرا ایک پہلو

جلال ہے دوسرا پہلو جمال۔ یہاں پہلو سے مراد نادانوں نے غلط مطلب لے رکھا ہے، میرا ایک پہلو دریا ہے دوسرا پہلو موتی ہے ان دونوں کے بیچ تو دشمن نفس ہے۔ اے نفس اس ذات کا واسطہ تو مطمئن ہو جا کہ تیرے اطمینان سے مجھے میرا یار یوں صدا دے۔ ''یَآاَیَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً'' (الفجر ۸۹: ۲۷۔۲۸) یعنی اے نفس مطمئنہ لوٹ آ، اپنے رب کی جانب اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی۔ اے نادان! ورنہ تو اگر سرکش کا سرکش ہی رہا تو تو سراپا فتنہ کہلائے گا اور فتنہ کے تعلق سے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا ''وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' (البقرہ ۲: ۱۹۱) یعنی فتنہ قتل سے برا ہے۔

صراطِ مستقیم

صراطِ مستقیم کیا ہے؟ ارشادِ گرامی ہے: ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً'' (البقرہ ۲: ۲۰۱) یعنی اے ہمارے رب ہمیں دنیا کی بھلائی عطا فرما اور آخرت کی بھلائی عطا فرما۔ اسی ارشادِ گرامی کی تشریح میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اٰتنا فی دار دنیانا حسن اٰتنافی دار عقبانا حسن'' اے اللہ ہمیں دنیا کے گھر میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت کے گھر میں بھی بھلائی عطا فرما۔ صراطِ مستقیم کی ابتداء اسی

دنیوی زندگی سے شروع ہوتی ہے۔صراط مستقیم کیا ہے اور کہاں ہے؟ صراط مستقیم تیری جان ہے اور جان اسم ذات ھو ہے اور انتہاء جانِ جاناں نور یعنی خود اللہ کی ذات ہے، اے اللہ کے بندے، اس کی ذات کا نور تجھی میں جلوہ افروز ہے جیسے سمندر کے مشرق سے ابھرتا ہوا سورج! مسافر جان ہے منزل خود اللہ ہے۔اے عزیز یہ راہِ عشق ہے، راہِ عشق پرخطر ہے، ہر جگہ سے نفس و ابلیس کے حملے ہوتے رہتے ہیں، سخت مشاہدہ کے ساتھ گزرنا ہوتا ہے، نابالغ مسافر عقل نام کے جنگل میں بھٹک جاتا ہے، سراب کو دریا سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں رہبر کی ضرورت ہے، اگر انسان اس جنگل سے کامیاب گزر بھی جائے تو نفس کے جہنم سے گزرنا ہوتا ہے، یہاں آگ ہی آگ ہے، کافر یہیں ختم ہوجاتا ہے۔مؤمن یہاں سے گزر جاتا ہے، یہ سیاہ جہنم کی آگ اور لپیٹوں سے اللہ محفوظ رکھے! اللہ کے کرم سے مؤمن کے لئے یہ سیاہ جہنم کی آگ سرد ہوجاتی ہے، یہاں سے گزرنے کے بعد ایک ہرا بھرا باغ دکھائی دیتا ہے، یہی جنت ہے اس کا نور عجیب ترین ہوتا ہے، مجاہدے کے اثرات بہار کے مانند ہوتے ہیں، نفس یعنی جان مصفّٰی ہوجاتی ہے، شہوت کی آگ بجھ کر تقوی میں بدل جاتی ہے اور ہدایت کا نور نمودار ہوتا ہے، غصہ کی آگ بجھ کر بردباری پیدا ہوتی ہے اور جہل علم بن جاتا ہے، حرص کی آگ بجھ کر ایثار بن جاتی ہے، حسد کی آگ بجھ کر گلزار بن جاتی ہے۔جب بندہ اللہ کے لئے اپنی جان کے

ساتھ، یا اطراف دہکنے والی آگ کو بجھا کر خدا کے سپرد ہوجاتا ہے تو فرشتے اس کی شرافت پر رشک کرتے ہیں۔جہنم نفس کی آگ بجھ جاتی ہے اور وہ مصفّٰی گلزار بن جاتا ہے بس یہی جنت ہے اور یہ مجاہدے کا ثمرہ ہے، چلئے ایک اور لطیف نکتہ کی شرح کرتے ہیں۔جنت اور جہنم کچھ اور نہیں بلکہ یہی نفس ہے جب اس کا تزکیہ ہوجاتا ہے، تو مصفّٰی ہو کر اس کی آگ بجھ جاتی ہے، آگ دھواں اور سیاہی ختم ہو کر ہرے بھرے باغ میں تبدیل ہوجاتا ہے، جس میں ذکر وتسبیح کی بلبلیں جنتی نہر کے قریب خوش الحان ہوتی ہیں، یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہے جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور آپ کی اتباع خوش اسلوبی کے ساتھ کرتے ہیں۔یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ جہنم بھی جنت میں تبدیل ہوجاتا ہے، جس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے وہ مستقل اسی جہنم میں ہوتا ہے: ''وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ''(الدھر ۷۶:۲۱) پاک فرشتوں کے ہاتھوں سے شراب طہور صرف جنتی پیتے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''الدّنیا مزرعة الاٰخرہ'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے تو اگر آخرت کی کھیتی چاہتا ہے! یعنی جنت چاہتا ہے تو اس نفس کے خلاف مجاہدہ کر تیرا تزکیہ وتصفیہ خود جنت کی کھیتی بن جائے گا۔

حاصل بحث

جاننا چاہیئے کہ انسان میں حرص، حسد، غرور، تکبر، لالچ، بخل، غصہ اور شہوت، جیسی کسی طرح کی آگ سلگتی رہتی ہے یہ سب کچھ نفس کی دین ہے کیونکہ یہ خود بہت بڑا آتشکدہ ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ کامل پیر کی رہبری میں نفس کے خلاف مجاہدہ کرنا چاہتا ہے تو خود میں موجود ان اوصاف رذیلہ کی آگ کو بجھانا ہوتا ہے، پھر سیدھا راستہ چلتے ہوئے، ابلیس اور اس کی ذرّیت جو اس راہ میں رُکاوٹ والی فوج کی مانند ہے، اس کو شکست دیتے ہوئے براہِ راست نفس نام کے اس کالے سلگتے دہکتے آتشکدے کو بجھانا ہوتا ہے۔ جب یہ آگ سے پاک ہو جاتا ہے تو تزکیہ وتصفیہ حاصل کر کے جہنم نفس جنت میں تبدیل ہو جاتا ہے، وہ جنت جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جو مجاہدہ نہیں کرتا یا ناکام ہوتا ہے، تو اپنی ہی آگ کو نفس کی آگ سے ہمکنار کر کے جہنم میں دہکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ غیر تزکیہ اور غیر تصفیہ شدہ نفس جہنم ہے اور تزکیہ اور تصفیہ شدہ نفس ہی جنت ہے! اس لئے اس کو مخلوق کہتے ہیں، یعنی خدا کے ماسوٰی ہر چیز کو مخلوق اور حضرت انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ حضرت انسان وہی ہے جو دہکتے سلگتے کالے نفس کے جہنم کی آگ کو بجھا کر، پاک کر کے، اس میں جنت کا باغ حاصل کرتا ہے، یہ اک مقام ہے جو مرتبہ انسان سے

چھوٹا ہے، بڑا مرتبہ تو خود جنت کے مالک کا ہے، بس مالک تک پہنچنے کا نام فلاح ہے۔ اس لئے اللہ ربّ العزت نے فرمایا: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' (المآئدۃ ۵:۳۵) ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جو تمہیں اللہ کی راہ میں کوشش کرنا سکھا دے ممکن ہے تم فلاح پا جاؤ۔ یہی جہاد بالنفس ہے، نیز ارشاد فرمایا: ''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ'' (التوبۃ ۹:۱۱۹) یعنی صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

[بابِ پنجم]

❒ سوال: صادقین کون ہیں؟

جواب اہل صدق، اہلِ سوادِ اعظم ہیں، سوادِ اعظم وہ جماعتِ حقہ ہے جس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول اعظم ﷺ، تمام انبیاءِ کرام، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ ہوتے ہیں، اس کو حقیقت میں مجلسِ محمدی ﷺ کہتے ہیں، نہ کہ وہ جماعت جس میں عوام اور علماء ایک رخہ علم کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ آج کل کئی جماعتیں ہیں بڑے زور وشور سے اپنی تعداد بڑھانے ہی میں لگے ہیں، کل ممکن ہے وہ فرقہ بھی فرقہ نہ رہے بلکہ بڑی جماعت بن جائے! جیسے آج غیر مقلد ہیں! تو کیا ہم اس کو تعداد کی بنیاد پر جماعتِ حقہ یعنی سوادِ اعظم کہیں گے؟ ہرگز نہیں! بڑی جماعت تو وہ ہے، جس کو اللہ نے منتخب کیا ہے۔ مثلاً ایک کامل ترین اللہ کا دوست مثل جنید رحمۃ اللہ علیہ ہے، جو اللہ کے ساتھ سید المرسلین ﷺ کی مجلس میں انبیاء اور اولیاء کے ساتھ رونق افروز ہوتا ہے، مگر عوام کی نظر میں تنہا نظر آتا ہے۔ دوسری طرف عام مسلمانوں اور عام علماء کی جماعت ہے، جو چیخ چیخ کر اپنے آپ کو سوادِ اعظم یعنی جماعتِ صادقین ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے، تو اب ایک طالب اللہ جائے تو کس طرف جائے؟ حضرت

جنید کی طرف یا عام مسلمان کی کثیر تعداد کی طرف! ایک طرف بظاہر تنہا مگر بباطن اس کے ساتھ جماعتِ کبیر ہے، دوسری طرف بظاہر جماعت کبیر ہے، مگر بباطن جماعتِ صغیر ہے، حق پرست تو حضرت جنید کی طرف ہی جائے گا، جس کے ساتھ خدا پرست بڑی جماعت ہے، نہ کہ عام دین پرست بڑی جماعت! اور نہ یہ عام دین پرست جماعت سوادِ اعظم ہوسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سوادِ اعظم حق پرست اور حق رسیدوں کی جماعت ہے خواہ اس میں کا آخری شخص ایک ہی کیوں نہ ہو؟ اور مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بڑی جماعت کو اختیار کرو یعنی پیر کامل کی خدمت میں رہو اور ناقص لوگوں کی صحبت سے کنی کتراؤ۔ (مناقب رومی)

❒ سوال: حدیث کسے کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کو حدیث کہتے ہیں جو آپ کے قول، فعل، حرکت، سکوت اور اشاروں سے صادر ہو چکے ہیں۔ آپ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کرنا یا کہنے اور کرنے میں تضاد کا پایا جانا منافقت ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک مسلمان اور ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے سارا مقدمہ سماعت فرمایا اور یہودی کے حق میں فیصلہ صادر کیا، مسلمان آزردہ اور مایوس ہوگیا، جب دونوں باہر نکلے تو مسلمان نے کہا مجھے ہمارے نبی کریم ﷺ کے فیصلے سے اتفاق نہیں، لہٰذا میں مکہ کے

سرداروں میں منصف سردار عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ فیصلہ کروانا چاہتا ہوں! یہودی نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے وہیں چلتے ہیں، جب یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور روداد سنائی، تو یہودی نے کہا یہ فیصلہ یہاں آنے سے پہلے تمہارے نبی کی عدالت میں ہو چکا ہے، اور آپ کے نبی فیصلہ میرے حق میں دے چکے ہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ فیصلہ بارگاہِ اقدس میں ہو چکا ہے؟ مسلمان نے کہا ہاں مگر مجھے وہ فیصلہ منظور نہیں! تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب تو کیا چاہتا ہے؟ کہا میں مسلمان ہوں اور یہ یہودی۔ لہذا میں اس وقت آپ سے فیصلہ چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا اچھا تجھے نبی کا فیصلہ منظور نہیں، میرا فیصلہ منظور ہے؟ کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جا میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں! یہ کہہ کر آپ اٹھکر اندر سے اپنی تلوار لائے اور ایک جھٹکے میں اس مسلمان کا سر قلم کر دیا! شور مچا کہ عمر نے مسلمان کو مارا، عمر نے مسلمان کو مارا! مسلمان کا قتل آپ نے کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کا باغی ہے، یا خلاف کیا وہ مسلمان نہیں بلکہ منافق ہوتا ہے، اور اس کی سزا یہی ہے! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ یعنی احادیث کریمہ کی خلاف ورزی کرنا یا احادیث پر عمل کی دعوت دوسروں کو دینا اور خود عمل نہ کرنا یا احادیث یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلوں کو دنیوی مفاد کے لئے عیاری سے استعمال کرنا اور خود فیصلہ پر عمل پیرا نہ ہونا یہ سب کچھ ایک مسلمان

کی پہچان نہیں بلکہ سراسر منافقت ہے اسی طرح قرآن حکیم بھی اللہ کا حکمت والا فرمان اور فیصلہ ہے۔ خبردار اللہ عزوجل اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلوں کو دنیوی مفاد، شہرت وعزت، دولت و آسائش کے لئے عوام میں استعمال کرنا اور اس کے ذریعے دنیوی مراتب پانا سراسر گمراہی ہے، ان حرکتوں سے دین بنتا نہیں بگڑ جاتا ہے۔ عوام کو بہت محتاط رہنا چاہیئے کیونکہ دور حاضر میں ایمان کی حفاظت کرنا گویا ہتھیلی پر آگ کا شعلہ لے کر گزرنے کے مترادف ہے۔

☐ سوال: قرآن ہر جہت سے بے مثل و بے مثال ہے تعریف بیان کیجئے!

جواب: جب قرآن کا نزول ہوا تو فصیح اللسان عرب، مشرک و کافر پشیمان ہو گئے اور باہم مشورے کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ سحر انگیز کلام ہے! حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر کہا گیا! کچھ لوگ کہتے کہ یہ عام کلام ہے، ہم تو فصحائے عرب ہیں، لہذا ہم بھی ایسا کلام پیش کر سکتے ہیں۔ تو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اعلان کروایا کہ یہ خدا کا کلام ہے کون فرد و بشر ہے، جو اس کے مقابل اس طرح کا کلام پیش کر سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: ''فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' (البقرہ ۲: ۲۳) یعنی اے فصحاءِ

عرب! اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس کے مثل ایک آیت ہی بنا کر پیش کرو۔ جب اس دعوے کو فصحاءِ عرب، بلغاءِ عرب نے سنا، تو عرب کے مشہور ایک بلیغ و فصیح نے دعویٰ کو قبول کیا کہ میں بنا کر لاؤں گا؟ ایک یا دو آیتیں بنا کر لایا، مگر اسی کے رفقاء نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ کہاں فصاحتِ قرآن اور کہاں یہ انسانی کلام؟ کہاں یہ بشری آیات اور کہاں یہ قرآنی آیات، جن کو پڑھنے سے، سننے سے ظاہری ترجمہ کے ساتھ ایک قلبی کیفیت رکھنے والا معنیٰ نمودار ہو جائے، یا ایک آیت سے کئی کئی معنی کے موتی حاصل ہو جائیں، کہاں یہ بشر کی بشری آیت جس سے لغوی معنی حاصل ہو جائیں، پس اس کے رفیقوں نے ہی اس شخص کو شرمندہ کر دیا۔ معلوم ہوا کہ بشر کی آیت ایک رخہ لغوی معنیٰ لئے ہوئے فصیح شعر کی مانند ہوتی ہے! اور قرآنی آیات معنی در معنی کے دفاتر لئے ہوئے ہوتے ہیں، تو پتہ یہ چلا کہ قرآن کا صرف لغوی معنی ہی قرآن کو سمجھنے کا واحد ذریعہ نہیں بلکہ قرآن کا معنی در معنی کی باطنی کیفیت کو سمجھنے کا نام تفہیمِ قرآن ہے، اور قرآن کا معنی در معنیٰ احادیث کریمہ سے واضح ہے، احادیث کریمہ کے بغیر قرآن کو سمجھنے کا دعویٰ لغو اور بے بنیاد ہے! جو صرف قرآن کو سمجھنے کا واحد ذریعہ قرآن ہی کو مانتا ہے وہ گمراہ ہے، جو قرآن اور حدیث سے معنی اخذ کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے، عالم قرآن کسے کہتے ہیں؟ عالم قرآن وہ ہے جو قرآن کے ظاہری و باطنی معنی کو جان کر عمل کرتا ہے۔

❑ **سوال: سماع اور وجد کیا ہے؟**

جواب: سماع صوفیان کرام کے نزدیک اللہ کی سنت ہے۔ اللہ نے جب میدان الست میں تمام ارواح سے مخاطب ہو کر فرمایا! ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یہ آواز الست اس قدر دل افروز تھی کہ کائنات ارواح کی فضاء ترنم خیز ہوگئی۔ یہ آواز اس قدر دل نشیں تھی کہ روحانی فضاء گونج اٹھی، یہ آواز اس قدر مسرور کن تھی کہ تمام ارواح نے ''بلیٰ، بلیٰ'' کہا، ان میں بعض ارواح قدسیہ پر وجد کا عالم طاری ہو گیا تو وہ روحیں بلیٰ بلیٰ کہتے ہوئے رقص کرنے لگی! تو سماع کی حقیقت کا تعلق عالم ارواح سے ہے اور سماع کا آغاز بھی عالم ارواح سے ہوا! قالوا بلیٰ کی مستی میں کئی ارواح اس دنیا میں تشریف لائیں۔ جب کبھی کوئی خوش نما قوال، خوش لحانی سے قول خدا اور قول محبوب خدا ﷺ پیش کرتا ہے تو سماع سے محظوظ ہو کر، ارواح سعیدہ اسی مستی میں وجود کے حصار کو توڑ کر میدان الست میں پہنچ جاتے ہیں اور بلیٰ بلیٰ کہتے ہوئے رقص کرنے لگتے ہیں۔ عوام یہ سمجھتی ہے کہ اجسام متحرک ہیں مگر نہیں وہ بارگاہ الست میں رقص کرتے ہیں۔ اگر اس حقیقت کی تفصیل میں جاتے ہیں تو پتہ یہ چلے گا کہ قوال کی آواز خاکی جسموں کے کانوں سے گزر کر روح کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے، اور روح کو وعدۂ الست یاد آجاتا ہے، اور روح بلیٰ بلی کے نعروں کے ساتھ رقص کرتے ہوئے صدائے الست میں محو

ہو جاتی ہے۔آج کی جدید سائنس نے بھی اس بات کو ثابت کیا ہے کہ سریلی آواز اگر باغ کے پودے بھی سنتے ہیں تو ان میں ایک طرح کی حرکت پیدا ہو کر مست ہو جاتے ہیں، اور اسی مستی میں اور زیادہ سرسبز و شاداب ہو کر باغ میں بہار لاتے ہیں۔گذشتہ دور میں حدی خواں جب اونٹ کو حد درجہ تیز رفتار کرنا چاہتے تو سریلی آواز میں کوئی نغمہ گاتے، اس نغمے کو سن کر اونٹ اس قدر تیز رفتار ہو جاتے کہ چار گھنٹے کی راہ ایک گھنٹے میں طے کرتے، کبھی کبھی تو دوڑ دوڑ کر، اونٹ مر بھی جاتے۔معلوم ہوا کہ میٹھی آواز ہر چیز کو پسند ہے اور یہ عین ہر چیز کی فطرت کے مطابق ہے۔اس لئے اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے خوش الحانی کو پسند کیا ہے۔معلوم ہوا کہ سماع اگر حظِ نفس کے لئے ہے تو حرام ہے، اگر حظِ روح کے لئے ہے تو مطلق جائز اور سنت الٰہی کے مطابق ہے۔ اس طرح بناوٹی حال طاری کر لینا حرام ہے، ریا کاری ہے، حقیقی حال کا طاری ہونا روح کی معراج ہے۔سماع کے نام پر ریا کاری کرنا، قوال کے ذریعہ اپنی تعریف کروا لینا، قوال کا کسی پیر کو ولی بنا کر پیش کرنا، یا ولی ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور پیر صاحب کا پھولے نہ سمانا، جھوم جھوم کر نقلی حال کا طاری کر لینا، قوال کی خواہش کے مطابق نقدی لٹانا اور خود کو ولی بنا لینے کی کوشش کرنا یا عوام میں ولی کے نام سے مشہور ہونے کے بہانے تلاش کرنا! یہ سب کچھ ریا کاری ہے ایسی ریا سے پیر مرتد فی الطریقت ہو جاتا ہے۔

❑ **سوال: ولی اللہ کی تعریف کیا ہے؟**

جواب: اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جسے دیکھتے ہی اللہ اور رسول پاک ﷺ یاد آجائیں، جس کی صحبت صالحہ کی ایک ساعت سو سال کی عبادت سے افضل ہو، جس کا دیدار اللہ کا دیدار ہو، جس کی محبت اور خدمت سو حج سے افضل ہو، ولی وہ ہوتا ہے جو ما سویٰ اللہ کسی کا محتاج نہ ہو، ولی، اللہ کا منتخب شدہ برگزیدہ محبوب ہوتا ہے، مگر افسوس آج کل ولیوں کو عوام منتخب کر رہی ہے۔ عالم شریعت کو صرف علمی اعتبار سے کئی القابات دیئے جاتے ہیں، جب القابات کی فہرست لمبی چوڑی ہو جاتی ہے، تو ان کی شہرت موٹر کاروں سے ہوائی جہازوں تک، دیش سے ودیش تک پہونچتے پہونچتے! کوئی فاتح ایشیاء تو کوئی فاتح یوروپ بنکر شہرت کے بلند مینار پر بیٹھ جاتا ہے، اور عوام ان کی شہرت، دولت، خاندانی وجاہت کے سامنے عقیدت کی اندھی پٹی آنکھوں پر باندھکر جیتے جی زندہ ولی بنا لیتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خواجۂ اعظم، محبوب الٰہی اور بڑے سلاطین اولیاء کے مرنے کے بعد برابر ان کے مقبرے بنا دیئے جاتے ہیں! ہم پوچھتے ہیں؟ ایسے ولی الدّنیا، ولی الدینار، ولی الانساب، ولی الشّہرت، کیا خواجۂ اعظم صاحب کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اللہ جس بندے کو اپنی ولایت کے لئے منتخب کر لیتا ہے، تو بسا اوقات اس بندے کو خود پتہ نہیں ہوتا کہ وہ ولی اللہ کا تاجِ زرین پہن چکا ہے! جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ

خودارشادفرتاہے: ''انّ اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری'' یعنی میرے دوست میری قباء میں پوشیدہ ہیں، میرے غیرکوان کی خبرنہیں ہوتی! مگرہاں جب تک وقت کاکوئی قطب یاوقت کاخضر، انہیں آکر مبارکبادنہ پیش کردے! یہ ہوتے ہیں ولی اللہ۔عوام جسے ولی بنادیتی ہے، وہ چلتاپھرتازندہ ولی کہاجانے لگتاہے اور یہ ہماراعلمی ولی مسرورہوتارہتاہے۔ آج کل ویسے بھی دولت کی ریل پیل ہے اوران کے چاہنے والے دنیابھر میں ہوتے ہیں، جب ایسے ولی الدّنیاپر ''اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' (البقرہ۲:۱۵۶) پڑھنےکاوقت آجاتاہے، توراتوں رات! غوث اعظم، خواجۂ اعظم سے بھی بڑے بڑے شاندارمقبروں کے نام پرتاج محل بنادیئے جاتے ہیں اورسجادہ نشینی، نائب نشینی شروع ہوجاتی ہے۔

ایک دوسرا ولی وہ شخص ہوتاہے، جوطریقت کے نام پروضع قطع اختیارکرتاہے، درویشوں کی کتابوں سے قصّے کہانیاں چرالیتاہے، باپ داداؤں کی حکایات، خالص ہویابناوٹی بیان کرتارہتاہے! بعض دَیوُث تو اعلانیہ شریعت مطہرہ کامذاق اڑاتے ہیں، دھڑلے سے فرائض کے تارک ہوتے ہیں، ایسے بھی پیرہوتے ہیں جن کوصحیح بسم اللہ بھی پڑھنی نہیں آتی، شریعت اورعلمِ شریعت سے جاہل، گدھے کی مانند ہوتے ہیں اوران کے مریدان کاچارہ بنتے ہیں، ہرجگہ یہ گدھے مریدوں کوچرتے رہتے ہیں، یہ سماع

کی محفلیں سجاتے ہیں، عوام اورعوام کے خواص یعنی رؤساءکومدعوکرتے ہیں، بڑے بڑے قوال بلائے جاتے ہیں، طبلہ اورسارنگی گونجتی ہے، فوراً پیرصاحب قوال کونقدی کاثواب دیتے ہیں، توقوال خوش ہوجاتاہے، حمدوثناکے بعد سیدھے سیدھے گاناشروع کرتاہے، بھردے جھولی! بس قوالی شروع ہوتی ہے، پیرصاحب جھولی بھرناشروع کردیتے ہیں، ان کی تقلید میں ان کے مریدبھی قوال کی جھولی بھرناشروع کردیتے ہیں، اورادھرقوال صاحب کے ہوش رفوہونے لگتے ہیں، ان پردولت کاحال طاری ہوتاہے، گلاپھٹتے پھٹتے رہ جاتاہے۔اب پیرصاحب سے وہ کرم کی بھیک مانگتاہے! یہ نظرمیرے پیر کی! میراپیرایساہے! میراپیرویساہے! کون میرے پیرکے جیساہے! یہ دیکھواللہ کاولی ہے، یہاں فرشتوں کامیلہ ہے، یہاں ہربھکاری کوبھیک ملتی ہے وغیرہ وغیرہ۔آخرکارگھنٹوں کی محنت کے بعدقوال پیرصاحب کوعوام میں ولی بنانے میں کامیاب ہوجاتاہے، بڑے بڑے کرینوں پرکیمرے چلتے رہتے ہیں، آڈیو، ویڈیو، بنتے رہتے ہیں ہزاروں سیڈیز(c d s)تیارکرلئے جاتے ہیں! ملک بھرمیں تقسیم ہوتے رہتے ہیں، لوگ ملک بھرسے جوق در جوق ان کے درشن کوآنے لگتے ہیں۔پیری مریدی چلتی رہتی ہے، شفاعت ہوتی رہتی ہے، جنت بٹتی رہتی ہے، زندہ ولی خوش ہوتارہتاہے، اورمرنے کے بعدایک تاج محل بنانے کانقشہ تیارہونےلگتاہے، تاکہ ملک کی عوام

انہیں غوث وخواجۂ ہند کے برابر کا ولی سمجھے! شریعت اور طریقت کے دونوں میدانوں سے عوامی اولیاء آجاتے ہیں، بڑے بڑے عرائس ہوتے ہیں، کبھی کبھی ایک میدان والے دوسرے میدان والے ولیوں کے خلاف بولتے ہیں، دوسرے میدان والے پہلے میدان والے کے خلاف بولتے ہیں فتوی 'بازی شروع ہے! پتہ نہیں یہ نام نہاد ولی اور ولی گر دین محمدی ﷺ کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ اس دورِ فتنہ (کل جگ) کے خرافات سے دین محمدی ﷺ کو محفوظ رکھے آمین۔

۲۳ تئیس سالہ نزول قرآن کی حکمت

اے عزیز! اگلے انبیاء کرام اور ہمارے نبیٔ کریم ﷺ کے طریقۂ تبلیغ دین سے تجھے سبق حاصل کرنا چاہیئے! حضرات عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام جب اعلان نبوت کے ساتھ بیک وقت کتاب حق پیش کرسکتے ہیں تو کیا نبی کریم ﷺ نہیں پیش کرسکتے تھے؟ یقیناً اللہ اس کام کے کرنے پر قادر ہے مگر قرآن آیت بہ آیت بتدریج تئیس سال تک نازل ہوا! آخر کیوں؟ کیونکہ عرب کے حیوانوں کو انسان بنانے کے لئے نبی کریم ﷺ کو چالیس سال لگے! یعنی اپنی ذات اور اخلاق کی تبلیغ کے لئے چالیس سال لگے، تب کہیں عرب کے حیوانوں میں انسانیت پیدا ہوئی۔ یہ سب کچھ آپ کی تبلیغ انسانیت کا ثمرہ

تھا، کہ حیوانیت ختم ہوتی گئی اور لوگوں میں انسانیت پیدا ہوکر لوگ مرتبۂ انسانیت پر آنے لگے۔ آقا علیہ السلام کو آخر ان حیوانوں میں انسانیت بیدار کرنے کیلئے چالیس سال کیوں لگے؟ کیونکہ یہ امت آخری امت تھی، جس کو خیر الامم ہونا تھا، سابقہ امتوں کی تمام برائیاں اس امت میں آچکی تھی، ہزاروں امتوں کی برائیوں کو عرب کے حیوانات سے ختم کرنا، کیا یہ کام تنہا کسی ایک سے ممکن تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ نبیٔ کریم کا اعجاز ہے کہ آپ نے چالیس سال تک انسانیت کا سبق پڑھایا! یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے کیونکہ ہزاروں سالوں کی برائیوں کو، ان کے درمیان رہکر اپنی سیرت مطہرہ کے مطابق خود عمل کرکے حیوانوں میں اخلاق حمیدہ کا جذبہ ابھارنا یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس امت پر اللہ کا ایک کرم یہ بھی ہے کہ اپنے محبوب کی انسانیت سے معمور چالیس سالہ تبلیغ پر تائید کے لئے قرآن کو تئیس سالہ رفتہ بہ رفتہ نازل فرمایا! تاکہ لوگ اپنے محبوب ﷺ کی سیرت سے متاثر ہوکر مذہب انسانیت میں آجائیں، اس لئے اللہ نے آپ سے اعلان نبوت کروایا اور بتدریج قرآن کا نزول کیا، قرآن کا نزول آخر اپنے محبوب ﷺ پر اللہ نے اتنے طویل عرصے تک کیوں کیا؟ جب کے حضرتِ عیسیٰ کو مکمل انجیل کے ساتھ پیدا فرمایا، کیا اللہ چاہتا تو مکمل قرآن بیک وقت نازل نہیں کرسکتا تھا؟ بے شک کرسکتا تھا، مگر اس میں حکمت بالغہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی تبلیغ اِنسانیت

کی تائید فرمائی، جتنا طویل عرصہ تبلیغِ انسانیت پر لگا! اسی قدر اللہ نے اپنے محبوب کی امت پر ایک خاص کرم یہ کیا، کہ جب یہ اقوامِ عرب انسانِ کامل ہو کر مرتبۂ اسلام پر آگئے تو مسلمانوں کی ظاہری و باطنی رہبری کے لئے، ظاہری و باطنی ترقی کے لئے درجہ بدرجہ احکامات نازل فرمایا، تاکہ ''رَبَّنَآ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً'' (البقرہ ۲:۲۰۱) کے مطابق مسلمان کامیاب ہو جائیں! دین اور دنیا کی کامیابی کے لئے، ایک ایک آیت کا نزول کیا تاکہ ہر آیت کے ظاہری و باطنی معنیٰ کے مطابق، امت عمل کرتے ہوئے ''اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً'' (البقرہ ۲:۳۰) کے تقاضہ کو پورا کرتے ہوئے، زمینی خلافت کے فرائض بھی انجام دے سکے اور اللہ تک رسائی بھی حاصل کر کے مقامِ فلاح تک پہنچ جائے۔

اے عزیز! جیسے جیسے قرآنی آیتوں کا نزول ہوتا گیا، مسلمان بھی اس کے ظاہری و باطنی معنیٰ کو سمجھ کر عمل کرنے لگے، تاکہ ان کا ظاہر شریعت مطہرہ کے مطابق ہو جائے اور ان کا باطن اللہ سے ملنے کے لئے، اللہ کی محبت میں بے قرار رہے! نبی کریم ﷺ بھی درجہ بدرجہ نزولِ قرآن اور آیات کے مطابق، آیات کے ظاہری معنی اور باطنی حکمت سے ان کے قلوب و اذہان کو آراستہ فرماتے رہے۔ جب کہیں جا کر تیئیس سال تک صحابۂ کرام ظاہری و باطنی تعلیمات سے آراستہ ہوتے گئے تو اللہ ربّ العزت نے اپنی مقدس کتابِ مجید

میں اس امتِ محبوب ﷺ کو پاکیزہ لقب سے یاد فرمایا جیسا کہ ارشاد گرامی ہوا:

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' (عمران ۳:۱۱۰) یعنی اے محبوب ﷺ سابقہ تمام امتوں میں آپ کی امت بہترین امت ہے کیونکہ وہ اچھائی کا حکم دیتی ہے اور منکرات سے منع کرتی ہے! جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امّت کو خیر الامم کے خطاب سے سرفراز فرمایا تو نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی اس امت کے وہ علماءِ حقہ جو بندگانِ خدا کو قرآن کے ظاہری و باطنی معنی کے ساتھ صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے ہیں، ایسے علماء ربّانیین کے تعلق سے ارشاد فرمایا ''علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل'' میری امت کے علماءِ حقہ، فضیلت میں بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہیں۔ اس پاکیزہ مقام تک اس امت کو پہونچانا، درجہ بدرجہ، قرآن کا نزول، تیئیس سال تک ہونا، اور تیئیس سال تک اللہ کا کرم نازل ہونا یہ سب کچھ حکمت بالغہ کے تحت ہے، تاکہ اپنے محبوب کی امت قرآن کے تعلیمات کے، ظاہری و باطنی معنی کو اپنے محبوب ﷺ سے تیئیس سال تک سیکھے، سمجھے اور سمجھ کر کامیاب ہو سکے، اور بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر اس امت کے علماء کا درجہ بنے۔ اسلئے چالیس سال تک اللہ کے محبوب ﷺ نے انسانیت کے فلاح کی تبلیغ کی، اور تیئیس سال تک اللہ نے قرآن کا نزول رفتہ رفتہ کیا، تاکہ اس امت محبوب ﷺ کو نبی

کریم ﷺ کی عمر کے مکمل ترسٹھ سالہ فیوض و برکات حاصل ہوسکیں۔معلوم ہوا کہ قرآن کا نزولِ تدریج آپ کا عظیم معجزہ ہے،انشاء اللہ قرآن اور نزول قرآن اور اس کتابِ حق پر کئے جانے والے تمام اعتراضات کا مدلل جوابِ حق اگر اللہ نے اس فقیر کو اور چند روزہ زندگی کی مہلت عطا کردی تو ضرور اطمینان بخش جواب دیا جائے گا۔آئیے اس ضمنی بحث کے بعد اصل کی طرف چلتے ہیں۔

جہنم،نفس اور ابلیس

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر چیز اپنا ظاہر و باطن رکھتی ہے۔لہٰذا جہنم کا ظاہر و باطن کیا ہے؟ جہنم کا ظاہر ابلیس ہے،جہنم کا باطن نفس ہے بلکہ تینوں کی حقیقت واحدہ نار یعنی جہنم ہے۔نفس انتہائی عیار مگر بزدل مخلوق ہے،یہ نفس ہم کو جو دکھاتا ہے،ہم دیکھتے ہیں مگر دکھانے والا خود نظر نہیں آتا اور اندھیرے میں غائب ہوجاتا ہے۔نفس ہر کس و ناکس کے نظر میں نہیں آتا،یہ صرف چشم بینا کی نظر میں رہتا ہے،یہ آتشی مخلوق ہے،اس کا گھر دہکتی ہوئی سیاہ آگ میں پوشیدہ ہے،یہ اس کی باطنی صورت ہے،اسی کی ظاہری صورت کو ابلیس کہتے ہیں اور یہ دماغ میں ظاہری عقل کی شکل میں ہوتی ہے،یہ ابلیس یعنی نفس کی ظاہری صورت فریب و دغا کا،مکر و عیاری کا،گناہ و بدکاری کا کارخانہ چلاتا ہے اور نفس پوشیدہ رہکر اپنی باطنی صورت کے ساتھ مزے لیتا ہے۔اس کی ظاہری

صورت یعنی ابلیس بڑا عالم ہے،اس کی باطنی صورت یعنی نفس علم و حقیقت سے انتہائی جاہل ہے،ظاہری صورت ایک دلیر پہلوان کی مانند ہے،باطنی صورت بزدل کالے کتے کی مانند ہے،ان دونوں صورتوں کا اصلی وطن جہنم ہے۔لہٰذا ہر انسان کو چاہیئے کہ ان دو خطرناک دشمنوں کو پہچان کر حق کی عبادت کرے ورنہ غفلت کی عبادت سے عابد ہلاک ہوجاتا ہے۔

ابلیس کی عیاریاں اور علم

ابلیس،علم و عبادات اور ترقیٔ درجات کا انتہائی حریص تھا،اللہ کے فرماں بردار معصومین کا استاد تھا!مرتبہ سے گر کر جب ملعون ہوا تو اللہ کے بندوں کا رہزن بن گیا۔ابلیس کے مناظرے سے اللہ محفوظ رکھے،اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم اور علمی دلائل سے پریشان کردیا،حضرتِ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سے بوقتِ نزع علمی مناظرہ کیا اور پریشان کردیا۔حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کیا تو کہا،میں بھی عاقبت پرست ہوں،وطن کی اور مراتب کی تمنا کا کانٹا میرے دل سے ابھی نہیں نکلا!میں بھی شرابِ عشق کا مست ہوں،اس کے عشاق میں رہا ہوں،میری تخلیق بھی اللہ کے ارادے کے مطابق ہوئی ہے،اسی کی محبت میری جان کی جان ہے!مجھ پر بھی اس کے کرم کا زمانہ گزرا ہے،میں نے بھی اس کے آبِ رحمت سے پیاس بجھائی

ہے، مجھے بھی اسی کی دست ِقدرت نے عدم سے وجود میں لایا ہے، میں نے بھی اسی کی نوازشوں سے، اسی کی رضا کے کام کئے ہیں، وہ مجھ پر شفیق و مہربان تھا، میرے بچپن کو اسی کا سہارا تھا، اسی کی شفیق تقدیر نے مجھے پالا ہے گو اس نے مجھ پر عتاب کیا ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے کرم کے دروازے بند ہو گئے، مہربانی عطا بخشش اس کی شان ہے، اس کا قہر اسکے کرم پر کب غالب آسکتا ہے۔ اسی کے لطف و کرم سے دونوں عالم ہیں، وہی ذرّوں کو آفتاب بناتا ہے، اس کی جدائی میرے لئے اسکا قہر ہی سہی، مگر اس سے وصل کی قدر بڑھ جاتی ہے، جب بھی جدائی تڑپاتی ہے، وصل کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ حدیث پاک ہے کہ اس کا پیدا کرنا صرف اس کے احسان کے اظہار کا کمال ہے۔ اللہ نے پیدا کیا ہے تاکہ سب اس کے کرم سے مستفیض ہوں، اور اس کی محبت کے شربت سے پیاس بجھائے۔ اس نے مجھے راندۂ بارگاہ کیا ہے، مگر میری نظر آج بھی اس پہ جمی ہوئی ہے، کیوں کہ وہ اللہ حسین و جمیل ہے، سراپا جمال ہے، پھر بھی مجھ پر غضب، اسکی پیدا کردہ ہر چیز سبب تلاش کرتی ہے، میں سبب کو نہیں دیکھتا کیونکہ سبب حادث ہے اور ہر حادث حادثہ کا شکار ہوتا ہے، یا حادثہ کا باعث بنتا ہے۔ میں مانتا ہوں مجھ میں حادث حسد پیدا ہوا، اور میں نے حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا، یہ حسد بھی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے، ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے تاکہ کوئی غیر دوست کو محبوب نہ ہونے

پائے، غیریت دوستی کا میعار ہے، انجام کار دوستی میں یہ مرحلہ آیا، اس نے کہا سجدہ کر، میں نے کہا نہیں، وہ حکیم میں نادان، میں بازی ہار گیا، اور طوقِ لعنت میں پھنس گیا، وہ جیت گیا اور میں ہار گیا۔ اس کی عطا کردہ مصیبت میں کس قدر لذّت ہے یہ میں ہی جانتا ہوں، وہ جیتا، میں ہارا۔ مگر یہ تو دیکھو میں کس سے ہارا ہوا ہوں؟ ہر جہتِ ستّہ سے آگ میں گھرا ہوں، اب وہی مجھے نجات دے، تو دے، ورنہ کون ہے جو مجھے نجات دے سکے۔ سچّی و سچّی بات یہ ہے کہ کفر و ایمان تو اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کامل انسان مجھ سے کہتے ہیں میں لعنتی اور جلانے والی آگ ہوں، تمام چور اُچکوں کا استاد ہوں! مکار ہوں عیار ہوں، پرندوں کو پھانسنے والے صیّاد کی مانند ہوں۔ کامل انسان کہتے ہیں حضرتِ نوح کی قوم کو میں نے نوحہ میں گرفتار کیا۔ کامل انسان کہتے ہیں کہ قومِ عاد، قومِ ھود اور قومِ لوط کو شیطان نے برباد کیا! شداد، نمرود فرعون وہامان جیسوں کی عقلوں کو شیطان نے پامال کیا، بولہب اور بوجہل جیسے لاکھوں مارے گئے؟

آخر کار دریائے رحمت کے غوطہ خور جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ حضرت معاویہ نے ابلیس کے دجل فریب کو سمجھ لیا اور کہا اے ابلیس تو ہی تو دجل کا مظہر ہے، تجھ سے اور امید بھی کیا کی جاسکتی ہے بس تو جھوٹا ہے۔

مسجودِ ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ مقرر ہوئے تو اللہ نے فرشتوں سے فرمایا ''وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا'' (البقرہ۲:۳۴) یعنی آدم کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنی موجودگی میں فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروا کر کیا اپنی شان میں شرک کروالیا؟ کیا ابلیس شرک نہ کرنے سے مردود ہوا؟ یا یہ راز کچھ اور ہے! ہاں ہے۔ اے طالب اللہ بزم الٰہی میں اللہ کی ذات بھی تھی اور اللہ کی ذات کے مظہر حضرت آدم علیہ السلام بھی تھے، نہ ذات مظہر سے جدا تھی، نہ مظہر ذات سے جدا تھا، ایک اسم تھا اور ایک مسمّیٰ تھا دونوں کی حقیقت ایک تھی۔ حکم سجدہ دراصل ذات انسانی کو نہیں، اُس ذات الٰہی کو تھا، جو آدم علیہ السلام میں پوشیدہ تھی۔ کل بھی سجدہ صرف اللہ کی ذات کو تھا اور آج بھی اللہ کی ذات کو ہے۔ ذات پردے میں رہے یا پوشیدہ، ذات، ذات ہے۔ معلوم ہوا کہ کامل انبیاء، اولیاء اور کامل پیران عظام اللہ کی ذات کے مظاہر ہوتے ہیں۔ ناقص پیر صفت کا مظہر ہوتا ہے اور ایسے کا مرید بھی صفت ہی کا مظہر ہوتا ہے، صفات کے مظاہر ایک دوسرے کے لئے مسجود ثابت نہیں ہو سکتے، اگر ہوتے تو بت پرستی شرک نہ ہوتی! کیونکہ ہر چیز کسی نہ کسی صفت کی مظہر ہے۔ معلوم ہوا کہ پیر

کامل مظہر ذات الٰہی کو کہتے ہیں! پیر ناقص مظہر صفت کو کہتے ہیں! جو مرید ہی کے درجے میں ہی ہوتا ہے، صرف لباس کا فرق ہوتا ہے پیر ناقص با خرقہ اور مرید بے خرقہ ہوتا ہے۔ حقیقت میں دونوں ابھی مرید ہی کے مرتبہ میں مظہر مرید ہوتے ہیں۔ لہٰذا کامل کے سواء ناقص کے ہاتھ پر بیعت کسی بھی طرح درست نہیں۔ جو صفات کے حجاب میں ہوتا ہے اس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے، اور صفات میں وہ ہوتا ہے جو ذات کو گم کر دیا ہو کیونکہ صفات قید ہے اور ذات ہر قید سے مبرہ ہے۔ ذات کے غریق واصلین صفات پر بھی نظر ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ ذات تہہ کے مانند ہے اور صفات سطح کی مانند! تہہ نشین موتی کو پانی کی سطح کا گرد و غبار کب نظر آتا ہے؟ اگر کوئی کامل تہہ نشیں تہہ سے سطح پر آجائے تو سمجھو مرتبہ سے گر گیا۔ اس نے اصلی موتی دیکر نقلی موتی خرید لیا کیونکہ تہہ خواص کا ٹھکانہ ہے اور سطح عوام کا دین ہے۔ اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حسنات الابرار سیئات المقربین''، یعنی ابرار کی نیکیاں خواص کے لئے گناہ کے برابر ہیں۔ معلوم ہوا کہ عوام کی اطاعت خاصّان خدا کے لئے گناہ کے برابر ہے، عوام کا وصال خواص کے لئے حجاب کی مانند ہے۔ اے بھائی! کامل پیر ذات کا غریق ذات ہو کر تینوں زمانوں سے باخبر، دونوں عالم کا راز دار ہوتا ہے، جمعہ میں پوشیدہ ساعت جمعہ کو پہچانتا ہے اور شب قدر والی ساعتِ قدر کو پہچان کر اسکی حقیقت کا بھی راز دار ہوتا ہے۔

شب قدر

اے عزیز! شبِ قدر کے تعلق سے اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا کہ: ''اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ. لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ'' (القدر ۹۷:۱ تا ۳) یعنی اس فرقانِ حمید کو ہم نے قدر والی رات میں نازل کیا، قدر والی رات کیا ہے؟ قدر والی رات ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ حدیث پاک میں اسی شب کے تعلق سے نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اللہ نے شب قدر کو باطن کیا ہے، تجھے ظاہری شب قدر میں اسے تلاش کرنا چاہیئے۔ شب قدر بھی حق ہے اور حق بھی شب قدر میں ہے۔ اس کو جسمانی عقل سے نہیں، عقلِ جان سے تلاش کرنی چاہیئے۔ ہر شب شب قدر نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی رات شب قدر کے بغیر ہوتی ہے۔ وہ رات ایک کمبل پوش فقیر کی مانند ہوتی ہے، اسی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اس کی کملی کے تیسرے حصے میں اس شب قدر کو تلاش کرنا چاہیئے جو حق ہے۔ عقل سلیم رکھنے والے مومن کی آنکھ دن اور رات کی حقیقت کو خوب پہچانتی ہے، انبیا کرام کے قدر دان، شب قدر کو بخوبی پہچانتے ہیں، دنیا اور اہل دنیا کے قدر دان اندھے گونگے اور بہرے ہوتے

ہیں، حکمت والے کلام کو حکیم ہی سمجھتے ہیں۔ قدر کی صورت حاصل کرنے کیلئے چشم بینا اور بینا دل کا ہونا ضروری ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا: ''ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ'' (الملک ۶۷:۴) ترجمہ پس بار بار نظر کو لوٹا کر وہ شرمندہ ہو کر تھک ہار کر تیری طرف واپس آئے گی، اے نظر والے۔ اس رات کو آسمان پر تلاش کر، مکرّر نظر ڈال، کوئی نہ کوئی شگاف ضرور ملے گا، جس میں شب قدر کا راز حق چھپا ہوگا۔ اس لئے ''هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ'' (الملک ۶۷:۳) (تو نگاہ اُٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے) عقلمند کو اشارہ دیا گیا ہے، جب آسمان پر بار بار دیکھنے کا حکم ہے تو ہمیں زمین پر کتنی گہری نظر رکھنی ہوگی؟ کیا کیا تلاش کرنا ہوگا؟ یہ تاریک خاک اللہ کے کرم اور اس کے راز و نیاز کے خزانے چھپائے بیٹھی ہے، اسی میں دن رات ہے، سفیدی و سیاہی ہے، قہر اور مہر، آگ اور نور کے درمیان تمام پوشیدہ چیزیں ہیں تلاش کرنے والے ضرور تلاش کر لیتے ہیں۔

ساعتِ جمعہ

جمعہ ایام زمانی میں ایک دن کا نام ہے، وقت الٰہی میں سے ایک ساعت کا نام ہے، دنیا تاریک ہے، تاریکی کا ایک دن بھی ہے، نور کی ایک ساعت بھی ہے اس مبارک ساعت میں حضرتِ آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، کئی

انبیاء پیدا کئے گئے، اسی دن کئی اہم اور تاریخی واقعات سرزد ہوئے، یہ دن اسلامی عید کا دن بھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، وقت، طلوع، زوال اور غروب سے پاک ہے، اس میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ خود اللہ ربّ العزت طلوع زوال اور غروب سے پاک ہے، لہٰذا حضرتِ آدم کی ذات میں وہ خود جلوہ گر تھا۔ آپ کی ذات، اس ذات پاک کے راز و نیاز اور دیدار کی ایک پاک ساعت کا نام ساعتِ جمعہ ہے! یہ ساعت اس درویش کی مانند ہوتی ہے جو گدڑی میں چھپا ہوا ہوتا ہے، اس موتی کی مانند ہوتی ہے جو سیپ میں چھپا ہوا ہوتا ہے، جس طرح اسم سے مسمّیٰ کو پہچانا جاتا ہے اسی طرح اس کو پہچاننا چاہیئے! پہچاننے کے لئے آنکھوں کا بینا ہونا چاہیئے، آنکھوں میں عشق کا سرمہ لگا ہوا ہونا چاہیئے، یا کامل پیر کی آنکھ سے دیکھنے والا ہو۔ ایک مسلمان پر سنتِ غسل میں، ایک غسل، غسل جمعہ بھی ہے تا کہ بندہ پاک وصاف ہو کر عطر وسرمہ سے مزین ہو کر، اللہ کے گھر کی طرف چل کر، ایک پرہیز گار و مطمئن شخص کی اقتداء میں صلوٰۃ یعنی یاد الٰہی میں محو ہو کر، اس ساعت جمعہ کو پہچان لے، تا کہ اس ساعتِ رحمت کے دیدار سے نفس اور جہنم کی آگ سرد ہو جائے۔

یہ مستان خدا کون ہوتے ہیں؟

مستان خدا کی شان نرالی اور ذات عظیم ہوتی ہے، یہی حضرات قدسیہ

انبیاء اور اولیاء کرام ہوتے ہیں، یہ ازل سے مست آتے ہیں، پاک آتے ہیں، پاک جیتے ہیں اور پاک چلے جاتے ہیں۔ ان پاک لوگوں کو، عام کم بخت دنیا کے پرستار دنیا دار نہیں جانتے، ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر خوش ہوتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، توہین کرتے ہیں! مگر یہ حضرات ہر طرح سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ بظاہر یہ جوان ہو یا بوڑھے دراصل یہ بچوں کی طرح ہوتے ہیں، ہر ایک میں ایک طفل المعنی چھپا ہوا ہوتا ہے، جب یہ پیدا ہوتے ہیں، حوریں ان کے جھولے جھولاتی ہیں، ان کے اطراف کئی غلمان یعنی رحمت کے موتی ہوتے ہیں! جنکے تعلق سے قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوا: ''وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ'' (الطور ۵۲: ۲۴) یعنی ان کے خدمتگاران کے گرد پھریں گے، گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے ہوئے! اور یہ معصوم ہوتے ہیں، ان کی ذاتیں معصوم ہوتی ہیں، شریعت میں انبیاء کرام کا ظاہر و باطن معصوم ہوتا ہے اور اولیاء کرام کا ظاہر غیر معصوم اور باطن معصوم ہوتا ہے! بعد وفات اولیاء کو بھی پاک اور قدس کہا جاتا ہے، کمینے لوگ ان حضرات قدسیہ سے حسد، بغض وعناد رکھتے ہیں، بعض حسب و نسب کے مغرور تو ہر مور چہ پر ان کی توہین کے لئے کمر کس لیتے ہیں، کاش یہ عقل کے اندھے ان ارواح قدسیہ کو پہچانتے اور اپنے ایمان کا جنازہ نہ نکالتے! کاش انہیں حشر ونشر کا خوف ہوتا۔

اے سالک راہِ حق! ان نادانوں کو کیا خبر کہ'' فاذا اتم الفقر فهو الله '' پر فائز حضرات کی حقیقت کیا ہے؟ ایسے حضرات قدسیہ کے اجسام میں، سو سو قیامتیں، جنت و دوزخ سب کچھ چھپے ہوئے ہوتے ہیں، وہ ایک اشارے سے کچھ بھی عطا کر دیتے ہیں، ان کی بشریت عام لوگوں کے قیاس میں آتی ہے، مگر ان میں پوشیدہ خدا کس طرح قیاس میں آسکتا ہے؟ یہ عالی شان اینٹ غارے پتھر کی مسجدیں بنانے والے، مسجدوں کی تعظیم کرنے والے، کاش اللہ کی ان چلتی پھرتی مسجدوں کی حقیقتیں جانتے! جیسا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' لیس فی جبتی الا الله ''، یعنی میرے جبے میں اللہ کے سواء کچھ نہیں ہے! کاش یہ جانتے کہ ان حضرات قدسیہ کے دل اللہ کے عرش ہیں، ان کے وجود بیت اللہ ہیں، اور اس پاک ذات کی جلوہ گاہیں ہیں۔ یہ عقل کے اندھے! مخنّث ان پاک ترین حضرات کی گستاخی کرتے ہیں، یہ جانتے ہی نہیں کہ ان میں کون جلوہ آراء ہے۔ اے آراستہ مساجد کی تعظیم کرنے والو! خوب یاد رکھو مساجد مجاز ہیں اور اولیاء اللہ کی بارگاہیں حقیقت ہیں! یہ مساجد عکوس ہیں، انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے دل معکوس ہیں، یہ خانہ عام ہے، وہ خانہ خاص ہے، کعبہ کا طواف ہر خاص و عام کرتا ہے مگر قلب قدسی کا طواف فرشتے کرتے ہیں۔ یہ زمین کے مساجد ہیں، ان کے دل فرشتوں کے عرش ہیں، یہ مٹی پتھر کے مکانات ہیں، ان کے دل نور کے

محلات ہیں! مساجد کو انسان نے بنایا ہے، ان کے دلوں کو خاص اللہ نے بنایا ہے۔ لوگ نادان ہیں مساجد کو آباد کرتے ہیں، درویشوں کے دلوں کو ڈھاتے ہیں! یہ جانتے ہی نہیں کہ برگزیدہ دلوں کے بغیر مساجد بے رونق ہیں۔ مساجد اس وقت تک بارونق نہیں ہوسکتی جب تک اس میں کوئی اللہ کا ولی قدم نہ رکھے! ورنہ ویرانہ ہے کیونکہ مسجد ان کے باطن کا مجاز ہے، وہ مسجد جو حضرات قدسیہ کے باطن میں ہوتی ہے خدا کا محل اور فرشتوں کی سجدہ گاہ ہوتی ہے، جو قوم مردان خدا کی توہین کرتی ہے، تحقیر کرتی ہے، ایک خدا کی محبت کی آڑ میں طعنہ زنی کرتی ہے، خدا اس قوم کو ذلیل و رسواء کر کے اس پر ظالموں کو مسلط کر دیتا ہے۔ خبردار! آج کا زمانہ کچھ ایسا ہی ہے، خدا کے فیصلے قہر بن کر ٹوٹنے سے پہلے سنبھل جاؤ! بزرگوں کی توہین و تحقیر نہ کرو، ان کے جسموں کو دیکھ کر، اپنے جیسا آدمی نہ سمجھو! ورنہ وہ دن دور نہیں جس دن خدا کا قہر حرکت میں آجائے، اور تم ذلیل و رسواء ہو کر ظالموں کے رحم و کرم پر پڑے رہو! کیا اللہ نے اعلانِ جنگ نہیں کیا؟ حدیث قدسی '' من عاد ولیا فقد اذنت له حربا ''، جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی اس کے لئے میرا اعلان جنگ ہے، یہ اعلان بندہ نہیں بلکہ خدا خود کر رہا ہے، جس نے میرے ولی کی توہین و تحقیر کی اس نے میرے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا! خدا کے ساتھ اعلان جنگ نہ کرو! تم عام آدمی ہو، عام آدمی کی طرح جیو اور جینے دو، سب سے محبت

کرو، رب کریم تم سے محبت کرے گا۔ وطن اور اہل وطن سے محبت کرو، دل بناؤ دَل نہ بناؤ! دل بناتے بناتے کوئی اہل دل ملجائے گا تو سعادتِ حج و عمرہ نہیں بلکہ سعادتِ حجِ اکبری نصیب ہوگی۔

کعبہ بنائے حضرتِ خلیل است
دل بنائے رب جلیل است
دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ ایک دل بہتر است

ترجمہ: کعبہ کو حضرت خلیل نے تعمیر کیا ہے مگر دل رب جلیل نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے، جس کسی کو دل مؤمن کا دیدار میسر آگیا گویا اس نے حج اکبری کی سعادت پالیا کیونکہ ہزار کعبہ سے ایک دل مؤمن بہتر ہے۔

جنت تم سے محبت کرے گی، تاریخ گواہ ہے، پچھلی ہزاروں قومیں بری طرح برباد ہوکر، بھیانک انجام کا شکار ہوگئیں، خدا کے قہر کا شکار ہوگئیں، خدا نے انہیں ذلیل و رسواء کر کے صفحۂ ہستی سے مٹادیا! اقوام عاد، ھود و لوط کا انجام ہمارے لئے عبرت ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ صرف انبیاء کرام کی نافرمانی تحقیر و تذلیل کرنے سے ہوا، آج ہماری اس قوم میں پچھلی تمام قوموں کی برائیاں، حسد، جلن کینہ، بغض، کاہلی، عداوت اور بے علمی وغیرہ داخل ہو چکی

ہیں، ڈرو اس دن سے جس دن خدا کا قہر ٹوٹ پڑے۔ خبردار برباد قوموں کی تمام علامتیں اپنے وجود سے، صفحۂ ہستی سے مٹادو اور اس دن سے ڈرو جو قیامت سے پہلے قیامت کا منظر لئے ہوئے ہوگا! بڑا عبرت خیز ہوگا! ابھی اور آج ہی سنبھل جاؤ! ارے اندھے! فقراء کا ظاہر دیکھکر ٹھوکر نہ کھانا، فقراء کا ظاہر تیرے نفس کے لئے ایک دھوکہ ہے، فقراء کے باطن میں جو لعل پوشیدہ ہے اس کی قدر کر، ورنہ کبھی بھی اعلانِ جنگ کا نقارہ بج سکتا ہے کیونکہ فقرائے حق کی جاسوسی شیوۂ شیطان ہے، جب شیطانی جاسوس کا غلبہ ہوگا، تو اللہ ظالموں کو ان پر مسلّط فرمائے گا، اس لئے کامل فقیروں کی جاسوسی سے توبہ کر اس سے پہلے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

اے دل

اے دل! تو دوست کی یاد سے، خیال سے، ہرگز غافل نہ رہنا، ورنہ دلداروں کی فہرست سے تیرا نام کٹ جائے گا۔ اے دل! دوست اور دوست کے بندوں کی خدمت ہی تیرا دین ہے، غفلت نہ برتنا، اے دل! تو شمع عشق کا فانوس ہے، تمام دلدار، یار کے رخِ روشن کے پروانے ہیں، چل اسی بزم میں چلتے ہیں، جہاں شراب طہور سے مخمور کیا جاتا ہے، اے دل! یار کے دل میں جگہ بنالینا بڑا کام ہے، یہی ازلی کام ہے، آج ہی ضرور کرلے۔ اے دل!

تو آفتاب ہے تجھے زمین پر خاک آلود نہیں ہونا ہے، تجھے آسمان پر چمکنا ہے، وہ آسمان کروڑوں چاند اور کئی روحانی سورجوں سے روشن ہے، وہ آسمان جو قوسِ قزح کا رنگ لئے ہوئے ہے، میری آنکھ میں روشن ہے، تجھے اسی میں چمکنا ہے، یہی بحر لقا ہے ۔اے دل! تجھ میں دونوں عالم کا دفتر ہے، اس حسین محبوب کے قدموں پر نثار ہوجا، یہی تیرے اپنے ہیں، یہی تیرے ازلی رشتے ہیں، اگر تو اپنوں سے بچھڑ گیا تو آوارہ ہوجائے گا! اے دل !محبوب آفتاب ہے، تو کرن ہے، رقص نہ کر! مرمٹ جا تاکہ تو بھی آفتاب ہو جائے ۔اے دل! تو اسم ہے وہ مسمیٰ ہے اسم اور مسمیٰ کی جدائی اچھی نہیں لگتی، دنیا کی نظر لگ جائے گی، ایک ہوجا! بس ایک ہوجا، اے دل! تو باقی ہوجا، تیری یہ دنیا فانی ہے، دجل وفریب ہے، فریب کی قدر کرنا عورتوں کا شیوہ ہے، مردوں کا نہیں! دنیا اور دنیا والوں کا فریب میٹھا ہوتا ہے، تیری تعریف میں بولیں گے، لکھیں گے، ہرگز اتفاق نہ کرنا، کیونکہ یہی شیطان کے ہتھیار ہیں! دنیا داروں کی تعریف سے اولیاء اللہ کی گالیاں اور جوتیاں بہتر ہیں، اولیاء سے جوتا کھانا کمینوں کے مرغ مسلم سے بہتر ہے ۔خواجہ پاک کے جوتے نے جئے پال جوگی کو انسان بنا دیا، ممکن ہے تو بھی اولیاء کے جوتوں کے طفیل انسان بن جائے ۔اے دل! تو اولیاء کی پناہ میں چلا جا تاکہ تیری روح کی صحبت میں تیرا جسم بھی روح بن جائے! اے دل! تو جہاں حقیر، بے سر

وساماں، بے وقعت اور بے مروّت انسان کو دیکھے، تو سمجھ لے کہ وہ اولیاء کا فرار و مجرم اور گنہگار و غدار ہے ۔اے دل! یہ دنیا دار دنیا کی کمائی کے پیشہ ور ہیں، تو آخرت کی کمائی کا پیشہ ور بن جا، اے دل! تیری عبادت لقائے الٰہی اور دیدار کا ذریعہ ہے، چل تو اس جسم کی زندگی کو غنیمت جان عبادت دیدار یار کرلے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**عجلوا الطاعات قبل الفوت**'' یعنی عبادت کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو، اس میں دو معنی ہیں، ایک عبادت کے فوت ہونے سے پہلے ادا کرلے، دوسرا معنی یہ ہے کہ تیرے فوت ہونے سے پہلے عبادت دیدارِ یار کرلے۔

عبادات کی اہمیت

اسلام میں طاعات وعبادات، ذکرواذکار، تسبیح وتہلیل، حسنات وخیرات کی اس قدر اہمیت کیوں ہے؟ کیوں جسم اور جسمانی عقل کو پابند کیا جارہا ہے؟ اس پر ثواب کیوں ہے؟ ثواب کا ثمرہ جنت کیوں ہے؟ اگر روح علمِ دیدار سے غافل ہے، اگر روح غافل ہے وعدۂ یار سے، اور جسم میدان طاعات و حسنات میں متحرک ہے تو کیا جنت مل جائے گی؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ یہ تمام چیزیں حضور قلب کے ساتھ روح کے تعاون سے قبول ہوسکتی ہیں! بغیر تاویل کے اگر کہیں تو یہ تمام چیزیں صرف روح کو اللہ کے دیدار کے ساتھ کیا

ہوا وعدہ یاد دلانے کے لئے ہوتی ہیں، تاکہ اسی دنیا میں روح کو دیدارِ الٰہی نصیب ہو جائے، تاکہ روح پھر سے وہ آواز ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' سنے اور اسکی زبان پر اس کی اپنی تسبیح ''بلیٰ بلیٰ'' جاری ہو جائے! یہ ''بلیٰ بلیٰ'' کی تسبیح روح کی زبان پر کب جاری ہوتی ہے؟ دیدارِ الٰہی کے بغیر ''بلیٰ'' کہنا درست نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جسمانی طاعات اللہ کو دیکھے بغیر ہوتے ہیں! روح کی تسبیح اللہ کے دیدار کیساتھ ہوتی ہے، یعنی جسم اللہ کو دیکھے بغیر یاد کرتا ہے، اور روح اللہ کے دیدار کی تسبیح، بلیٰ کرتی ہے، نماز پڑھتی ہے، لہٰذا طالب اللہ کو چاہیئے کہ کسی کامل مرشد سے وابستہ ہو کر روح کی تسبیح حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر یہ تسبیح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی روح پاک نہ کرتی تو کیا جسم آگ میں سلامت رہتا؟ کیا آگ گلزار بنتی؟ کیا یہ معجزہ معرضِ وجود میں آتا؟ کیا حضرت یونس علیہ السلام کی روح مچھلی کے پیٹ میں یہ تسبیح ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' (الانبیاء ۲۱: ۸۷) نہ کرتی، تو کیا مچھلی کے پیٹ میں آپ سلامت رہتے؟ جب کہ وہ مچھلی کی غذا بن چکے تھے۔

اے روح! جسم کی قبر سے باہر نکل اور اللہ کے وعدے کی تسبیح کر! یہ تسبیح کیا ہے؟ اللہ کا دیدار ہے، جو اللہ کے دیدار میں محو ہوا، اسے کون شئے ضرر پہنچا سکتی ہے؟ جس نے اللہ کا دیدار کیا وہ اللہ والا ہے، جس نے ظاہر دیکھا یا باطن دیکھا وہ اللہ والا ہے۔ یہ دنیا ایک سمندر کی مانند ہے اور جسم مچھلی کی مانند ہے،

اور روح حضرت یونس علیہ السلام کی مانند ہے! جس کو روحانی تسبیح یعنی دیدار یار یاد ہے یا یاد کیا، اور ہر دم جس کی روح ''بلیٰ بلیٰ'' کی تسبیح کرتی ہے، وہی نجات پائے گا۔ ورنہ صرف جسمانی حرکت و طاعات پر نجات کا انحصار ہو یہ ممکن نہیں کیونکہ عبادت کے لئے، جسم قلب اور روح کا اتحاد ضروری ہے۔ ورنہ جسم کہیں، قلب کہیں اور روح کہیں ہو، یا جسم عالم ہو اور قلب و روح جاہل ہوں تو کیا نجات ممکن ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! اس ذاتِ بحرِ بے کنار سے ہمکنار ہونا ممکن ہی نہیں۔

ذاتِ بحرِ بے کنار

توحید کیا ہے؟ اس کی ذات بحرِ بے کنار ہے، اس سمندر میں روحوں کی مچھلیاں رقص کر رہی ہیں، وہ مچھلیاں ہم سے ٹکرا رہی ہیں، اے اندھے! بد حال سائے سے دھوپ کو دیکھ، آنکھوں سے آسمان کو دیکھ، سب کچھ نظر آجائے گا، آنکھیں کھول اور عبرت انگیز کیفیت دیکھ۔ اگر دیکھ نہیں سکتا تو فضاء میں روحانی آواز تو سن۔ ''بلیٰ بلیٰ'' کا شور مچا ہے، یہ شور کون مچا رہا ہے؟ وہ مچھلیاں بغیر جسم کے روحانی پیکر ہیں، وہ سراسر محبت ہیں اور یہ محبت ہی ان کی عبادت ہے، یہ روحیں ہر طرح کے اوصافِ رذیلہ سے پاک ہوتی ہیں۔ کم بخت کو نظر ہی نہیں آتا کہ وہ کس قدر آزاد ہیں، جس کو اس کی اپنی ازلی تسبیح یاد ہے وہ مستانِ الست کے ساتھ رہے گی، جو روح بھول گئی وہ اندھیرے

گھرے اندھیرے میں بھٹکتی رہے گی۔ اندھیری کھائی سے تیرا نکلنا ناممکن ہو جائے گا، ہر روح کو تسبیح، صبر میں میسر آتی ہے، صبر اختیار کر، صبر تیرا پیر کامل ہے، صبر اللہ کا ایک راز ہے، صبر وہ صبر نہیں جو لغت سے ماخوذ ہے، صبر ایک نعمت ہے۔ ہر طاعت، ہر تسبیح صبر کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ'' (البقرہ ۲: ۱۵۳) یعنی اللہ اہل صبر کیساتھ ہے، صبر ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، مگر فقیر کی مانند یہ چہرے کی سیاہی ہے کس کی مجال ہے کہ اس صبر تک بغیر رہبرِ کامل کے پہنچ سکے؟ یہاں دہکتی ہوئی تیز آگ ہے، صبر کی آگ میں جلنا اور صبر کرنا بہت دُشوار ہے، اسی مقام میں صابر بھی متحیر ہو جاتا ہے۔ صبر اختیار کر، وہیں اللہ ہے، یا یوں سمجھ لے صبر ایک سیپ کی مانند ہے اور اللہ کا نور اس میں موتی کی مانند۔ ارشادِ گرامی ہے: ''الصّبر مفتاح الفرج'' یعنی صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

اے بیمار، بھوکے، مفلس، شیخ چلیؔ! تجھے کیا معلوم کہ صبر کیا ہے؟ صبر ایک آگ کا دریا ہے، صبر ایک دراز تاریک رات ہے، جس سے گزرے بغیر ذات جلوہ گر نہیں ہو سکتی۔ عوام کی بے روح تسبیحات و طاعات مقامِ صبر تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے! ہزار حج وہ مرتبہ نہیں رکھتے جو صبر کی ایک ساعت سے حاصل ہوتا ہے، صبر ایک تاریک پل صراط کی مانند ہے، حسین معشوق کے حبشی غلام کا نام صبر ہے۔ صبر کو شہوت اور عورت کا رسیا کیا جانے؟ اس رسیا کا

دین تو شہوت ہے۔ دین ایک راستہ اور جینے کا طریقہ کار ہے، ہر ایک کا دین ہوتا ہے، چرند کا دین چارہ ہے، پرند کا دین دانہ ہے، درند کا دین درندگی ہے، انسان کا دین محبت و عبادت ہے۔ انسانوں میں کچھ انسان نما جانور بھی ہوتے ہیں: حدیث پاک ﷺ ''خلقت الحمار بصورة البشر'' گدھے بھی بشری صورت میں پیدا کئے گئے ہیں۔ ان جانور نما انسانوں کا دین شہوت، عورت، شان و شوکت، نام و نمود، شہرت اور دنیوی عزت و جاہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ لوگ باہر سے انسان اور اندر سے شیطان ہوتے ہیں۔

[بابِ ششم]

آج کی جدید عقل

آج کا دور، جدید دور ہے، خیالات اور عقل بھی جدید ہے، ہر عقل آسان سے آسان ترین راستہ طے کرنا چاہتی ہے نفسانی عقل ونفسانی دانشمندی کا دور ہے، ہر طبیعت میں شک اور گمان کا عنصر غالب ہے۔ آج کا عیار انسان اگلے زمانے کے انبیاء و اولیاء حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اطہر پر انگشت نمائی کرنے کی جرأت کر بیٹھتا ہے، اپنے آپ کو ان مقدّس نفوسِ قدسیّہ کے برابر ثابت کرنے پہ تلا ہوا ہے۔ چالاک لومڑیوں کی چالاکی انتہاء کو پہنچ رہی ہے، اپنی علمی و عقلی عیاریوں سے بزرگان دین کو نیچا دکھانے کی کوشش ہو رہی ہیں، واللہ یہ کیسا دور آیا ہے، حیلہ اور تاویل بازوں نے ایک عام مسلمان کے جگر کو جلا رکھا ہے۔ صبر، ایثار، محبت، سخاوت، ملنساری اور دوستی کو برباد کر دیا ہے، صرف عیاریاں ہی عیاریاں ہیں۔ یہ سورمائی عقل والے راہِ حق سے بھٹک رہے ہیں، خواجۂ اعظم سے دین پایا اور آپ کی تربت کو بت کدہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اللہ محفوظ رکھے۔ اے اہل دل کے دشمن

مفلسو! جس طرح اہل ظاہر علماء کا ادب ضروری ہے اسی طرح اہل باطن علماء یعنی اولیاء اللہ کا ادب ضروری ہے، ادب کا معیار انہی دو پہلوؤں سے ہے، دین کا توازن بھی انہی دو بازؤں سے برقرار ہے، اگر ادب ایک رخہ ہو گیا تو نفاق پیدا ہو جاتا ہے، ایک رخہ علماء کی خوشامدی کرنا، چاپلوسی کرنا ان کے قدموں میں بیٹھنا، تیری شان کا امتیازی طرہ ہے، اہل دل اولیاء اللہ کے سامنے ترکِ ادب کرنا، اونچی آواز میں بات کرنا، بے تکے سوال و جواب کرنا، ان کے حال کو مذاق بنانا، یہ سب کچھ تیری بدبختی کا ثمرہ ہے۔ یہ اولیاء اللہ جسم کے فقیر اور دل کے بادشاہ ہیں، شاہی آداب بجالانا تجھ پر واجب ہے، ورنہ بے ادبی کی سزا دیر یا سویر پا کے ہی رہے گا۔ ظاہری علم کی شہرت اچھی ہے یا خدا کی بادشاہی اچھی ہے؟ ظاہر کو چھوڑ دے باطن کی تلاش کر! اہل دل اللہ کی طرف سے حکمران ہوتے ہیں، یہ زمین و آسمان ان کی سلطنت کا ایک ذرّہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ''اَلصَّلٰوۃُ قُرَّۃُ عَیْنِیْ'' یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ اشارہ فرما کر اہل دل کے دیدار کو نماز عشق کا درجہ عطا کیا ہے، اے نادان! اہل دل کی توہین نہ کر، اور اپنے دل کی حفاظت کر! نفسانی حواسِ خمسہ پر غرور نہ کر کیونکہ یہ سب نفس کے وکیل ہیں۔ ان کا تعلق انسان کے گوشت اور خون سے ہوتا ہے اور حواسِ خمسہ باطنی نور علی نور کے وکیل ہیں، ان کا تعلق روح قلب اور چشم ونظر سے ہوتا ہے۔ اے اندھے! آئینہ میں اپنی

آنکھوں کو دیکھ، عشق ہی عشق نظر آئے گا اور عشق سے صدق پیدا ہوگا، صدق ہی ہر باطنی حس کو پیدا کرے گا، عشق ہی حواس کا دوست بن جائے گا۔

حواسِ خمسہ باطنی

حواس خمسہ باطنی قلب، روح، نفس، سر، خفی اور اخفیٰ ہیں۔ان میں روح و نفس کو ایک تسلیم کیا گیا ہے! جب ایک حس بیدار ہوتی ہے تو تمام حسیں بیدار ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ سب ذات سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، جب ایک حس غیر محسوس کو دیکھتی ہے، تو تماموں پر غیب افشاں ہو جاتا ہے، ایک حس باخبر ہوتی ہے یا غیب کی خبر پاتی ہے تو تمام حواس کو باخبر کر دیتی ہے اور جنت کی طرف محو سفر ہو جاتی ہے، بغیر زبان و کان کے، بغیر حقیقت و مجاز کے، حواس ایک دوسرے کے ہمراز ہو جاتے ہیں۔ہر بزرگ نے حواس کی تشریح یا تعریف، ممکن ہے کہ تاویل کے ساتھ بیان کی ہو مگر حقیقتِ مشاہدہ بے تاویل ہوتی ہے۔جب ہر حس قلب کی اطاعت کرتی ہے تو قلب کو آسمانوں میں تلاش کرنا چاہیئے! آسمان کیا ہے؟ معرفت سے لبریز انگور کے چھلکے کی طرح ہے، اور روح کا نور رس کی طرح ہوتا ہے، چھلکا نما آسمان ظاہر ہے، رس نما روح کا نور پوشیدہ ہے۔حواس کا تعلق روح سے بنتے دیر نہیں لگتی مگر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے۔آدمی حرکت کو دیکھ کر جانتا ہے

کہ کوئی زندہ ہے یا مردہ، مگر یہ نہیں جان سکتا کہ وہ کس قدر عقلمند ہے، اس کی عقل کا میعار کیا ہے؟ حرکت سے تانبہ کو چمکایا جاسکتا ہے مگر عقل ہے کہ تانبہ کو سونا بنا سکتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''العقل فی الانسان والانسان مرأۃ الرب''، یعنی عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہے: ''خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ'' (التین ۹۵:۶) انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔انسان رب کے آئینہ میں انتہائی حسین نظر آتا ہے اور عقل انسان میں نور کی طرح محفوظ ہوتی ہے۔اسی طرح وحی کا مرتبہ عقل سے بلند ترین ہے، لہٰذا وحی کا نور عقل سے بھی پوشیدہ ہے اور یہ عالم غیب کی شئی ہے۔نبی کریم ﷺ کی عقل کے انوار سے بہت لوگ فیضیاب ہوئے ہیں، مگر وحی کے راز سے کوئی آگاہ نہ ہو سکا۔آثار وحی کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے کیونکہ یہ نادر و نایاب مقام سے ظاہر ہوتی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عقل حضرت خضر علیہ السلام کے افعال کو نہیں سمجھ سکی۔

عقلِ کامل و عقلِ ناقص

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت سے سرفراز کرنے کے بعد فرمایا ''قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ'' (البقرہ ۲:۳۳) ترجمہ اے آدم ان فرشتوں کو میری ذاتی و صفاتی اسماء میں چھپے ہوئے علوم و اسرار کی تعلیم دو،

درس دو تا کہ فرشتے شیطان کی نسبت آپ کو عطا کئے ہوئے علوم و اسرار سے واقف ہو جائیں یعنی میری ذات و صفات میں پوشیدہ تمام علوم کی شرح کرو۔ جب فرشتے حضرت آدم کے علوم و اسرار سے حیران ہو گئے، تو ایک عام انسان کو حضرت آدم علیہ السلام کے علم کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک عام انسان کی عقل، عقلِ حقیقی کا پرتو ہے، یا عقل کا ایک ذرہ ہے، جو شریعت کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہے، یعنی انسان کو عطا کردہ، عقل کا رجحان کلی طور پر، اللہ کی جانب ہو کر، فرشتہ صفت بنکر، پیر کامل سے وابستہ ہو کر، جزء سے کل کی طرف رجوع کرتی ہے، اور جب یہ فرشتہ صفت عقل اگر کفر و نفس کی غلامی اختیار کر لیتی ہے، تو خدا کی باغی بنکر، عناصر پر فریفتہ ہو کر، عناصر کی محبّت میں شیطان صفت ہو جاتی ہے، تو اس کا رجحان دنیوی مفاد اور ترقی کی طرف ہو جاتا ہے۔ یہ عقل زمین اور زمینی شان و شوکت کی تلاش میں ہوتی ہے، اس عقل کو چوہے کی عقل کہا گیا ہے، کیونکہ چوہا زمین کے اوپر کے کاغذ چرا کر زمین کے اندر ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، بالکل اسی طرح قارون کی عقل نے زمین کے اندر خزانے دفن کئے تھے۔ عام انسان کی عقل زمین سے حاصل شدہ مال کو چھپا کر رکھنا پسند کرتی ہے، اس کی عقل کا تعلق جانوروں کی طرح ملکوت و ناسوت سے ہوتا ہے، ایک عام انسان زمین پر حاصل شدہ دین و دنیا کو تجارت کی نظر سے دیکھتا ہے، ایک عام انسان کے پاس جو چیز ہوتی ہے اس کی خرید و فروخت کو،

روٹی روزی اور ترقی کا ذریعہ بنا لیتا ہے! کبھی کبھی یہ عقل چھچھوندر کی مانند اندھی ہو جاتی ہے تو انسان کو، شداد، نمرود، فرعون اور ہامان بنا دیتی ہے۔

اے عزیز! پچھلی بحثوں میں ہم نے اس عقل کو یعنی جزوی ظاہر پرست عقل کو، نفس امارہ کی ایک شکل یا ابلیس کہا ہے، کیونکہ نفس و ابلیس ناری ہے اور ظاہر پرست عقل بھی نار کے غلبہ سے ناری ہو جاتی ہے، جس طرح آگ کے غلبہ سے لوہا آگ بن جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دونوں کی اصل اور ہے مگر کام تو آگ ہی کا کرتی ہے! اسی طرح ابلیس اور نار نما ظاہری عقل کی اصل جب ایک ہو جاتی ہے، تو کام کے اعتبار سے شکلیں بدل جاتی ہیں۔ ہم قاری سے گذارش کرتے ہیں کہ نفس ابلیس اور عقلِ نفس یا ظاہری عقل کو کبھی یہ، کبھی وہ، سمجھ کر غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ان تینوں کی اصل کارکردگی اور اتحاد کو سمجھ کر صورت متعین کر لیں، یا یوں سمجھ لیں کہ نفس ایک سلگتی دہکتی آگ ہے، جو ہماری آنکھوں کو فریب دے رہی ہے، ابلیس اور ظاہری نار پرست عقل اسی کے دو وزیر ہیں، جو ہمارے دماغ کو گمراہ کر کے انسانوں میں فساد برپا کرتے ہیں۔ ہاں اگر ظاہری عقل مسلمان بنکر متشرع ہو جاتی ہے، شیطان کے چنگل سے چھوٹ کر اللہ کی محبت میں ترقی کرتی ہے تو، شیطان صرف دماغ کا پلندہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر یہاں عقل سمجھتی ہے کہ میں کلی طور پر مسلمان ہوں تب بھی شیطان اسے اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا

ہے اور ملکوت سے جبروت تک پیچھا کرتا ہے، تاکہ عقل کو فریب دیکر اپنا مرید بنالے! معلوم ہوا کہ نفس کا محل سیاہ آگ کی مانند ہے، جس میں وہ پوشیدہ رہتا ہے! ابلیس کا مقام دماغ ہے، جو عقل ظاہر میں چھپ کر عام انسانوں کے دین اور ایمان پر حملہ کرتا رہتا ہے۔

اے عزیز! اب آیئے اس ضمنی بحث کے بعد اصل کی طرف لوٹتے ہیں! جو شخص کوتاہ نظر، تلون مزاج ہو، جس کی عقل کا رنگ ہر بار گرگٹ کی طرح بدلتا رہتا ہو، اور وہ شک وظن میں مبتلا ہو کر، شیطان کا شکار ہو جاتا ہو، اس کے لئے، چاہیے کہ راہ تصوف میں استقامت حاصل کرے، اس لئے کسی کامل پیر کو صراط مستقیم کا رہبر بنانا چاہیئے، تاکہ اس کو شک و اوہام سے نجات دلا کر منزلِ مقصود کی طرف رہبری کر سکے، کیونکہ مرید ابتداء میں چوہے جیسی عقل والا ہوتا ہے اس کو زمین کی بیرونی اور اندرونی کیفیت سے محبت ہوتی ہے، وہ زمین سے رہا ہونا ہی نہیں چاہتا، اگر اس کی عقل زمین سے اٹھ کر ترقی بھی کرتی ہے، تو خلائی تحقیقات کے نام پر، چاند سورج ستاروں اور کہکشاں کی تلاش میں بھٹک جاتا ہے، وہاں بھی اس کو مٹی پتھر کے سواء کچھ نہیں حاصل ہوسکتا! چوہے کا اصلی ٹھکانہ زمین کا سوراخ ہے، اس کا اصلی وطن مٹی ہے، چوہا راستے جانتا ہے مگر مٹی کے اندر کے۔ اس لئے مٹی کے اندر سوراخوں کا جال بچھائے رکھتا ہے اور اس جال میں خود اُلجھ کر ہلاک ہو جاتا ہے، چوہے کو

صرف خوراک حاصل کرنے کی عقل ہوتی ہے، ایسی عقل کے انسان بھی پسندیدہ خوراک کے رسیا ہوتے ہیں۔ اللہ مسبب الاسباب ہے ہر چیز کی ضرورت کا انتظام، اس کی قدرت کا ایک حصہ ہے، اس نے عناصر پیدا کئے، عناصر کے لئے زمین کو پیدا کیا، اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی وہ ہرگز نہ پیدا کرتا۔ زمین کو عناصر کی ضرورت پڑی تو عناصر پیدا کئے، زمین کو توازن برقرار رکھنے کی ضرورت پڑی، تو پرشکوہ پہاڑ پیدا کیا، زمین اور زمینی زندگی کے لئے آسمانوں کو پیدا کیا، آسمانوں کو چاند اور ستاروں کی ضرورت پڑی تو، آسمانوں کو چاند وسورج اور ستاروں سے مزین کیا، آسمانوں کو مختلف گیسوں کی اور کشش کی ضرورت پڑی تو وہ سب کچھ پیدا فرمایا، جس سے خلائی نظام برقرار رہ سکے۔ اللہ مسبب الاسباب ہے ہر چیز کو سبب کا محتاج بنا کر اسباب پیدا کئے ہے! معلوم ہوا کہ ہر شئے اپنے وجود کے لئے ضرورت کی محتاج ہے، اگر اللہ ضرورت نہ پوری کرتا تو کسی بھی چیز کا وجود نہ ہوتا، یا اللہ ضرورت نام کی حکمت کو واپس لے لے، تو آن کی آن میں قیامت آجائے گی۔ پس قیامت کبریٰ یہی ہے کہ ایک دن اللہ ہر چیز سے ضرورت نام کی حکمت کو اٹھالے گا، اور دنیا تباہ ہو جائے گی۔ ضرورت تمام موجودات کی کمند ہے، اللہ کی جانب سے بقدر ضرورت پہنچنے والی عطا کا نام ضرورت ہے۔

اے اللہ کے بندے! اپنی ضرورت اور حاجت کے میعار کو بلند کر!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تجھ کو تجھی سے مانگتا ہوں! اس قدر عظیم و با معنیٰ مخلص اور محبوب دعا سے تو بھی عبرت حاصل کر لے! کیوں تو اس دعا کو بھول گیا؟ ہاں تجھے وہ مرشد کامل چاہیے، جو اس کو مانگنے کا سلیقہ سکھا دے۔ اے بے سلیقہ! تو خود کو اس مقام تک پہنچا دے جہاں تو خدا کے بغیر نہ رہ سکے، اس کی محبت کو اپنی ضرورت بنا لے! اس کے بغیر یا اس کے وصل کے بغیر جینے کا تصور ترک کرنے کا نام مجاہدہ ہے، یہ مجاہدہ کر لے اور اس ضرورت کو پیدا کر لے جو لافانی ہے۔ اس کی عطا کا سمندر اپنا کرم برسانے کے لئے پر جوش ہے، ایک تیری ضرورت ہے کہ مفلس زمین اور آسمان سے آگے بڑھتی ہی نہیں! تو بھی مفلس ہے اور اسباب بھی مفلس ہیں، ایک مفلس دوسرے مفلس کو کیا دے گا؟ مسبب الاسباب سے مانگ! اس کا کرم عطا ہوگا۔ بھوکے ننگے بھکاری سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں، تاکہ ان اندھے مفلوج بیمار لوگوں کی تکلیف دیکھ کر، انسان کا جذبۂ رحم حرکت میں آجائے۔ اسلئے اے اللہ کے بندے! پہلے تو مکمل انسان بن جا اور انسانیت کو اپنا مذہب بنا لے، اور جب تو اس مذہب کی تہذیب سے آراستہ ہو جائے، تو پھر کسی پیر کامل سے کلمہ پڑھ، اور مرتبۂ اسلام پہ آ کر مسلمان بن جا، ورنہ تیرا مسلمان ہونا صرف اس لئے ہے کہ تیرے ماں باپ مسلمان تھے، اگر وہ غیر مسلم ہوتے تو تو بھی غیر مسلم ہوتا۔ پہلے انسان بن پھر مسلمان بن کیونکہ اسلام ایک نور ہے جو مسلمان کے

سینے میں ڈھلتا ہے نہ کہ حیوان کے سینے میں! ہر حیوان اللہ کی عطا سے اپنی استطاعت کے مطابق حواسِ خمسہ ظاہری اپنے اندر رکھتا ہے، جس کی بدولت وہ اپنے ہم جنس کو، اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ اور تو بھی اسی حواسِ خمسہ ظاہری ہی کا حامل ہوگا، تو تجھ میں اور اس میں کیا فرق رہ جائے گا؟ تو اشرف المخلوقات ہے، تجھ میں اللہ نے اپنی وہ بارِ امانت رکھی ہے، جسے کوئی مخلوق اٹھا نہ سکی! اور اسی بارِ امانت کا پتہ کسی کامل پیر کی صحبتِ صالحہ سے حاصل کرنا حواسِ خمسہ باطنی روشن کرنے کا سلیقہ حاصل کرتا کہ تو فرشتوں سے اعلیٰ مقام پا سکے۔

فکر اور فکرِ نفس

اے اللہ کے بندے! بے آنکھ چھچھوندر کی مانند دیوار کے کونوں کے سہارے نہ چل! اگر تو غافل نیند میں ہے جاگ جا! آنکھیں مل لے، آنکھیں کھول، دیکھ کہ تو کیا ہے؟ تجھے جانا کہاں ہے؟ تیرا خدا کہاں ہے؟ تیرے جسم کا ٹھکانہ، تیری روح کا ٹھکانہ نہیں ہے! یہ جسم کا ٹھکانہ اگر ناپاک ہے تو سجّین کی مانند ہے، اگر تیرے جسم کا ٹھکانہ پاک ہے، کیونکہ روح پاک ہے تو یہی علیّین کے مانند ہے۔ جسم کی محبت سجّین کی طرف لے جائے گی، خدا کی محبت علیین کی طرف لے جائے گی، جسم سے بہت چل چکا، پایا کیا؟ دھن دولت کا غرور، تکبر وحسد، حسب ونسب کا جھوٹا غرور اور بیماریاں! ان بیماریوں

کی چھ مائیں ہیں جن کے نام حرص وحسد، لالچ، غرور وتکبر اور شہوت ہیں، یہ سب کچھ چھوڑ دے یہ تمام بیماریاں تجھے چھوڑ دیں گی۔ اے اللہ کے بندے! جب یہ نفس کا چچھوندر آنکھ والا ہو جاتا ہے تو علتِ چوری سے رہا ہو کر پاک ہو جاتا ہے۔ اسی کو اللہ ایک پرندے کی شکل دیکر، جمالی اور جلالی دو پر عطا کرتا ہے، تو وہ فرشتوں کے مانند پرواز کرنے لگتا ہے، اسکی منزل زمین نہیں، آسمانوں میں ہوتی ہے، اور یہ شہباز بن جاتا ہے۔ ایسا نفس گلستان روح یعنی جنّت میں بلبل کی طرح تسبیح وتہلیل کے نغمے گاتا ہے۔ یہی نفس جب اللہ کے فضل سے فیض یاب ہوتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، ہر وقت حمد و ثنا کرتا ہے اور کہتا ہے، اے مجھے آتش اور آتشی گناہوں سے نجات دینے والے اللہ! اے جہنم کو جنّت بنانے والے اللہ، اے چربی میں نور اور گوشت پیدا کرنے والے اللہ، اے ہڈیوں کو قوتِ سماعت پیدا کرنے والے اللہ، اے جسم کے پرستار! ان مقدس صفات سے جسم بے تعلق ہے، اے اللہ کے بندے! کیا ناموں سے اشیاء کی حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے؟ ناموں سے صرف مسمیٰ کے ہونے کا ادراک اور دلیل حاصل ہوتی ہے؟ بس نام اور اشیاء کے ہونے کی دلیل کا نام علمِ ظاہری ہے اور کچھ نہیں! اسم آشیانہ تو معنی پرندے کی مانند ہوتا ہے۔ معنی آشیانہ کی مانند ہے، مسمیٰ پوشیدہ طائر کی مانند ہے، جسم ندی کی مانند ہے اور روح آبِ رواں کی مانند ہے۔

اے سالک اس بحث سے جسم وروح کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر! جسم کا تعلق عقل وحواسِ ظاہر سے ہے، روح کا تعلق باطنی بصرو بصارت کے سمندر سے ہے! حدیث پاک ہے: ''**تفکروا ساعة خير من عبادة الثقلين**'' ایک ساعت کی فکر دونوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اے اللہ کے بندے! اللہ کی قدرت میں غور وفکر کر! مگر یاد رہے! فکر کا تعلق پانی سطح، اور کوڑے کرکٹ سے ضرور رہتا ہے، اسی لئے اس فکر کی رہبری کے لئے پیر کامل کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ فکر کی نہر جاری ہے، وہ ہمیشہ ہر لمحہ بہہ رہی ہے، تو ٹھہری ہوئی نہ سمجھ، اگر یہ نہ جاری رہتی تو نیا نیا کوڑا کرکٹ کس طرح آتا؟ فکر ہر لمحہ اپنی صورت بدلتی رہتی ہے، نیا نیا کوڑا کرکٹ، فکر کو ہر لمحہ ایک صورت عطا کرتا رہتا ہے، تازہ تازہ صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں مٹتی رہتی ہیں، فکر کی پہچان اس قدر آسان نہیں! فکر روح وعقل کے سمندر کا نور ہے، یا اس سمندر کی ایک نہر ہے، اس بہتی ہوئی ندی کی سطح پر پتے چھلکے، عالم باغِ غیب کے اشجار کی خبر دیتے ہیں! پیڑ، شاخ، برگ وگل اور ثمر کے گواہ ہیں! چھلکے مغز کے گواہ ہیں! اے اندھے! فکر سے مغز تلاش کر، فکر کی نہر سے سمندر کا پتہ پوچھ؟ فکر کی کیفیت اگر سمجھ میں نہ آئے تو دماغ سے نہیں دل کی آنکھ سے پوچھ! فکر کی نہر کو سمندر کا پتہ مل جائے گا! اگر یہ بھی ممکن نہیں تو وہ پیر کامل تلاش کر جو علمِ حاضرات وناظرات جانتا ہو! یہ معمہ پل کی پل میں کھول

دیگا۔ ورنہ قیامت تک ناقص پیروں کے تلوے چاٹ لے، باتوں، قصے، کہانیوں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا! قیامت تک ذکر میں سر مار لے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا! متشرع یا شرع کا پابند ہونے کا دعوی کرنے والا، اگر شریعت میں پوشیدہ حکومت یعنی طریقت پر عمل نہیں کیا تو، کیا حاصل ہوگا۔ شریعت مطہرہ کا ظاہر قانونِ الٰہی ہے، جسے ہم جیسے لوگ قبول کرتے ہیں! شریعت کا باطن حکمتِ الٰہی ہے جس پر ہم چلنے کا وعدہ کرتے ہیں! شریعت کا ظاہر وہ علم ہے، جس سے خدا کے ہونے کا ثبوت ملتا ہے، خدا کو ہم دلیل سے پہچانتے ہیں! شریعت کا باطن حکمت ہے، عرفان ہے، جس کو ہم مشاہدۂ الٰہی کے ساتھ حاصل کرتے ہیں! معلوم ہوا کہ شریعت کا تارک اور منکر گمراہ ہے اور طریقت کا تارک و منکر زندیق ہے، اللہ زندقہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔

جمعِ ضدّین محال و ناممکن

اے طالب اللہ! چھلکوں سے مغز کا پتہ حاصل کر، چھلکوں اور نہر سے عالمِ غیب کے باغ کا پتہ تلاش کر، کیونکہ یہ نہر باغ سے جاری ہے، اگر تجھے آب حیات کے نہر کی روانی نظر نہیں آتی ہے تو کوڑا کرکٹ کو دیکھ کر پہچان لے، یہ تمام جسم، یہ عناصر کا کوڑا کرکٹ اس آب حیات کی نہر پہ بہتا ہوا آیا ہے، اور یہ کچرہ چھلکے کے مانند ہے، جو مغز کی خبر دے رہا ہے۔ اے اندھے! ذرا

آنکھیں کھول کر پہچان خود میں دیکھ! عناصر کے کچرے میں نہ دیکھ! تیری روح نور ہے، نور میں دیکھ! اگر تو روح کو چھوڑ کر خود کو عناصر کے کچرے میں تلاش کرے گا تو کیا پائے گا؟ دل و دماغ، پھیپھڑے، کلیجہ، تلی، پتہ، گردہ، خون اور گوشت کچھ بھی نہیں ہے، سب کچھ کچرہ ہے۔ اگر کسی نے جسم عناصر اور اس کے متعلّقات کا علم حاصل کیا، تو یہ علمِ معرفت نہیں بلکہ یہ علم کچرہ اور کوڑا کرکٹ ہے کیونکہ یہ علم عناصر سے تعلّق رکھتا ہے! اس کا تعلّق نہ نور سے ہے نہ روحِ نور سے! اور نہ یہ رنگوں، نفسوں اور عقلوں کا فلسفہ ہے۔ اے عزیز! تیرا وجود حیات سے ہے، اور حیات آبِ حیات کے سمندر کی نہر ہے، اور یہ نہر نورانی سمندر سے رواں ہے۔ جسم میں معرفت یا علمِ معرفت نہیں ہوتا! جسم عناصر کا پتلہ ہے! اسی جسمِ عناصر کی تلاشی شیطان نے لی، تو اعلان کر دیا کہ اس عناصر کے چولے میں میں جاسکتا ہوں اور رہ سکتا ہوں، مگر ہاں اس عناصر کے چولے میں ایک بند مہر شدہ ڈبہ ہے، جس پر میرا اختیار نہیں! تو ہم پوچھتے ہیں، آج کل کے ان نابالغ پیروں سے، جو عناصر کے کچرے میں خدا کی معرفت تلاش کر رہے ہیں، اپنی زندگی کا سارا زور عناصر کے اس چولے کو سجانے اور چمکانے پر صرف کر رہے ہیں! ہم پوچھتے ہیں، عناصر کے ان پرستاروں سے کہ یہ عناصر کا جال کیا ہے؟ یہ جال ایک آگ کا مجموعہ ہے کیونکہ ہر عنصر میں آگ ہے اور آگ شیطان کی ہم جنس ہے، شیطان ناری ہے، نار

میں نور کس طرح سما سکتا ہے؟ جب کہ نور و نار ایک دوسرے کی ضد ہیں اور جمع ضدین محال ہی نہیں ناممکن ہے۔

اے اللہ کے سادہ لوح بندے! جس نابالغ پیر نے عناصر کی آگ کو یا آگ میں خدا کے نور کو، نوری عالم کو، نوری حقیقت کو، نوری علم کو، نوری معرفت کو، روح اور خدا کو، یا اس کی نشانیوں کی تمثیل کو، اس عناصر کے پتلے میں ثابت کیا تو کیا کیا؟ جس میں اتر کر شیطان نے فرشتوں کے سامنے گواہی دی کہ اس عناصر کے پتلے میں ایک بند مہر شدہ ڈبے کے سواء کچھ بھی نہیں ہے۔

اے اللہ کے بندے! اے پیر ہونے کا دعویٰ کرنے والے! قدرتِ الٰہی کا وہ خزانہ تو خود میں تلاش کرلے، جس کو شیطان نے ڈبہ کہا ہے، یہی خزانہ ''کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًا'' کے خزانے کا سرّ نہاں ہے۔ اے عزیز! اس خزانے کا راز جسم یا جسمانی عقل نہیں پا سکتی! عناصری پتلے کے پرزوں سے، علمِ معرفت کے نام پر من گھڑت دلائل لانا! فریب اور خود فریبی کے سواء کچھ بھی نہیں ہے۔ لوگ شیطان کے مکانات میں علمِ معرفت الٰہی تلاش کرتے ہیں، کیا شیطان کی سلطنت سے علمِ معرفت الٰہیہ حاصل ہو جائے گا؟ یہ عناصر کا جسم ایک شیطانی دارالعلوم کی مانند ہے، اور تیری روح رحمانی دارالعرفان کی مانند ہے۔ اب تو ہی بتا کہ تجھے علمِ معرفت جسم سے حاصل کرنی ہے یا روح سے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''من شرح اسرار الربوبیۃ فقد

کفر'' جس نے ربوبیت کے اسرار کو فاش کیا وہ کافر ہے۔ یہ راز اس خزانے کے ہیں جو کتاب میں فاش نہیں ہو سکتے! نہ لکھے جا سکتے ہیں! اور نہ بیان میں سما سکتے ہیں۔ بس اگر کوئی کامل پیر، اللہ کا ولی چاہے، تو اللہ کے حکم سے شرح صدر کر سکتا ہے، کیونکہ شرح صدر سے یہ رموز، علم حاضرات و ناظرات کی شکل میں واضح ہو جاتے ہیں۔ بس کامل پیر کہلانے کا وہی حقدار ہوتا ہے جو اس خزانے کے اسرار سے واقف ہو، جس کا علم شیطان کو نہ ہو سکا! اگر کوئی پیر مخفی خزانے کے سواء جسمانی عناصر کے اعضاء میں معرفت الٰہیہ یا علمِ معرفت کو سمجھنے کی، سمجھانے کی کوشش کرتا ہے، تو جاننا چاہیئے کہ وہ عناصر کی آگ کا پجاری ہے، کیونکہ ہر عنصر کی اصل آگ ہی ہے، نور نہیں ہے۔ مرشدِ روحانی کامل ہوتا ہے، وہ صرف روح سے نورِ روح اور نورِ روح سے سمندر اِرواحِ قدسیہ اور بارگاہِ خداوندی کی بات کرتا ہے۔ مرید کو جسم اور جسمانی حرکت میں تکلیف نہیں دیتا بلکہ روح اور روحانی نور سے مقامات طے کرواتا ہے اور وہ خزانہ عطا کرواتا ہے جس میں دو عالم کے علوم و رموز اور حقیقتیں پوشیدہ ہیں، کامل پیر مرید کے حق میں گنج بخش ہوتا ہے، کامل پیر کو گنج بخش کہتے ہیں کیونکہ اس کا وجود'' کنزِ اخفیٰ ''ہوتا ہے۔ جس کی بو باس بھی عناصر کی آگ اور ابلیس کو نہیں ہوتی، ورنہ ابلیس تو عناصر کے علوم اور کارکردگی کا ماہر استاد اور عالم ہے، اگر ہم بھی ناری علوم و حرکتوں میں الجھ گئے، تو کیا آتش پرست

نہیں ہو جائیں گے؟ خاکی عناصر کے پتلے کو چھوڑ! اس خزانے کی بات کر جو شیطان سے نہ کھلا، اگر اس خزانے میں تیرا ازلی حصّہ ہے تو وہ اللہ کے حکم سے تجھ پر کھل جائے گا۔ بس اس خزانہ کے رازدار پیر کی صحبت اختیار کر۔

استاذ ایک "اور" شاگرد دو

اے طالب اللہ! اب تو ہی بتا کہ ابلیس اور حضرت آدم نبینا علیہ السلام کا استاد کون ہے؟ اللہ ہی ہے، اللہ نے ابلیس کو اس عناصر کے پتلے میں داخلے کی اجازت دے کر عناصر میں پوشیدہ آگ اور اس کی کارکردگی کا علم عطا کر دیا، کیونکہ ابلیس اس کی قدرت کا قائل تھا، اس لئے اس نے اپنی قدرت سے عناصر کی کارکردگی کے افعال کا علم عطا کیا؟ جسدِ آدم علیہ السلام کا تعلّق دنیا سے ہے، دنیا کیا ہے؟ ارشادِ گرامی ہوا: "الدّنیاء کلّھم ظلمة" یعنی دنیا و سامانِ دنیا تمام کا تمام ظلمت ہے! اندھیرا ہے، یہ دنیا کیا ہے عناصر کا کھیل ہے، عناصر کیا ہے؟ آگ ہے، آگ کی اصل سیاہی ہے، ظلمت ہے، اندھیرا ہے۔ اس دنیا ظلمت کا علم ابلیس کو دیا اور ابلیس کو صفتِ مضل کا مظہر بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس گنجِ مخفی کا علم عطا کیا جو ابلیس کا نصیبہ نہیں تھا! وہ گنجِ مخفی تمام علوم و اسرار کا خزانہ ہے! اسلئے فرمایا "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (البقرہ ۲:۳۱) اور ہم نے آدم کو تمام علومِ حقّہ سکھائے۔ اے انسان! اگر تو

آدم علیہ السلام کا وارث ہے اور حقیقی وارث و خلیفہ وہی کامل پیر کہلا سکتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا شدہ گنجِ مخفی کے علوم کا وارث ہونا ثابت کر دے! اے عزیز! نور کی بات کر، نور کا راستہ اختیار کر، اور نور کے راستہ کا رہبر تلاش کر۔ اگر کوئی تجھ پر وہ علوم پیش کرتا ہے جو ابلیس کو عطا ہوئے ہیں یعنی ناری عناصر کے افعال اور رنگوں میں الجھانے والا علم، تو پھر تو حضرت آدم علیہ السلام کا وارث نہ ہوگا! بلکہ ابلیس کا وارث ہونا ثابت ہوگا، یہ پیری! آدم علیہ السلام کی پیری نہیں ہے، یہ ابلیس کی پیری ہے۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام کے علوم سیکھ کر، حضرت آدم علیہ السلام کے جیسی پیری کر، اور اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا سچا جانشین ثابت کر! ورنہ ریاکار پیری کا حاصل، وہ دنیا ہے جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الدنیا جیفة وطالبھا کلاب" دنیا مردار ہے اور مردار دنیا کا طالب کتا ہے۔ خبردار! ایک علم علمِ ابلیس ہے جو عناصر اور عناصر کی دنیا سے متعلق ہے اور ایک علم علمِ حضرت آدم علیہ السلام ہے جو روح، عالمِ نور اور غیب سے متعلق ہے، اب تو ہی بتا کہ کونسا علم حاصل کرے گا؟ اور کس علم کے وارث کو اپنا رہبر بنائے گا؟ یہ فیصلہ ہم تجھی پہ چھوڑتے ہیں۔

اے طالب اللہ! روحانی نہر اور خس و خاشاک پر غور کر کس تیزی سے گزر رہے ہیں، جب یہ روحانی نہر تیری سانسوں سے بھی زیادہ تیز چلتی ہے، یا تو ذکر خفی و جلی کر رہا ہے، تو نیک طالب اللہ کے دل سے ہر خوف و غم، حرص و

حسد، لالچ وتکبر، اورغرور وشہوت کے تنکے کنارے پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔تیری پیش قدمی ''لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (یونس۱۰:۶۲) انہیں کوئی خوف وغم نہیں ہوتا! کے مقام کی طرف ہوجائے گی۔ جب یہ نہر سمندر سے مل جاتی ہے، تو ایک بحرِ بےکنار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔اے طالب اللہ! اس بحرِ بےکنار کی شرح کیا کروں؟ کیسے کروں؟ اور کس طرح تجھے شرح صدر حاصل ہو؟ اس بحرِ بےکنارے میں ایک گنج خفی ہے! اور اس گنج خفی پر ایک تالہ ہے! اس تالے کو میں کس طرح کھول سکتا ہوں؟ کس کی جرأت ہے کہ بغیر حکم الٰہی کے اس تالے کو ہاتھ لگائے۔'' وما توفیقی الا باللّٰہ '' اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا اور ہاں اللہ کی توفیق، جس کا مظہر پیرِ کامل ہی کی وہ ذاتِ والاصفات ہے، جو اس خزانے کو اللہ کے حکم سے حاضرات وناظرات پر لاسکتا ہے۔

❀❀❀

[بابِ ہفتم]

فتنے، فرقے اور اسلام

آج کا دور فتنے، فرقے اور تشدد کا دور ہے! اس دور میں جو مسلمان ہیں یا برائے نام ہیں، یا اس لئے مسلمان ہیں، جن کے ماں باپ مسلمان تھے، ان میں سے کچھ شاطر دماغ مسلمان مختلف گروہ اسلام پر، اجارہ داری کے ساتھ حق ثابت کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔جن کی سمجھ میں جو آگیا وہی اسلام ہے، جن کو جو حرکت پسند آئی، وہی اسلام ہے، ناقص پیر، علماءِ سوء انتہائی فعال ہوچکے ہیں، تاکہ اسلام کی ٹھیکیداری حاصل ہوجائے! آج کل خاندانی وجاہت، حسب ونسب کا نشہ سر چڑھ کر بول رہا ہے، اور اسی بناء پر پیری مریدی کی دکان چلا رہے ہیں۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(اقبال)

کوئی کیوں ان سے مطلوبہ شعر کا معنی نہیں پوچھتا؟ اور ان سے کوئی

کیوں یہ نہیں پوچھتا!

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

(اقبال)

اس شعر کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ دنیا کے متوالے، نام نمود، شہرت جاہ و جلال، حرص وحسد اور حسب ونسب کے مغرور لوگ حق پرستوں کو ذلیل کرنے پر اڑے ہوئے ہیں! سچائی کا گلا گھوٹنے کی کوشش کرتے ہیں، عاجز فقیروں کی تحقیر کرتے ہیں، ذلیل کرتے ہیں، لعن طعن کرتے ہیں طنز و مذاق کرتے ہیں! حق گو کا منہ بند کرنے کی، اس لئے کوشش کرتے ہیں کہ ان کے اسلام کے نام پر چلنے والے تعویذ گنڈے، وعظ ونصیحت کا کاروبار بند نہ ہو جائے! یہ لوگ سچوں کے خلاف اس لئے مورچہ بند ہوتے ہیں کہ کہیں اسلام کے نام پر، چلنے والی دکانوں پر تالا نہ پڑ جائے! جسے خدا رکھے اسے کون چکھے، ایسے لوگ جسموں کی فکر میں دیوانے ہو گئے ہیں، انہیں روحوں کے انجام کی خبر نہیں، یہ علیّین اور سجّین سے غافل ہیں۔ افسوس ان بیہودہ حرکتوں پر! آج شیطان بھی شرمندہ ہوتا ہوگا، یہ لوگ حق پرست، حق گو پیروں پر تہمت رکھتے ہیں، انہیں ملزم ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو اپنی طرح کی صراط مستقیم سے گمراہ قرار دیتے ہیں، اپنے مریدوں کے ہاتھوں قید و بند کا ایک

پیمانہ تھما کر، ڈاڑھیاں ناپنے پر آمادہ کر کے سینہ زوری دکھاتے ہیں! اور کہتے ہیں کہ ان کی داڑھی دیکھو! ان کا لباس دیکھو کیا یہ مسلمان لگتے ہیں؟ نعوذ باللہ! یہ الزامات بے بنیاد اور لغو ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''من تشبّہ بقوم فھو منھم'' یعنی جو جس قوم سے مشابہت رکھتا ہے وہ اسی میں سے ہے! یعنی گمراہوں کی مشابہت نہ کرو ورنہ انہیں میں سے ہو جاؤ گے! آپ ﷺ کے دور میں یہودی بھی سفید داڑھیاں رکھتے تھے، مسلمان بھی سفید داڑھیاں رکھتے تھے آپ ﷺ نے سفید داڑھیوں کو سرخ کرنے کا حکم دیا، تاکہ مسلمان اور یہودیوں کی داڑھی میں فرق نمایاں ہو جائے! بھٹکے ہوئے علماءِ سوء اور گمراہ پیروں کی مشابہت حق پرست کبھی نہیں کرتے! خواہ وہ داڑھیوں میں ہو یا لباس و وضع قطع میں ہو! زیادہ سے زیادہ ایک مشت داڑھی کا رکھنا اگر سنت ہے تو کم سے کم چہرے پہ اچھی طرح نظر آئے وہ داڑھی کا رکھنا بھی تحت السنہ ہے اور ثواب میں دونوں برابر ہیں اگر سنہ اور تحت السنہ کے مسائل سے عوام واقف نہیں ہیں تو فتویٰ نہیں دینا چاہیئے! اس فتویے سے سنت کا اقرار اور تحت السنہ کا انکار ثابت ہوگا اور یہ نفاق ہے اس حرکت سے آدمی شدید گناہ گار ہوگا! لہٰذا گستاخی، لعن طعن کرنا کسی بھی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔

اے عقل ناقص کے مظہر! خبردار حق پرستوں کے عیوب کی جاسوسی

کرنا، ان کی کمزوری کو پانے کی کوشش کرنا، اور دنیا کا مفاد حاصل کرنے کیلئے کاملین کے علم پر انگشت نمائی کرنا وغیرہ سب کچھ گناہ کبیرہ ہے۔ علم حق کے حصول کے بعد اس پر مکمل عمل کرنے کی بجائے، شیطان کے بازار میں پہنچنا گناہ عظیم ہے۔ اللہ کے بھولے بھالے بندوں کو لوٹنا، گمراہ کرنا، حقوق العباد کا قتل ہے، اس حرکت سے مسلمان جہنمی ہو جاتا ہے! بڑوں پر جھوٹا گمان کرنا، شک کرنا، یہ شیطان کے علاوہ کس کا شیوہ ہو سکتا ہے؟ کیا ایسے نفس عیّار کے پرستار، بد بخت، سیاہ کار علماء نے حضراتِ قدسیہ، خواجہ جنید بغدادی، حضرتِ ابو بکر شبلی، حضرتِ منصور حلاج، حضرتِ شیخ محی الدین ابن عربی، رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کیا کم فتوے دیئے؟ ہندستان میں حضرت بختیار کاکی، حضرتِ نظام الدین اولیاء، حضرتِ امام فخر الدین رازی، حضرتِ بابا فرید گنج شکر اور حضرتِ بو علی شاہ قلندر پر کیا کم فتوے دیئے؟ کیا علماء نے حضرت بایزید اور شمس تبریز کو بخشا؟ نہیں ہر گز نہیں! یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کیوں کہ ان حضرات قدسیہ کی حق گوئی و بے باکی سے کچھ بد بخت علماء کا علمی وقار تباہ ہو رہا تھا، ان کی دکانیں بند ہو رہی تھیں! وہ سمجھتے تھے کہ شاہانِ وقت کہیں شاہی امداد روک نہ دیں، کہیں عوام ان سے بدظن نہ ہو جائے، بس اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لئے، ان حضرات کے علم نے ان حضراتِ حق کو رسوا کیا، ذلیل کیا، تحقیر کیا حتیٰ کہ تختۂ دار تک پہنچا دیا۔

آج ہندستان آزاد ہے، آزاد ہندستان کے آزاد، عزت دار شہری جو حق پسند اور حق گو ہیں، اس میں عیب تلاش کرتے ہیں، اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ یہ جانتے ہیں کہ ہندستان میں کسی کو بھی، کسی بھی طرح نقصان پہنچانا ہمارے محترم قانون میں جرم ہے! بے تکے فتوے دینا، علمِ اکتساب کے سہارے کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان کے خلاف نازیبا الزام لگانا ہتکِ عزت ہے۔ لہٰذا مفتی کو انتہائی محتاط رہنا چاہیئے! اللہ اور اللہ کے رسولِ پاک ﷺ کی مرضی کے خلاف ایسے فتوے نہ دے، جس کی تردید دوسرے کسی حق پسند، حق پرست، مفتی کے فتوے کی کتاب میں موجود ہو، کیونکہ آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ سنت و جماعت کے مقتیان کرام جو پہلے گزر چکے اور اب جو موجود ہیں، ان دونوں گروہوں کی کتابوں سے جب فتویٰ نافذ کرتے ہیں تو متضاد فیصلے نکل آتے ہیں۔ اکثر و بیشتر ایسے کئی فتوے آتے ہیں جو ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ لہٰذا حق پرستوں کے فیصلوں کو محترم سمجھ کر فتویٰ دینا چاہیئے! کیونکہ یہ فتویٰ، فتویٰ نہیں بلکہ حکمِ خدا اور رسولِ خدا ﷺ ہے۔

اے طالب اللہ کچھ حق پرست کامل فقیر تو ایسے ہوئے جیسے سمندر! اپنے اوصاف سے، اپنے اخلاق سے، سمندر ہر گز مکدّر نہیں ہوتا۔ عام انسان خشکی کا پرندہ ہوتا ہے، بحرِ قلزوم میں کوئی پرندہ جئے یا مرے بھلا بحرِ قلزوم کب مردار ہوتا ہے؟ کامل فقیر کا وجود کوئی مٹکا یا مختصر کنواں نہیں ہوتا، جس میں کتا

ڈوب کر مر جائے تو کنویں کا پانی مردار ہو جائے۔ اے عقل کے اندھے! کیا تو نے تاریخ کے پنّوں کا وہ واقعہ بھلا دیا، جب شاہِ روم، شمس العلماء، مولانا جلال الدین رومی جیسی شخصیت نے زندگی بھر کا وہ کسبی علم کا خزانہ نظرِ آتش کر کے، حضرت خواجہ شمس تبریز کی غلامی اختیار کر لی، تو اس دور کے مفاد پرست، حق نا آشنا علماءِ سُوء نے مولانا روم پر الزام لگایا کہ دیکھو یہ پاگل ہو گیا ہے، جو ایک شرابی کے پیچھے پڑا ہے! اس کی غلامی کا قلادہ گلے میں لٹکائے پھرتا ہے اور نہ جانے کیا کیا کہا، جب بات حق و باطل کے درمیان حدِّ فاصل قائم کرنے کی آئی، تو مولانا روم نے اپنے ہم عصر تمام علماء کو ایک جگہ جمع کر دیا اور پوچھا کہ اے شریعت کے ٹھیکیدارو بتاؤ! از روئے شرع کیا حکم ہے، اس کنویں کا جس میں شراب کے چند قطرے گر گئے ہوں؟ تو تماموں نے کہا کنویں کا سارا پانی نکالا جائے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہو سکتا۔ اچھا اب بتاؤ کہ سمندر میں شراب کا مٹکا توڑ دیا جائے تو کیا سمندر ناپاک ہو گا؟ تو تمام علماء نے کہا ہرگز ناپاک نہیں ہو گا، تو آپ نے کہا وہ کس طرح؟ سبھوں نے کہا کیونکہ وہ سمندر ہے۔ علماء کے اس جواب پر مولانا روم نے برجستہ کہا، اے مولویو! میرا پیر توحید کا سمندر ہے اس میں شراب کا مٹکا بھی توڑ دو تو گندہ نہیں ہوتا اور تم سب کنوؤں کے مانند ہو جو چند قطروں سے ناپاک ہو جاتے ہو۔ مولانا روم کے اس جواب سے سارے علماء سرنگوں ہو کر اپنی راہ اختیار

کر لیتے ہیں۔ اے عزیز! اسی طرح جب نمرود کی سرکش نار میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ڈالا گیا، تو اس ناپاک آگ نے حضرت خلیل کو نہ گندہ کیا نہ جلایا بلکہ حضرت خلیل کے وجودِ مطہر کی برکت سے وہ سراپا رحمت و پاک ہو گئی، ایسے ہی اللہ کے کامل فقراء کے باطن کا سمندر ظاہری گرد و غبار سے میلا نہیں ہوتا۔ میدانِ شریعت کے شہسوار حضرتِ اورنگ زیب کی نظر حضرتِ صوفی سرمد کے ظاہر سے دھوکہ کھا گئی۔ خبردار! کامل کے ظاہر پر نہ جا۔

دلیل و مشاہدہ

دلیل اور توحیدِ استدالی نفس اور علم نفس کے لئے ہے، عوام اور علماءِ ظاہر دلیل کے قائل ہوتے ہیں اور دلیل سے توحید کو مانتے ہیں۔ کامل عقل و روح کے لئے مشاہدہ اور توحید مطلق ہوتی ہے، کاملین بغیر مشاہدہ کے توحید استدالی کے ہے، بس قائل تو ہوتے ہیں، مگر مطمئن نہیں ہوتے۔ دلیل کا مقام بس شریعت تک ہوتا ہے اور علم شریعت نفس کو آراستہ کر کے مسلمان بنانے کیلئے ہوتا ہے۔ روح کے لئے علم معرفت ہوتا ہے اور معرفت مشاہدہ ہے۔ نفس نمرود کی مانند، دلیل طلب، دلیل پسند ظالم ہوتا ہے، اور عقل و روح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مانند دلیلوں سے گذری ہوئی ہوتی ہے، یعنی روح مشاہدہ ذات میں اور نفس دلیل میں ہوتا ہے۔

اس لئے طالب اللہ کو کامل پیر کی اشد ضرورت ہوتی ہے بغیر پیر کے بھٹکنے کا خدشہ رہتا ہے، کسی بھی وقت، کسی بھی مقام پر وہ گم ہوسکتا ہے، مگر واصلین بعد وصال رہبر سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ بینا حضرات چشم و چراغ رکھتے ہیں۔ عام انسان کو یہ چشم و چراغ میسر نہیں آتے، اگر یقین نہیں آتا تو آیاتِ نور ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (النور ۲۴:۳۵) سے آخر تک'' پڑھ کر غور و فکر کر چشم و چراغ سے مراد تیری آنکھیں ہیں! یہ تیرے گھر کا چراغ نہیں ہے، یہ آنکھ اور چراغ اللہ کے حکم سے پیر کامل عطا کرتا ہے! بس اس روشنی میں صراطِ مستقیم کی منزل ہوتی ہے۔ اگر واصلین کوئی دلیل بیان کرتے ہیں تو مشاہدۂ حق کیساتھ بیان کرتے ہیں، تاکہ مخاطب کی عقل کو جلا حاصل ہو جائے! ورنہ کیا ضرورت ہے کہ وہ لب کشائی کرے، کتابیں لکھتے ہیں تو اللہ کے مخلص بندوں کی رہبری کیلئے نہ کہ اپنا علمی وقار ثابت کرنے کیلئے! ۔نفسانی علماء کا علم، ان کی ذات کو شہرت دلانے کا اشتہار ہوتا ہے، علم ان کے سینے میں ہوتا ہے اور وہ باہر ہوتے ہیں، ربانی و روحانی علماء اپنی ہستی کو علم کے نور میں خود کو گم کر دیتے ہیں، عالم نفس علم کے باہر اور عالم حق علم کے اندر ہوتا ہے۔ لہٰذا عوام کو محتاط رہنا چاہیئے، عالم کے لئے علم، فن بن جاتا ہے۔ عارف کے لئے علم، حق وہ مشاہدہ بن جاتا ہے، عالم نفس سوء کی زبان سیف الشیطان یعنی شیطان کی تلوار ہوتی ہے اور عالم حق کی زبان سیف الرحمن یعنی اللہ کی تلوار

ہوتی ہے، اسی لئے علمائے سوء صوفیان کرام کی توہین کرتے ہیں، تصوف اور اہل تصوف کو حقارت سے دیکھتے ہیں، یہ مٹکے سمندر کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے تمسخر سے سمندر کی شان میں فرق نہیں آتا! یہ کیا جانے کہ لامحدود کے سامنے محدود، معدوم کی طرح ہوتے ہیں۔

علماء سوء فرقے بنا لیتے ہیں، اور کفر و ایمان کی جنگ چھڑ جاتی ہے، نفاق عام ہوتا ہے، ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، وحدت کثرت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور قوم زوال پذیر ہو کر رسواء ہو جاتی ہے، قوم کا زوال قومی ترقی کا زوال ہے۔ مگر صوفیان کرام کفر و ایمان کے رنگوں سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ کتابِ سرّ الاسرار میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث پاک نقل فرمائی ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ کفر و ایمان عرش کے مقامات میں دو مقامات کے نام ہیں! وہ دو مقامات کی تعریف حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کا رنگ سیاہ ہے اور ایک کا رنگ سفید ہے! یہ سیاہ اور سفید وہی حضراتِ قدسیہ جانتے ہیں جو عرش اور عرش کے مقامات کو جانتے ہیں۔ اگر اہل ظاہر کو اس کا علم ہوتا تو حالات ہرگز ایسے نہ ہوتے جو آج ہیں۔ صوفی کا وجود مغز کے مانند اور کفر اور ایمان چھلکے کی مانند ہوتا ہے، افسوس وجود کو چھوڑ کر چھلکے میں الجھ کر تباہ ہو رہے ہیں، کفر اللہ کا غضب ہے ایمان اللہ کا کرم ہے، جو مومن کے دل میں منقش ہو کر مومن کا آئینہ بن جاتا ہے! جیسا کہ

حدیث پاک میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ''المؤمن مرأۃ المؤمن''، یعنی مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے۔

اس ذات کے چہرے پر ہر فانی چیز پردہ بن گئی ہے، جیسے فانوس میں چراغ! کوشش تو چراغ کو حاصل کرنے کی ہونی چاہیئے نہ کہ فانوس کے لئے جھگڑا! اندھے کو چراغ اور فانوس کی کیا خبر! اندھے کو کیا معلوم کہ صورت کیا ہے؟ اور آئینہ کیا ہے؟ کاش یہ آنکھیں کھول کر، یا بینا ہو کر آئینہ دیکھتا، تو اس کی آنکھوں پر ساری حقیقت روشن ہو جاتی! اے عزیز! ایک سَر ہے ایک سِر ہے، سَر سِر کا پردہ ہے، سِر نوری ہے سَر ناری ہے! عقلمند وہ ہے جو سِر اور سر کا علم رکھتا ہو! صرف سَر اور عقلِ سَر سے دلائل میں اُلجھا ہوا تقلیدی، بسا اوقات فرقوں میں اُلجھ کر ہلاک ہو جاتا ہے اور کفر میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ صوفیان کرام کے نزدیک کافر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے ایمان سے غافل ہو، اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے شیخ کی جان سے غافل ہو۔ کوشش اور محنت سے علم حاصل ہو سکتا ہے، مگر روح کا ثبوت نہیں ملتا، جس قدر ظاہری علم کو ترقی ہوتی ہے، اسی قدر روح پوشیدہ ہو جاتی ہے۔

امرِ کُن امرِ شیخ

اللہ نے ''کُن'' کہا تو ہر چیز ہوگئی یعنی پیدا ہوگئی ''فیکون'' کہا تو

اطاعت میں مشغول ہوگئی! دونوں عالم کی ہر چیز ''امرکن'' کے تابع ہے، امرکن اللہ کا ایک ایسا راز ہے، یہاں افشاء کی قوت نہیں۔ صرف اتنا جان لیجئے کہ امرکن حضرت عشق ہیں۔ دونوں عالم امرکن سے روشن ہیں، دونوں عالم سے مراد نوری اور ناری عالم ہے، ہر مخلوق میں امرکن کی جلوہ آرائی ہے۔ امرکن کی حقیقت کبھی کبھی بزرگوں کی کرامات سے ظاہر ہو جاتی ہے، جب حضرت ابراہیم بن ادھم نے بادشاہت کو ٹھوکر مار کر فقر کی گدڑی اختیار کر لی اور ہجرت پر نکل پڑے، ایک دن آپ دریا کنارے اپنی گدڑی سی رہے تھے لوگوں کی نظر پڑی تو لوگوں نے کہا اے سرکار ابراہیم بن ادھم! آپ نے بادشاہت کو ترک کر کے کیا پایا؟ تو آپ اس سوال پر اپنی سوئی دریا میں پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں، اے دریا کے مچھلیو! میری سوئی لے آؤ! تو سمندر کی ہر مچھلی سونے کی سوئی منہ میں دبائی ہوئی، آپ کی خدمت میں اچھل اچھل کر آنے لگی۔ آپ نے مچھلیوں سے فرمایا مجھے سونے کی سوئی نہیں میری سوئی لوٹادو، تو ایک مچھلی آپ کی سوئی منہ میں دبائے ہوئے آئی اور آپ نے اپنی سوئی لے لی، اور لوگوں سے کہا جس بادشاہت کو ہم نے ترک کیا وہ بہتر ہے یا یہ بہتر؟ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ صرف کرامت تھی یا اس میں کوئی سبق پوشیدہ تھا؟ ہاں اس میں سبق پوشیدہ تھا۔ امرکن کا ہم نے لغوی معنی حکم لیا ہے! اللہ نے حکم دیا تو خدائی ظاہر ہوئی اور حضرت ابراھیم بن ادہم نے حکم دیا تو ہر مچھلی آپ کے حکم

کے تابع ہوگئی! ہم بھی حکم دیتے ہیں مگر ہماری کوئی سنتا نہیں! اپنے اہل و عیال بھی موقعہ دیکھ کر حکم کی تعمیل کرتے ہیں ورنہ نہیں؟ معلوم ہوا کہ حکم دو طرح کا ہوتا ہے ایک حکم جاری، دوسرا حکمِ جامد! اولیاء اللہ حکمِ امرِ کن کے عماّ زاور حکمِ جاری کے مظاہر ہوتے ہیں۔ کبھی ان کا تیر خطا نہیں ہوتا، دیر یا سویر اپنے نشانے تک پہنچ کے رہتا ہے! افسوس ہے اس کمینے شخص پر جو اولیاء اللہ کا دشمن ہوتا ہے۔ ہائے افسوس کہ کامل پیروں کو سمندر کی مچھلیاں بھی پہچانتی ہے مگر یہ نام نہاد انسان نہیں پہچانتا! افسوس مچھلیاں بھی کاملین سے باخبر ہوتی ہیں یہ ناقص انسان بے خبر ہوتا ہے! کامل ولی اللہ! اللہ کی لازوال دولت ہے، اس کی قدرت مچھلیاں تو جانتی ہیں مگر ناقص انسان اس دولت کی قدرت سے محروم و بدبخت ہے! پتہ نہیں یہ بدبخت کس گمان میں ہیں، جو اولیاء اللہ سے حسد و بغض رکھتے ہیں، افسوس یہ لوگ اللہ کے ولی سے بغض و حسد نہیں رکھتے بلکہ فرشتوں پر حملہ کر رہے، ہیں کس قدر انجام سے بے خبر ہیں۔ ''خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ'' یہ سچ ہے کے خیر و شر اللہ کی جانب سے ہے، نہ جانے انسان کہلانے کے باوجود خیر کو چھوڑ کے یہ لوگ شر کو کس طرح پسند کر لیتے ہیں؟ خیر کے برعکس، شر کی اتباع کرتے ہیں! خالص خیر کی برائی کرتے ہیں، شر میں مبتلاء ہونے کو بڑائی سمجھتے ہیں، حاسد و بدکار محتاج و ذلیل تانبے کی طرح ہوتے ہیں، اور کامل پیر اکسیر کیمیاء ہوتے ہیں،

جو تانبے کو سونا بنا دیتی ہے مگر تانبے سے کیمیاء نہیں بنتی! حاسد بدبخت آگ ہے اور شیخ کامل ازلی دریا ہے، آگ پانی سے ڈرتی ہے نہ کہ پانی آگ سے! کامل پیر سورج کے مانند ہوتے ہیں یہ چمگاڈر سے کب ڈرتے ہیں! اے ظالم حاسد! توبہ کر اور تو جہاں بھی ان کا نام سن لے، یا ان کی یاد آئے، یا اُنکا ذکر سنے، تو ادب سے دم ہلا۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ''حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ'' (البقرہ ۲:۱۴۴) تم جہاں بھی ہو اپنا رخ (اس کی طرف) پھیر لو! وہ مٹی پتھر کا کعبہ ہے، وجود شیخ خدا کی جلوہ گاہ ہے۔

کنت کنزاً مخفیاً

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، یہ میں کیا ہے؟ حضرت عشق ہیں کب سے چھپا ہوا خزانہ تھا؟ جب سے ''میں'' تو، یہ، وہ، اب، تب، جب، کب، کہاں، کیسے، یوں، کیوں، کیا، ہے، نہیں، ہاں، نہ کن اور نہ فیکون کا علم تھا، نہ شعور تھا نہ ارادہ و خیال تھا، شئے اور نہ لاشئی کا وجود تھا، نہ نام تھا اور نہ نمود! بس وہ چھپا ہوا خزانہ تھا کہاں چھپا ہوا خزانہ تھا؟ اپنے ہی نور میں، اپنے آپ میں مست چھپا ہوا خزانہ تھا، اس خزانہ میں سب سے پہلے حضرت عشق بیدار ہوئے۔

فاحببتُ

پس محبت کے لئے ''میں'' محبت کے اظہار کے لئے محبت کی

حقیقت کے اظہار کے لئے، صرف اور صرف مقامِ محبت کے اظہار کے لئے، حضرت عشق بیدار ہوئے، خود پہ نظر کیا اپنے آپ کو سراپا محبت پایا اس محبت کے جمال و کمال کی قدرت کا اظہار اور پہچان چاہتا تھا پس فرمایا؟

انْ اعرف

تا کہ پہچانا جاؤں! پہچان کے لئے نام ضروری تھا حضرت عشق نے خود پر نظر کیا اپنے آپ کو بے مثل و بے مثال نور پایا! اپنے آپ کا نام "اللہ" رکھا، یہ نام پاک ہر طرح کے جمال و جلال کا مرقع تھا، یہ نام پاک اس کے علوم، اس کی ذات وصفات، اس کے قدرت اور کمال کا خزانہ تھا۔ اسمِ ذاتِ پاک کو ہر طرح کی تعریف کے قابل پایا، ہر طرح کی عبادت حمد وثناء کے قابل پایا، اپنے نام پاک سے حضرت عشق کو محبت ہوئی، محبت کی نظر سے اپنے اسم ذات کو دیکھا تو بے مثال، کل و جمال کا ایک معجزہ پایا، سراسر محبت و رحمت پایا، رحمت وشفقت پایا، تو اس نور پاک کا نام اقدس محمد ﷺ رکھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اول ما خلق اللہ نوری" اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اس نور اقدس میں، یعنی اسمِ محمد ﷺ کے نور اقدس میں حسن و جمال کی نظر سے دیکھا تو اللہ کی نظر پاک معجز نما ثابت ہوئی، سراپا جمال و کمال، رحمت و محبت کے پردے میں، طیب و طاہر، حیاء سے لبریز آپ

کی عقل اطہر پیدا ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اول ما خلق اللہ عقلی" اللہ نے سب سے پہلے میری عقل کو پیدا فرمایا! اسی لئے آپ کا لقب عقلِ کل ہے! اللہ پاک کی رحیم و کریم نظر کے علوم، جمال و کمال کے تمام علوم، آپ کی عقلِ اطہر میں پیدا ہو گئے! حضرتِ اللہ شانہ نے آئینۂ عقل کل میں اپنے آپ کا دیدار کیا، اپنی صورتِ نور کو دیکھا تو اپنا ہی عکس قلم نظر آیا۔ اپنے ہی عکس کو قلم کہا اور قرطاسِ دونوں جہاں پہ چلنے کے قابل پایا تا کہ دونوں جہاں اور دونوں جہاں کے علوم اسی قلم کا معجزہ بنیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اوّل ما خلق اللہ قلمی" اللہ نے سب سے پہلے میرے قلم کو پیدا کیا! پھر حضرت حق شانہ نے آئینۂ قلم میں دیکھا، اس میں اپنی ہی قدرت کاملہ کا عکس نظر آیا، انتہائی لطیف، شرم و حیاء کا مجسم، حسین و جمیل، اس کا نام روح رکھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اوّل ما خلق اللہ روحی" اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا کیا آپ کی روح اطہر کو ابوالارواح، روح الروح کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا نور پاک چار منازل کے ساتھ، اللہ کے اظہار کا ذریعہ بن گیا۔ آپ کا نور اقدس جب سخن کن کی جان بن گیا، تو اللہ نے آپ کے نور سے مخاطب ہو کر کن کہا۔

فخلقت الخلق

پس تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا، کن سے فیکون وجود میں آیا۔ تمام جمالی اشیاء نمودار ہوئیں، جب اس قدرت کے کارخانے کو چلانا چاہا تو جلال کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا! غضب کی نظر سے اپنے ہی پہلوئے جلال پر نظر کیا تو وہ غضب ناک آگ بن گئی، اس آگ سے نفس کو پیدا فرمایا، نفس میں اپنے جلال کی کیفیت کو دیکھا، نفس کو حاکم بننے کی خواہش سے آلودہ پایا، خواہش امر سے معمور نفس امارہ کو پایا، نفس پر قاہرانہ نظر کیا تو ابلیس کو اپنا عاشق پایا، علم وعبادت کا مستحق پایا، علم وعبادت پر نظر کیا تو حرص وحسد اور تکبر، خدا کے سواء ہر چیز سے بے نیاز پایا! اللہ نے نفس اور ابلیس کے تمام اوصاف کو جمع کر کے نظرِ جلال ڈالی، تو دنیا پیدا ہوئی اور دنیا کو آگ کے حوالے کر دیا، ابلیس مسرور اور مست ہوگیا، مستی کے نشے میں چور ہو کر تائیس بانگیں دیں، حسن و جمال کی، زیب وزینت کی، دولت وشہرت کی، عزت وناموس کی، شراب و شباب کی، رقص وسرور کی، غفلت اور سستی کی لاپرواہی اور حق سے بے نیازی کی، بے حیائی اور بے وفائی کی، نفاق اور عداوت کی، بخل وشرارت کی وغیرہ وغیرہ یہ آواز اس قدر مسحور کن تھی کہ روز ازل ہی میں لاکھوں شقی روحیں ان سریلی آوازوں پر فریفتہ ہو گئے۔ اللہ نے ان روحوں کے رجحان کے

مطابق ان شقی ارواح کو ذرات کی مانند شیطان کی ذریت میں دے دیا! گویا یہ ارواح بھی آتش شیطان کا غلبہ لئے ہوئے تھے، بظاہر یہ انسان بباطن شیطان پیدا ہونے والے تھے۔ پس انسانوں کے لئے خیر کو پیدا کیا اور شیطانوں کے لئے شر کو پیدا فرمایا اور اسی خیر وشر کے میدانِ کارزار میں کامل انسانوں کو بھی بھیجا، اور ناقص شیطان صفت انسانوں کو بھی بھیجا، تاکہ حق وباطل ظاہر ہو جائے، محبت ونفرت کا مقام ظاہر ہو جائے، محبت کو عبادت اور شر کو غفلت ونفرت بنا کر پیدا کر دیا، انبیاء کرام، اولیاء عظام تمام کے تمام کو خیر و محبت کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ اور شیطان کی مدد کے لئے، شیطان صفت، شر اور نفرت کی تبلیغ کے لئے آئے۔ آج اس منشاءِ الٰہی کا انجام ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور وہی ہو رہا ہے جس کا علم اللہ کو تھا، ہے اور رہے گا۔

اللہ نے ابلیس کو پہلا موقع دیا اور خود استاد بن کر شانِ مضلی کی تعلیم دیا اور اس کو اس کی قوم کے ساتھ دنیا میں بھیجا اس کی قوم شرارت اور شر ہی کے سبب ہلاک کر دی گئی مگر ابلیس عبادت کا، مراتب کا بڑا حریص تھا اللہ کی عبادت میں مشغول رہا، عبادت میں ترقی کی آسمان تک پہنچا، فرشتوں کا استاد بنا، غرض ساتوں آسمان تک رسائی حاصل ہوئی، ملائکہ میں مشہور ہوا، اس کی عبادات اور شہرت کے عوض شیطان کو کئی القابات دیئے گئے، ابلیس میں غرور آنے لگا۔ مراتب ومقام پر بہت نازاں ہوا، کیونکہ وہ ناری مخلوق

ہو کر بھی فرشتوں کا استاد تھا۔

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور شانِ حق و خیر کے ساتھ ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا'' (البقرہ ۲:۳۱) کی تعلیم دیا۔ آپ مسجودِ ملائکہ قرار دیئے گئے، شیطان نے انکار کیا، لعنت کا مستحق ہوا، اور آسمان سے زمین پر پھینک دیا گیا، مگر اس کا اختیار سفرِ آسمان تک باقی تھا! حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ورغلایا اور دونوں زمین پر آگئے۔ اب دنیا میں حق و باطل کا معرکہ پیش آیا، دنیا میدانِ کارزار بن گئی! خیر و محبت کی تبلیغ کے لئے انبیاء کرام آنے لگے ہر نبی کی نبوت کے کارخانے میں اولیاء کرام پیدا کئے گئے! شیطان ہر دور میں اپنی ذریت کے ساتھ حق اور حق پسند انبیاء اور اولیاء کے مقابل صف آراء رہا، ان حضرات قدسیہ کے پیرو کاروں کے خلاف کمر بستہ رہا گویا اللہ سے اجازت حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر بیٹھ گیا، لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے ایک لاکھ چالیس یا ستر ہزار یا دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب انبیاء کرام بھیجے گئے، ان میں ختمِ نبوت کا تاج پہن کر اللہ کے حبیب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجے گئے! نبوت کا دروازہ آپ کی ذات پر بند بھی کیا گیا، اس حکمت میں قربِ قیامت کا اشارہ ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے شیطان چند موحدین کے سواء تمام قوموں کو اپنے چیلے بنائے ہوئے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گمراہ، گم گشتہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آئے، تو دیکھا کہ اکثریت تو ان ظاہری انسان اور باطنی شیطانوں کی

ہے تو آپ نے شیطان صفت لوگوں کو چالیس تک اپنی سیرت سے دعوت دی، اور مرتبۂ انسان پر لائے جب کچھ انسان تیار ہوئے، تو آپ نے اپنی ذات کو پہلے پیش کیا، جب آپ کی ذات کو تماموں نے تسلیم کر لیا، تو اپنی بات یعنی کلمہ توحید کو پیش کیا، جب کچھ لوگوں نے کلمہ قبول کیا۔ ان انسانوں کو مکمل مسلمان بنانے کے لئے آپ کی ذاتِ اقدس کو چالیس سال لگے تو طویل عرصے تک قرآن کا نزول ہوا، ہر آیت کی شانِ نزول کے ساتھ، انہیں اسلامی تعلیم دی گئی، آخر کار اللہ نے فرمایا عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن آخری آیت نازل ہوئی ''اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا'' (المائدة ۵:۳) آج کے دن میں نے اسلام کو مکمل کیا اور نعمت کی تکمیل کی اور راضی ہوا میں بنام دین اسلام۔

❀❀❀

[بابِ ہشتم]

اسلام کیا ہے

اسلام ایک نور ہے، جو کفر کے اندھروں میں اجالا کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ''اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ'' (الزمر ۳۹:۲۲) اللہ جسے دوست رکھتا ہے! اس کا شرح صدر کر کے اسلام کو داخل کرتا ہے اور اس میں ایک نور کو نمودار کرتا ہے! تعجب ہے یہاں اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اسلام کا حقیقی مبلغ میں ہوں، میں جسے چاہتا ہوں جسے محبوب رکھتا ہوں، اس کا سینہ کھول کر میں ہی اپنے محبوب دوست کے سینے میں اسلام کو داخل کرتا ہوں! اور لوگ کہتے ہیں! ہر فرقہ کہتا ہے کہ ہم مبلغین اسلام ہیں، ہم لوگوں کے سینوں میں اسلام کو داخل کرتے ہیں! ہم پوچھتے ہیں نام نہاد مبلغین سے کہ غیر مسلموں کے سینوں میں اسلام کو کس طرح داخل کر سکتے ہو، جب کے یہ کام تو خاص اللہ کا ہے، یہ اسلام اللہ کے دوستوں کے لئے ولیوں کے لئے مخصوص ہے، تم تمہارے دوستوں کے سینوں میں یا تم جسے چاہتے ہو یا جو تمھیں چاہتا ہے، تم اس کے سینے کھول کر اسلام کو کس طرح داخل

کر سکتے ہو؟ نہیں میرے پیارے بھائی آپ صرف اسلام کی تہذیب میں لوگوں کو ڈھال سکتے ہو اور اللہ ہی مہذّبین میں چن کر اسلام کے لئے پسند اور خاص کر لیتا ہے! یہ مبلغین صرف علم و تہذیب اسلام کے مبلغین ہیں نہ کہ مکمل اسلام کے مبلغ ہیں، اسلامی تہذیب و علم کا مبلغ خود خدا ہے۔ بنام اسلام جتنے بھی فرقے بنے ہیں، سب چیخ چیخ کر دعوے کر رہے ہیں کہ ہم ہزاروں کو مسلمان بنا رہے ہیں، اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے! یہ اسلام پھیل رہا ہے یا اسلامی تہذیب پھیل رہی ہے، ہر مذہب کی ایک تہذیب ہوتی ہے ہر تہذیب مذہب نہیں ہوتی! تہذیب اسلام اور ہے، اسلام اور ہے! وہ اسلام جو علم کے ساتھ ظاہر ہے اس کا مبلغ بھی خود اللہ ہے وہ اسلام جو عمل صالحہ کے ساتھ باطن ہے اس کا مبلغ بھی اللہ ہی ہے۔ الغرض یہ اسلام دنیا میں آنے سے پہلے کہاں تھا اور کیا تھا! جس کو شرحِ صدر کے بعد داخلہ کے ساتھ ہی ایک نور کو نمودار کرتا ہے! جو اسلام اپنے علم و عمل اور اخلاق حسنہ کے ساتھ ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے، وہ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا پرتو ہے، جو اسلام کی جان اور ایک نور ہے، وہ انسان کے سینے میں اسلام کے داخل ہونے کے بعد نمودار ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلام اگر جسم ہے تو اس کی جان ایک نور ہے! اور یہ نور اللہ کے کرم میں پوشیدہ ہے، جب تک یہ نور نمودار نہیں ہوتا تب تک حاصل شدہ اسلام، صرف تہذیب اسلام بن کر رہ جاتا ہے۔

اے سالکِ راہ حق! کہتے ہیں کہ انسان عالم کبیر ہے، تو اس عالم کبیر میں اسلام اور نور اسلام کہاں پوشیدہ ہے؟ اسلام نور ہے، کفر ظلمت ہے اور یہ کفر انسان میں آگ کی تاریکی کو لئے ہوئے ہے، روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، جہاں تاریکی ہوتی ہے، یا روشنی کی ضرورت تاریکی میں ہوتی ہے، اسلام تاریکیوں میں روشن ہے، یہ ایک مکمل چاند کے ہالے کے مانند ہوتا ہے جو کفر کے اندھیروں کو چیر کر، مٹا کر، ایمان کے برف جیسے نور سے ہم آغوش ہو جاتا ہے، ایمان کے ساتھ ہی اسلام کا نور دوبالا ہو جاتا ہے! اے اندھے! اسلام ایک شمع کی مانند ہے، چاروں طرف سے کفر کی تاریک آندھیاں اسلام پر یورشیں کر رہی ہیں، یہ شمع اللہ کی حفاظت میں ہے، کیونکہ اس شمع کو خود خدا نے روشن کیا ہے، فانوس بن کر اس کی حفاظت خود ہوا کرتی ہے۔ اے اندھے تجھے چراغ و فانوس کی کیا خبر! اس اسلام کو دیکھنے کے لئے چشم بینا چاہیئے؟ جب تک تیری نظر میں حقیقی اسلام نہیں آسکتا تب تک تو تہذیب اسلام کا حقیقی حقدار نہیں ہوسکتا ہے! لیکن مکمل اسلام سے تو دور ہی رہے گا یا جب تک اللہ نہ چاہے، تیرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوسکتا۔

ایمان کیا ہے

ایمان بھی ایک نور ہے، جو دائرۂ اسلام سے ہمکنار ہے، یہ مثل دودھ

ہوتا ہے۔ ایمان عرش کے مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے اور اللہ فرماتا ہے: ''اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ'' (المجادلۃ ۵۸:۲۲) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب میں ایمان لکھا گیا ہے! اور اللہ نے اپنی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے! ایمان ان کے دلوں میں نقش کیا جاتا ہے۔ اب یہاں دل کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، دل اللہ کی قدرت کا خزانہ ہے، دل میں تمام زمین اور آسمان سما سکتے ہیں، مگر دل کسی میں نہیں سما سکتا! جیسا کہ اس دل کے تعلق سے حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے: ''لایسعنی سمائی والارض ولٰکن یسعنی قلب عبدالمؤمن'' یعنی آسمان و زمین میری وسعت نہیں رکھتے مگر مومن بندے کا قلب میری وسعت رکھتا ہے! دل کیا ہے؟ ''قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ'' مومنوں کے قلوب اللہ کا عرش ہیں۔ نابینا کیا دیکھے؟ کہ مؤمن کے دل میں ایمان کس طرح نقش ہوتا ہے، اسلام تاریکیوں کو مٹانے والا ہے، ایمان اسلام کی قوت کو دوبالا کرنے والا ہے، اسلام ایک ہالے دار چاند کی مانند ہے اور ایمان اس کو گھیرا ہوا نور ہے، کھلی آنکھوں سے آئینہ دیکھ! اسلام اور ایمان ظاہر ہو جائے گا! مگر وہ نظر اور آنکھیں تجھے کامل پیر کے سواء کون عطا کر سکتا ہے؟ جس سے تو اسلام اور ایمان کا مشاہدہ کر سکے۔

اسلام اور ایمان

اسلام نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کا نام ہے، ایمان نبی کریم ﷺ کے ذات کے نور کا پرتو ہے! اسلام اور ایمان کا انحصار کلمۂ طیب پر ہے کلمۂ طیب قرآن اور احادیث کی تشریح ہے۔ کلمۂ طیب کیا ہے؟ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ کلمۂ طیب کا معنی کیا ہے؟ لاالہ الا اللہ نور ہے اور محمد رسول اللہ اس نور سے نور علی نور ہیں۔ ایک نور توحید ہے جو اسلام ہے، ایک نور رسالت ہے جو ایمان ہے۔ اسلام اندھیروں کے خلاف غازی ہے، جو پل صراط کو روشن کرتا ہے، ایمان پل صراط سے گزرتا ہے، اسلام اور ایمان کے انوار حضرت انسان کو کامل انسانیت کا نمونہ بناتے ہیں۔ اگر حضرت انسان عالم کبیر یا عالم صغیر ہے تب بھی ان کی اصل حضرت انسان کی انسانیت میں پوشیدہ ہے، اس اصل کو دیکھنے کی بس آنکھ ہونا چاہیئے! یہی ایک اصل نکتہ ہے! باقی سب کچھ مان لینا بس نکتہ کی تشریح ہے۔ ماننے نہ ماننے والوں میں اکثر تضاد ہوتا رہتا ہے، کیونکہ اصل نکتہ سے ناشناس ہیں! اسلام اور ایمان کی کنجی قرآن ہے۔

قرآن کیا ہے؟

اے عزیز! قرآن کیا ہے؟ قرآن علم الٰہی ہے، کنت کنزاً

مخفیاً کے ساتھ یہ بھی مخفی تھا! فاحببت یعنی محبت کے ساتھ اول ما خلق اللہ نوری! اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا یہ نور علم الٰہی کا مخزن قرار پایا! آپ ﷺ نے فرمایا ''اول ما خلق اللہ عقلی'' اللہ نے میری عقل کو سب سے پہلے پیدا فرمایا کے مطابق آپ کی عقل کو لوح محفوظ پر محفوظ کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اول ما خلق للہ قلمی'' اللہ نے میرے قلم کو سب سے پہلے پیدا فرمایا، آپ ﷺ کے قلم سے حضرت جبرئیل کو امین بنا کر پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کی روح اطہر پر تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ وحی کیا ہے؟ علم و ادراک کے پرے، علم و عقل سے باہر ایک معمہ ہے۔ ایک نور ہے، گنج وحی گنج خفی کے مانند ہے۔ وحی کیا ہے؟ عقل کل کا نور ہے اور عقل سے پوشیدہ ہے، عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ جو گنج خفی کو پہچانتا ہے وہ گنج وحی کو پہچانتا ہے یہ ایک عجیب ترین معمہ ہے اس کا حل صرف کامل پیر ہی اللہ کے حکم سے کر سکتا ہے۔ غیر مخلوق نور کو مخلوق نظر کس طرح دیکھ سکتی ہے؟ اس کے لئے غیر مخلوق روح کی آنکھ چاہیئے۔ فہم من فہم!!

احادیث کریمہ کیا ہیں

احادیث کریمہ شرح قرآن ہیں، قرآن نور ہے اور حدیث شرحِ نور ہے، قرآن آیات متلو ہے اور احادیث آیات غیر متلو ہیں۔ دونوں کی اصل مہبط

وحی ہے، گنج وہی ہے ۔آیات قرآن اور احادیث کے مختلف اقسام ہیں، قرآن بذریعہ جبرئیل امین نبی کریم ﷺ کی روح اطہر پر اترتا تھا اور منقش ہو جاتا تھا اور اس کی تشریحات احادیث بن کر ظاہر ہوتے رہے ۔آپ ﷺ کی روحِ پاک دیکھتی اور دکھاتی رہی، قرآن اور احادیث پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ۔آپ ﷺ کی روحِ پاک آپ کی نظر کی طرح پاک ہے ۔اے اللہ کے بندے! آپ کی روحِ پاک کی تعریف، لوح قلم سے ممکن نہیں تو میں کیا لکھ سکتا ہوں ۔بس فقیر نے اس قدر لکھا ہے جس قدر قلم میں طاقت تھی، یہ نبی کریم روف الرحیم ﷺ کی عطا وعنایت ہی ہے کہ ائمہؒ احادیث نے اجتماع احادیث میں کچھ بھی نہ چھوڑا ۔جس پر مزید گفتگو کی جاسکے ۔

فقہ کیا ہے؟

تفقہ فی الدین! اللہ جسے چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے ۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ میری امت میں فقہاء کو پیدا فرما، علمِ فقہ آپ کو انتہائی محبوب ہے ۔فقہ کیا ہے؟ قرآن اور احادیث کا متحد نور ہے، یہ نور ہر کس و ناکس کو نہیں عطا کیا جاتا، یہ اللہ کا خاص عطیہ ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے ۔فقہ کے لئے خاص کر لیتا ہے اور فقہ کے نور سے فقیہہ کی آنکھ اور عقل روشن ہو جاتی ہے، فقیہہ کامل انسانوں میں مکمل چاند کی طرح روشن ہو جاتا ہے، فقیہہ کامل

جب دیکھتا ہے تو اس کی نظر سے فقہ جاری ہو جاتا ہے، الغرض فقہ، فقیہہ کامل میں نورانی نظر کی مانند پوشیدہ رہتا ہے، جس سے اصلاح قلب ونفس کا کام لیا جاتا ہے ۔

تفسیر کیا ہے؟

علمِ تفسیر اللہ کا ایک عظیم تحفہ ہے، یہ ہر کس و ناکس کو نہیں عطا کیا جاتا، ظاہری تفسیر حالات، موقع اور محل کے مطابق ہوتی ہے ۔ باطنی تفسیر قدرت کی نشانیوں میں سے ہوتی ہے ۔ظاہری تفسیر کا تعلق دنیا سے یعنی عالم صغیر سے ہے، باطنی تفسیر کا تعلق عالم کبیر یعنی حضرت انسان کے باطنی مراتب ومقامات سے ہے ۔ظاہری تفسیر قرآن اور احادیث کا وہ مجموعہ ہے جو کتابوں کی شکل میں ڈھلتا ہے، قرآن کی باطنی تفسیر سے حضرت انسان کا دل مفسّر بن جاتا ہے ۔مفسر کامل اسے کہتے ہیں جو ظاہری و باطنی تفسیر جانتا ہو، حقیقت میں وہی مفسّر ہے نہ کہ وہ جو صرف ظاہری تفسیر سے کتابوں کا انبار لگا دے یا تاریخ نزول قرآن لکھدے! علم تفسیر ایک الٰہی نور ہے، جس سے قدرت کا ہر خزانہ روشن ہو جاتا ہے اور سالک پر ہر مرتبہ ومقام واضح ہو جاتا ہے، اور اس مفسر کا قلب انسان ہوتا ہے، مفسر انسان ایک پاکیزہ جان بن جاتا ہے تو ایسے مفسّر کا نفس تزکیہ اور تصفیہ شدہ ہوتا ہے ۔کیا بتاؤں یہ نفس کیسا اور کہاں ہوتا ہے؟ نبی کریم

ﷺ کی جانِ پاک جانِ جاناں ہے اور وہ اللہ کے پوشیدہ خزانے میں ہوتی ہے۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی جان یا نفس نفسِ مطمئنہ ہو جاتے ہیں۔ انبیاء کرام جب بھیجے جاتے ہیں تو یہ کبھی امت کے وقت میں ہوتے ہیں اور کبھی ''لی مع اللہ وقت'' میں ہوتے ہیں۔ ان کا نفس نفسِ مطمئنہ بنکر ظاہر و باطن میں ایک ہوتا ہے۔ دراصل یہی لوگ مفسر حقیقی ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ حقیقی مفسر اعظم ہیں، اور ہم جب نفس مطمئنہ کے حامل ہوتے ہیں تو مقام تفسیر پر آتے ہیں۔ تفسیر کے دو مقامات ہوتے ہیں، مفسر کبھی وقت زمانی میں ہوتا ہے، کبھی وقت الٰہی میں ہوتا ہے، جو ان دونوں اوقات میں گزرنا جانتا ہو وہ علمی اور تاریخی مفسر کہلانے کا حقدار ہے! ورنہ کیا ہے؟ بس واقعہ نگاری اور ناقل کی نقل نگاری ہے!! جب امت رسول اللہ ﷺ کا کوئی کامل آپ ﷺ کی عطا سے آپ کے زیر قدم قلب مطمئنہ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس پر تفسیر کے اوقات روشن ہوتے ہیں۔ تفسیر کا اہل کون ہے؟ وہ جو قلب مطمئنہ کا حامل ہو اور نفس رحمانی کا واصل ہو! یہ نفس رحمانی کہاں ہوتا ہے؟ کیا بتاؤں وہ کہاں ہوتا ہے۔ اس نفس رحمانی پر کئی ظلماتی پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں، بس سالک کو چاہیئے کہ ان پردوں کو چاک کرتے ہوئے اس مقام پر آجائے، یہ پردے سلگتی دہکتی آگ کے مانند ہوتے ہیں یا یوں سمجھ لیجیئے کہ ایک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے۔ ورنہ نفس جب تک اس

آتش کدے میں ہے، نفس امارہ ہوتا ہے جب اس کی آگ مجاہدات سے سرد ہو جاتی ہے اور رحمت کا پانی، جب اس کی سیاہی کو دھو دیتا ہے تو نفس ناری، نفس نوری کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اے اندھے! تجھے کیا بتاؤں کہ نفس امارہ کیا ہے؟ اور نفس رحمانی کیا ہے؟ پس جب کسی کامل کو تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے تو تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کا مقام نصیب ہوتا ہے اور ایسا کامل حقیقت میں مفسر کامل بن جاتا ہے، کاملین نے تفسیر کے میدان میں ایسے ایسے کام کیئے ہیں جس کا ثانی یا نظیر آج کا جدید دور تلاش کر رہا ہے، یہ جو آج تفسیریں لکھی جا رہی ہیں تفسیریں نہیں بلکہ تاریخی تحقیقی ہیں!

علم مسائل وعقائدِ اسلام

اس علم پر گزشتہ دو صدیوں سے محنت و مشقت ہو رہی ہے، فرقے بن رہے ہیں، عقائد بن رہے ہیں اور بن کر ٹوٹ رہے ہیں، عوام پریشان ہے کہ آخر اسلام کی وہ اصلی صورت کونسی ہے جو جنت کی حقدار ہو! دنیا سے بے توجہ ہو کر پوری توجہ دین پر لگائی جا رہی ہے۔ ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً'' سے ہٹ کر ''وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً''(البقرہ ۲:۲۰۱) کا کام کیا جا رہا ہے، مسجدیں اور مدارس بنائے جا رہے ہیں، لوگ پریشان ہیں کہ کدھر جائیں، آج کے مسائل و عقائد کے حال سے شاید ہی ایسا کوئی ہو جو ناواقف

ہو! اس پر گزشتہ کتابوں میں ہم بحث کر چکے ہیں مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے، بس اتنا جان لو کہ صراط حق وہی ہے جو اللہ کے دوستوں کو نصیب تھا نہ کہ برائے نام دین دار اور دنیا کے دوستوں کو۔

کلمۂ طیب کی حقیقت؟

اللہ اکبر! کلمۂ طیب کنجیٔ قرآن ہے، کنجیٔ جنت ہے، کلمۂ طیب کی تشریح قرآن ہے، کلمۂ طیب کلید رحمٰن ہے۔ یہ سراسر نور ہے اس میں دو جملے ہیں پہلے جملہ میں توحید کا بحر بے کنار ہے، جس میں دونوں عالم کی ہر چیز ملیا میٹ ہے! یہ دونوں عالم کی ہر چیز کی اصل ہے، ہر چیز کی حقیقت، حقیقت واحدہ میں گم ہے، توحید میں ہی عشق عاشق اور معشوق جلوہ نما ہے، توحید ہی میں دریائے عشق گم ہے، اسی میں دریائے عقل گم ہے، اسی میں دریائے علم گم ہے، اسی میں کارخانۂ دو جہاں کی اصل گم ہے اور اسی میں ہی ''کنت کنزًا مخفیًا'' کا راز گم ہے، اسی میں نفس، جان قلب و ذات کا راز گم ہے، اسلام و ایمان اسی کے دو خوش نما رنگ ہیں، عرش و کرسی لوح و قلم کی جان توحید میں غرق ہے، یہاں نہ زمین ہے نہ آسمان، نہ اشارہ ہے نہ کنایہ اور نہ ہی زبان ہے۔ توحید بیان میں نہیں سما سکتی اور نہ یہ نفی کرنے سے نفی ہوتی ہے، نہ ثابت کرنے سے ثابت ہوتی ہے! نہ نفی ہے نہ اثبات ہے، اثبات التوحید فساد فی التوحید، توحید کا

ثابت کرنا ہی توحید میں فساد ہے! جو توحید میں ملیا میٹ ہو گیا وہ بے نشان ہو گیا، نہ اقرار ہے نہ انکار ہے، بس ایک آگ کا دریا ہے جسے پار کرنے کے لئے مردان خدا کا حوصلہ چاہیئے، سات جہنم نما گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے، بس اتنا سمجھ لیجئے کہ توحید ہی ہر چیز کی حقیقت واحدہ ہے، آسمان کے آئینہ پر نظر کر شاید تجھے کچھ اشارہ مل جائے، اسی کلمۂ طیب کا ایک دوسرا جملہ **محمد رسول اللہ** ﷺ ہے! بس یہی سر الاسرار ہے، یہی نور الانوار ہے، یہی روح الروح ہے، یہ ہر چیز سے بے نیاز شان وحدت کے ساتھ نور ہے! کسی کی مجال ہے کہ اس مقام پر لب کشائی کی جرأت کر سکے! کون ہے جو اس حقیقت سے آشناء ہو کر مدح و ثنا تعریف و توصیف کر سکے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت نے بس یہی کہتے ہوئے قلم رکھ دیا کہ اللہ کو ہر کوئی جانتا ہے مگر ہر کوئی نہیں پہچانتا لیکن اس کے حبیب محمد ﷺ کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی پہچانتا ہے! اور علامہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کلمۂ طیّب کی جان، کلیدِ سرّ الاسرار کے عرفان کا ایک پیمانہ دیدیا۔

لا یمکن الثناء کما کان حقّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

یعنی اے میرے مولیٰ، اے میرے آقا، یا رسول اللہ ﷺ ممکن ہی نہیں کہ کوئی کما حقہٗ آپ کی ثنا و توصیف بیان کر سکے، بس عبد الرحمٰن جامی یہی

کہتا ہے کہ خدا کے بعد بزرگ و برتر کوئی ذات ہے تو بس آپ کی ذات حق ہے۔وہ بھی اندھا ہے جس کو دوسرے کی آنکھ کا تنکہ نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا تنکہ نظر نہیں آتا! اندھوں میں کیا پیش کریں اور اندھوں کے شہر میں آئینہ کیونکر بیچیں؟

تلقین کلمۂ طیب کیا ہے؟

واضح ہو کہ توحید کے چند نکتے اور ہدایت کے چند رموز و آثار بارگاہِ رسالت آنحضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاکسار کو بطور فیض روحانی حاصل ہوئے ہیں جن پر میرا کلی اعتماد اور پورا پورا اعتقاد ہے انہیں گوش ہوش سے سنو۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت خالدؓ، حضرت بلالؓ، و دیگر اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خطاب فرما کر رموز و اسرار حقیقت اور حقائق وہ فائق معرفت بیان فرمارہے تھے لیکن امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اس مجلس شریف میں حاضر نہ تھے، ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز بیان ہی فرمارہے تھے کہ اتنے میں

حضرت عمرؓ بھی مجلس مقدس میں آن حاضر ہوئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے زبان! اب بس کر دے، بعض صحابہ کو تعجب ہوا اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کو یہ حقائق و معارف بتانا نہیں چاہتے۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور دیگر بعض مقربین بارگاہ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض یک کہ حضور! یہ کیا ماجرا ہے؟ آنجناب نے حقائق و معارف الٰہی دیگر تمام صحابہؓ کے سامنے بیان فرمادیئے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے وہ رموز و حقائق آپ نے چھپالئے ہیں۔

جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صاحبہ رضوان اللہ علیہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے عمرؓ سے رموز و اسرار باطنی کو چھپایا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ شیر خوار بچے کو اگر مرغن حلوا اور گوشت وغیرہ ثقیل غذا کھلائی جائے تو اسے مضر پڑتی ہے لیکن جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو کھانے پینے کی کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچاتی ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ کی باطنی استعداد و قابلیت کے موافق ان سے دیگر اسرار و معرفت بیان فرمانے لگے چنانچہ منزل جبروت و لاہوت کے حقائق و دقائق حضرت عمرؓ کو تلقین فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مَنْ عَرَفَ اللّٰهُ لَايَقُوْلُ اللّٰهُ

وَمَنْ یَقُوْلُ اللّٰہُ مَاعَرَفَ اللّٰہُ یعنی جس شخص کو معرفت الٰہی حاصل ہوجاتی ہے اس کو منہ سے اللہ اللہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی اور جو منہ سے اللہ اللہ کہتا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اسے معرفت الٰہی نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسی معرفت ہے کہ بندہ اپنے مالک کا نام ہی نہ لے اور اس کی یاد کو ترک کر بیٹھے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ارشاد خداوندی ہے: وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی جہاں کہیں تم ہو وہیں خدائے تعالیٰ تمہارے ہمراہ کہاں ہے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بندہ کے دل میں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ بندہ کا دل کہاں ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قالب انسان میں لیکن یاد رہے کہ دل دو قسم کا ہوتا ہے، ایک دلِ مجازی دوسرا دلِ حقیقی، اے عمر! حقیقی دل وہ ہے جو نہ داہنی جانب ہے نہ بائیں جانب نہ اوپر کی طرف ہے نہ نیچے کی طرف نہ دور ہے نہ نزدیک ہے۔ لیکن اس حقیقی دل کی شناخت کوئی آسان کام نہیں ہے یہ محض ان مقربانِ الٰہی کا حصہ ہے۔ جو حضورِ الٰہی میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں۔ کیونکہ مومن کا دل درحقیقت عرش اللہ جل جلالہ ہی ہوتا ہے۔ وَقَلْبُ الْمُؤْمِنُ عَرْشَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ اور یہ قرب وحضور بجز صحبت مرشد کامل کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کامل لوگ اور طالبان سوال وجواب نہیں کیا کرتے بلکہ وہ خاموش اور باادب

رہتے ہیں۔

چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''قَلْبُ الْمُؤْمِنُ حَاضِرَۃٌ مِنْ ذِکْرَالْخَفِیْ قَصْوَاَیِّ اِنَّ مَقَامِیْ ذِکْرَالْخَفِیْ فَھُوَ مَیِّتٌ'' مومن کے دل میں ذکر خفی ہر وقت موجود رہتا ہے۔ لہٰذا اسے حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے اور مسلم کا دل خفی ذکر سے چونکہ غافل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ درحقیقت مردہ شمار ہوتا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مومن عارف الٰہی ہوتا ہے اور عارف میں یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ خاموشی اور غمگینی کی حالت میں رہتا ہے اور مسلم زاہد اور خشک ہوتا ہے۔

اس کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَیْسَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَجْتَمِعُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ وَیَقُوْلُوْنَ لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ'' مومن وہ نہیں جو مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور زبانی طور پر لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کہتے ہیں۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے کلمہ گو کو چہ حقیقت سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں یہ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں کیونکہ زبان سے تو کلمہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرتے ہیں لیکن کلمہ کے اصل معنی سے ناواقف ہیں۔ انہیں خاک بھی پتہ نہیں ہے کہ کلمہ سے اصل مقصود کیا چیز ہے؟ یعنی لَآاِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ تو کہہ لیتے ہیں لیکن ان کو کیا خبر کہ نیست سے کیا مراد ہے اور ہست سے کیا؟ ایسا شکی طور پر کلمہ کہنا شرک ہے اور شرک وشک عین کفر ہے ایسے کلمہ گو کافر کہلاتے ہیں کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ کلمہ میں کس کی نفی مراد ہے اور کس کا اثبات۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ پھر کلمہ طیبہ کا اصل مقصد کیا ہے؟ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے ذات وحدہ لاشریک کے دنیا میں کوئی موجود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہر خدا ہیں۔ پس طالب الٰہی کو چاہئے کہ اپنے دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آنے دے اور ذات خداوندی کو ہی ہر جگہ موجود سمجھے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی جدھر دیکھو خداوند تعالیٰ کا ظہور ہے۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جب سالک اپنی تمام صفات کو معدوم سمجھے اور صرف ذات الٰہی کو ہی موجود سمجھے اور صرف ذات الٰہی کو ہی موجود سمجھے اس وقت وہ سالک مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے اس مرتبے میں سالک کی حالت حدیث مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کُلَّ لِسَانُہٗ وَقَطَعَ اَرْجُلُہٗ کا صحیح مقصداق بن جاتی ہے یعنی جس شخص کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہوگئی وہ گونگا اور لنگڑا ہوگیا۔

مطلب یہ ہے کہ عارف کامل پر سکوت وسکون کی حالت طاری

ہوجاتی ہے۔ کیونکہ آہ وزاری اور حرکات اضطرابی اسی وقت تک دامن گیر رہتے ہیں جب تک کہ مطلوب کا وصال حاصل نہیں ہوتا جب طالب کو مطلوب مل جائے تو لازمی امر ہے کہ جو آہ وفغاں اور حرکات مضطربانہ طلب کی حالت میں اسے دامن گیر رہتے ہیں۔ ان سب کا سلسلہ ختم ہو کر اس کی حالت دِگرگون ہوجائے اور بجائے آہ وبکا اور قلق واضطرب کے اسے نہایت دل جمعی اور سکوت وسکون حاصل ہوجائے۔ جبھی تو عارف کامل صحیح معنوں میں شہنشاہ ہوجاتا ہے اسے بجز ذات خداوندی کے نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ کسی کا ڈر ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد باری ہے: لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی یعنی اولیاء اللہ کو نہ کسی کا خوف ہوتا ہے نہ کسی کا غم (مترجم)

عارف کامل کی حالت یادِ الٰہی سے بھی گزر جاتی ہے۔ اے عمر! یقین جانو کہ جب تک سالک غیر اللہ کا وجود تک بھی اپنے دل سے نہ نکال دے تب تک ایک قدم بھی منزل عرفان کی راہ پر نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی عارف کامل بن سکتا ہے۔ کیونکہ یاد بھی ایک قسم کی دوئی ہے اور دوئی عارفین کے نزدیک عین کفر ہے یہ کلمہ طیب کی حقیقت ہے۔ جب تک اس حقیقت تک نہ پہنچے اس وقت تک طالب سچا موحد نہیں بن سکتا اور اپنے دعویٰ موحدیت میں سراسر جھوٹا ہے (مترجم)

نماز کیا ہے؟

نماز کیا ہے؟ نماز رحمت عالم ﷺ کے آنکھ کی ٹھنڈک ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اَلصَّلٰوۃُ قُرَّۃُ عَیْنِیْ'' یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے! معلوم ہوا کہ جو نماز نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہ بن سکی! وہ کیسی نماز ہے؟ یا نماز کے نام پر نقل ہے۔ اس حدیث پاک میں عقل مند کو ایک باحکمت اشارہ ہے، جو اس کے لئے کافی ہے۔ اے اللہ کے بندے! نماز پڑھ! حضوریٔ قلب کے ساتھ پڑھ! اور ایسی نماز پڑھ جو حضور اکرم ﷺ کے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا سکے یا آپ ﷺ کے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے! اے عزیز! نماز جہنم کی آگ کو سرد کر دیتی ہے، وہ آگ جو تیرے چاروں طرف نفس کے جہنم کی آگ کی شکل میں دہک رہی ہے، اسے کون بجھائے گا؟ صرف اس آگ کو نماز ہی بجھا سکتی ہے۔ نماز کا نور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے! اگر یہ نور نہ ہوتا تو تُو اندھا ہو جاتا، نماز کیا ہے؟ تیری روح کے لئے آب حیات ہے، جیسا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ سے پوچھا بتاؤ اے جانثارو! اگر تمہارے دروازہ پر پانی کی نہر بہ رہی ہو اور تم اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتے ہو تو کیا جسم پر میل رہ جائے گا؟ ہرگز نہیں! تو پتہ یہ چلا کہ جس طرح نماز ہر عضو کے ظاہر کو دھو دیتی

ہے ایسے ہی باطن کو بھی صاف وستھرہ کر دیتی ہے۔ نماز بندے کو فحش اور بے حیائی سے روکتی ہے جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ'' (العنکبوت ۲۹:۴۵) یعنی نماز بندے کو بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اس آیت کریمہ میں فحش سے مراد جسمانی گناہ اور منکر سے مراد باطنی گناہ (یعنی وسوسہ جات)! نماز کیا ہے؟ نماز جنت کا جمال ہے، نماز باغ جنت کا نور ہے، نماز کا منکر یا تارک گمراہ ہے۔ افسوس کہ مسلمان نے اس کی قدر نہ کی، اس نور کی قدر نہ کی، اس پاکیزہ حکمت کی قدر نہ کی، حضوریٔ قلب کے ساتھ ادا ہونے والی نماز اللہ کا ایک نور ہے جو بندے کو دیدار کے مقام پر فائز کر دیتی ہے! ایسی حضوریٔ قلب والی نماز کے تعلق سے اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' یعنی نماز مومنوں کے لئے معراج ہے۔ معراج کیا ہے؟ معراج دیدار یار ہے ایسی نماز معراج اور نور کا ایک دریا ہے، ایسی نماز جسم وروح کو متحد کرنے والا ایک نور ہے۔

جب نماز کی دعوت دینے کا مسئلہ پیش آیا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا! تو کسی صحابی نے رائے دی کہ، یارسول اللہ ﷺ دعوت نماز ناقوس بجا کر دی جائے۔ پھر ایک صحابی نے کہا نصاریٰ کی طرح گھنٹہ بجا کر بلایا جائے پھر کسی نے کہا آگ دہکائی جائے! اتنے میں ایک صحابی نے

کہا یا رسول ﷺ میں نے کل رات خواب میں دیکھا ہے، کہ ایک فرشتہ ان الفاظ کی تکرار کر رہا ہے، وہ الفاظ کچھ اس طرح ہیں، کہہ کر آج کی مروجہ اذان کے کلمات دُہرائے، تو آپ ﷺ نے مسکرا کر کہا ہاں! انہیں کلمات کے ساتھ نماز کی دعوت دی جائے۔ اذان کیا ہے؟ اذان دعوت دیدار حق ہے کیونکہ اذان میں ہر کلمہ دو مرتبہ آیا ہے اس میں ایک اشارہ روح کے لئے دعوت ہے، دوسرا جسم کے لئے دعوت ہے! شہادت توحید یعنی ''اشھد ان لاالہ الا اللہ'' یہ پہلی پکار روح کیلئے ہے جو اللہ کے دیدار سے سرفراز ہو کر آئی ہے، اور دوسری پکار جسم کیلئے دعوت ہے، کہ اے جسم تو روح کا ہم رنگ ہو جا، دوسرا کلمۂ شہادتِ رسالت یعنی ''اشھد ان محمدًا رسول اللہ ﷺ'' یہ پہلی پکار روح سے منسوب ہے کیونکہ روح نبی کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو کر آئی ہے اور آپ ہی کے نور سے تخلیق پائی ہے اور دوسری پکار جسم سے منسوب ہے۔ یہ شہادتِ توحید و شہادتِ رسالت کے اتحاد سے جسم و عقل بھی روح کی مانند سراپا چشم بن جائے۔ حی علی الصلوٰۃ یہ پہلی دعوت روح کے لئے ہے، تاکہ روح کو مقام صلوٰۃ کی حاضری نصیب ہو، جہاں روح کا گزر تھا اسی مقام کی طرف اس کو بلایا جا رہا ہے۔ دوسری دعوت جسم کو دی جا رہی ہے، تاکہ وہ روح کی پیروی کرے اور جسم و عقل سراسر نور ہو جائے۔ حی علی الفلاح اس دعوت کی ابتداء روح کے لئے

ہے، تاکہ روح مقام فلاح تک دوبارہ پہنچنے میں کامیاب ہو جائے، اور دیدار الٰہی سے مشرف ہو جائے، یہی جملہ کا دوسری بار پکارنا جسم کے لئے دعوت ہے، تاکہ جسم روح سے نمک اور پانی کے مانند ایک ہو جائے اور جسم عقل کو بھی فلاح اور بقاء نصیب ہو جائے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر، اذان کا یہ آخری کلمہ دوبارہ جسم و روح کے لئے ہے تاکہ دونوں متحد ہو کر، دونوں ایک زبان ہو کر ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کر سکے۔ اذان سے معلوم ہو گیا کہ نماز کی ادائیگی کے بغیر کلمۂ توحید کا اقرار بے جان ہے۔ کلمۂ توحید کا آخر میں دوبارہ آنا یعنی لاالہ الا اللہ پر اذان کا ختم ہونا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دوئی ختم ہو کر یکتائی رہ جائے۔ اے اللہ کے بندے! اگر تو دوئی سے رہائی چاہتا ہے تو نماز پڑھ اور نماز میں روح و جسم کو حضوریٔ قلب کے ساتھ حاضر کر، انشاء اللہ مقامِ نماز روشن ہو جائے گا۔ اذان میں نماز کی فضیلت اور مقامات بیان ہوئے ہیں۔ اذان میں بحرِ توحید کی طرف دعوت دی جا رہی ہے، اور نماز ایک کشتی کی مانند ہے! توحید کے سمندر کا اقرار کرنے والا اور اس سمندر کی طرف سفر کا ارادہ کرنے والا، اگر کشتی میں سلامتی کے ساتھ سوار نہ ہوا تو انجام کیا ہوگا؟ نماز مؤمن کو توحید حق عطا کرتی ہے۔ جسکے بعد ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

روزہ کیا ہے؟

روزہ کا راز رمضان کی اہمیت میں پوشیدہ ہے، رمضان، رمض سے ہے یعنی جلا دینے والا، گناہوں کو جلا دینے والا، روزہ کیا ہے؟ خود کو بھوک اور پیاس سے خدا کے لئے روکنا ہے۔ نفس من پسند خوراک حاصل کر کے لذتوں کا رسیا ہو کر شہوت میں ملوث ہو جاتا ہے، نفس کو شہوانی و نفسانی خواہشات سے روکنے کا اہم ذریعہ روزہ ہے، اس سے نفس کی آگ سرد ہو جاتی ہے۔ وہ نفس جو زندہ انسان کو بہت محبوب رکھتا ہے، وہ نفس جو انسان کی آنکھ کا تارہ بنا ہوا ہے، جو انسان اور عقل پہ حکمرانی کرتا ہے، تجھی سے محنت و مشقت کرواتا ہے اور خود مزے لوٹتا ہے۔ اس نفس کو آگ کی خوراک نہ دے کیونکہ یہ آتشی ہے، یہ تیرے مہیا کردہ خوراک سے آتشی توانائی حاصل کرے گا۔ ایسے نفس مشرک کو اسکی خواہشات کی غذا فراہم نہ کر، انشاءاللہ یہ کمزور ہو کر تیری خوشامدی کرے گا، بس اس کے تزکیہ کے لئے روزہ ہے۔ روزہ کیا ہے؟ اللہ کی جلالی تجلی کا ایک کوڑا ہے، جس کو نفس امارہ پر برسایا جاتا ہے، روزہ ایک نور ہے جس کی اصل میں تقویٰ نام کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ اے عزیز! روزہ کیا ہے؟ روزہ بھوک کی سخت آگ میں نفس کو جھونک دینا ہے۔ اسی بھوک کے تعلق سے نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''الجوع اشد من الموت''

بھوک کی سختی موت سے زیادہ سخت ہے اور ایک دوسرے مقام پر بھوک کی اہمیّت و فضیلت کو نبئ کریم ﷺ نے کچھ اس انداز میں بیان فرمایا

''نوّرواقلوبکم بالجوع وجاھدوا انفسکم بالجوع والعطش وادیموا قرع باب الجنة بالجوع فان الاجر فی ذٰلک کاجر المجاھد فی سبیل اللہ وانّه لیس من عمل احب الی اللہ من جوع وعطش ولن یلج ملکوت السّمٰوٰت من ملاء بطنه'' یعنی اپنے قلوب کو بھوک سے منوّر کرو، اپنے نفس کا بھوک پیاس سے مقابلہ کرو اور ہمیشہ بھوک کے توسط سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو، بھوکے رہنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کے اجر کے مثل اجر ملتا ہے اور اللہ کے نزدیک بھوکے اور پیاسے رہنے سے بہتر کوئی عمل نہیں اور آسمان کے فرشتے اس انسان کے پاس بالکل نہیں آتے جس نے اپنا پیٹ بھر کر عبادت کا مزہ کھو دیا ہو۔ سبحان اللہ اے مجاہد فی سبیل اللہ! وسالکِ سلوک الی اللہ! یہ ہے روزہ کے ذریعہ بھوک و پیاس کی سختی میں کمالات کا راز! روزہ فقیر کی جان اور جان کا سرمایہ ہے، بجز روزے کے فقیر کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا! روزہ کا نور روزہ دار کی آنکھوں میں چمکتا ہے! نفس تیری آنکھوں کے سامنے باہر جل رہا ہے اور روزہ بصارت کی مانند نور ہے، بصر و بصارت کو بھی پاک رکھ، فحش اور ذلیل چیزوں سے آنکھیں پھیر لے، تیرے

اندر روزہ نور ہے، تیرے باہر آگ ہی آگ ہے، نور کو نار سے ہم آہنگ نہ کر، اپنے نارِ نفس کو روزہ کے پانی سے بجھا، کیونکہ آگ پانی سے ڈرتی ہے، وہ پانی تیرے اندر تیرے تقویٰ کی دریا میں ہے، اندھے کو کیا نظر آئے؟ کسی دانا و بینا کامل پیر کا مرید ہو جا۔ تاکہ تو اس کی آنکھ سے دیکھ سکے کہ روزہ کا نور تجھ میں کہاں چھپا ہے، اور وہ دریا کہاں ہے، جس سے نفس کا جہنم بجھ جاتا ہے۔ بس اس سے زیادہ بیان و تعریف ممکن نہیں۔ معلوم ہوا کہ روزہ روح اور جسم کو ہم رنگ کرنے کا نام ہے۔

زکوٰۃ کیا ہے؟

نور کی زکوٰۃ سر ہے، اور سر کی زکوٰۃ سَر ہے، اور سر کی زکوٰۃ قلب ہے اور قلب کی زکوٰۃ روح ہے، روح کی زکوٰۃ نفس ہے اور نفس کی زکوٰۃ جسم ہے اور جسم کی زکوٰۃ جسم سے کمایا ہوا مال ہے اور بس۔ ان سب کی ادائیگی سے زکوٰۃ کاملہ ادا ہو جاتی ہے، ورنہ صرف مال کی زکوٰۃ سے جسم کی زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، انسان صرف جسم نہیں ہے۔ زکوٰۃ انسان پر فرض ہے اس سے مراد مذکورہ تمام قسم کی زکوٰۃ ادا ہونی چاہیئے، تب کہیں ایمان مکمّل ہوتا ہے۔ جسم کی زکوٰۃ سے مال دیکر چھٹکارہ پا جانا تو بہتر ہے، مگر مذکورہ زکاتیں ادا کر کے اللہ کا محبوب ہو جانا اور ہے، مذکورہ زکاتوں کی ادائیگی آسان نہیں ہے، پیر کامل

سے یہ درس لینا چاہیئے۔ زکوٰۃ کی اصل قربانی میں ہے، قربانی ایک مقام کا نام ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو محبوب تھا، یہ مقام ایک نور ہے۔ زکوٰۃ مستحق کے لئے ہوتی ہے! لہذا زکوٰۃ اگر نور ہے تو مستحق کو نور سے نور دینا چاہیئے یعنی سِر دینا چاہیئے، سِر سے سر دینا چاہیئے، اور سر کی زکوٰۃ قلب دینا چاہیئے، قلب کی زکوٰۃ روح دینا چاہیئے، روح کی زکوٰۃ نفس دینا چاہیئے، نفس کی زکوٰۃ جسم اور جسم کی زکوٰۃ مال دینا چاہیئے۔ بس یہ تمام اشیاء جس کسی نے مستحقین کو دیدی وہی کامیاب زکوٰۃ دینے والا ہو گیا! بس زکوٰۃ تبلیغ و ایثار کا بہترین ذریعہ ہے، مذکورہ زکاتوں کی ادائیگی کے بعد مقام قربانی سلطانی روشن ہو جاتا ہے اور فقیر اپنے مقام ''اذا تم الفقر فھو اللہ'' کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے، جب فقر تمام ہوتا ہے تو اللہ کے قریب ہوتا ہے۔

حج کیا ہے؟

حج سے عالم ازل یاد آتا ہے، جسم ''لبیک اللھم لبیک'' کہتا ہے اور روح ''بلیٰ بلیٰ'' کہتی ہے، جسم خانہ خدا کے باہر بھٹکتا ہے روح خدا کے پاس ہوتی ہے، حج توحید و وحدت کا ایک نمونہ ہے، توحید کے سمندر میں صرف جسم کا گذر ممکن نہیں، بلکہ جسم کو روح کی کشتی کی مانند ہونا چاہیئے، اللہ کے گھر کو دیکھنے سے روح کو اللہ کی یاد آجاتی ہے، وعدۂ الست یاد آجاتا ہے، تو روح

جسم کے باغ میں محبوبِ حقیقی کا طواف کرتے ہوئے رقص کرنے لگتی ہے! یہ جسم کا حج نہیں بلکہ روح کا حج ہے۔ اگر صرف جسم کا حج ہوتا تو مردے پر بھی فرض ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ حج اللہ کی نعمت ہے حج میں اور ارکانِ حج میں حکمت کا نور پوشیدہ ہے! یہ روح کے لئے بارگاہ خداوندی کے حاضری کا شرف ہے، اس شرف سے بے نصیب لوگ عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے، یہ صرف سیر وتفریح نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، ایک بنکر، ایک کے دیدار سے مشرف ہو کر گواہی دینا ہے حج کا منظر انسان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے، حج کا نور انسان کی آنکھوں میں لگے سرمہ کی مانند ہوتا ہے۔ کعبہ کا سیاہ غلاف اس کی جدائی کا اظہار کر رہا ہے، فراق میں رو رہا ہے، اپنے تن سے نفس کے سیاہ غلاف کو اتار دے، پھر دیکھ کعبہ مکمل اسم اللہ بن جاتا ہے۔ سر و سَر نور بن جاتا ہے، اس کے در و دیوار سے نور چھلکنے لگتا ہے، تیرا جسم اگر کامل حاجی ہو گیا تو تیری روح بیت المعمور پر حج کرے گی۔ جسم و روح کو حاجی بنا لے، صرف سیر وتفریح نہ سمجھ، صرف رسم نبھا کر خود کو بری نہ سمجھ، یہ دنیا عبرت خانہ ہے، عبرت حاصل کر، چند روزہ مہمان کو تکبر اور بدنامی اچھی نہیں لگتی! غرور گھمنڈ ترک کر دے عجز اختیار کر! کعبہ کو دیکھ کہ اللہ کے فراق میں کالا غلاف اوڑھے ہوئے ہے، تو فراق کے انجام سے واقف ہو جا، حج کے نور سے اپنے قلب کے کعبہ کو رزق پہنچا، تیرے قلب کا کعبہ بھی اگر سیاہ غلاف میں ہے تو یہ وصال

نہیں فراق ہے! تو حج کے لئے نہیں اللہ کی تلاش میں آیا ہے، اللہ کی تلاش گمراہی ہے کیونکہ اللہ کھونے سے گم ہونے سے پاک ہے۔ اگر تو اللہ کو کعبہ میں دیکھنا چاہتا ہے تو وہ کعبہ میں مقید نہیں ہو سکتا۔ وہ ہند میں بھی ہے، کعبہ میں بھی ہے، وہ ہر جگہ ہے! حج اور حج کی مشقتوں میں تیرے لئے ایک سبق ہے تاکہ تو مشقت سیکھ کر قلب کی اہمیت کو سمجھ سکے، کعبہ اس زمین کا قلب ہے اور یہ پاک ہے، دیکھ کہ تیرے قلب کی حالت کیسی ہے؟ تزکیہ کر لے، قلب پر پڑے ہوئے سیاہ پردے جلا دے، پھر دیکھ حج کا نور نمودار ہو جائیگا، اور تیرا قلب بارگاہ خداوندی بن جائے گا، کعبہ بہتر ہے یا فقیر کا وجود بہتر ہے؟ نہیں! فقیر کا وجود کعبہ سے افضل ہے! کعبہ بہتر ہے یا قلب بہتر ہے؟ نہیں! قلب، کعبہ سے افضل و بہتر ہے، کیونکہ کعبہ ابراھیم خلیل اللہ کا تعمیر کردہ گھر ہے اور قلب اللہ کا تعمیر کیا ہوا دربار ہے۔

کعبہ بنائے حضرتِ خلیل است
دل بنائے ربِّ جلیل است

حج سے دل بنانا سیکھ کر لوٹ آ! حج سے دل کی قدر و اہمیت کا درس لے کر لوٹ آ، کعبہ کی حرمت سے قلب کو پہچان، قلب کہاں ہے؟ اے اندھے کعبہ کو دیکھ کہ وہ کیسا ہے بالکل قلب بھی ویسا ہی ہے، یہ بھی نور ہے، وہ بھی نور ہے، نور سے نور کو پہچان، کعبہ سامنے ہے تو اندھے کی طرح بغیر عبرت کے لوٹ

آیا،تعجب ہے!

اے اللہ کے بندے! حج سے فارغ ہو کرنور کو زندگی بنالے۔تقویٰ و طہارت کو ملبوس بنالے، پھر واپس اس طرح نہ ہو جانا جیسا تو حج کرنے سے پہلے تھا! یا اس بھرم میں نہ رہ جانا کہ سارے گناہ دھل گئے،لہذا اور چمک حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے،مزید عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔یہ سمجھ کر غافل نہ ہو جانا کہ ہم حاجی ہیں، ہم مغفور ہیں، اب گرفت نہیں ہوگی۔ورنہ اللہ ہر وقت تیری گرفت کرے گا اور تو بھرم میں رہے گا، اگر تو واپس اسی دنیا کا رسیا ہو گیا تو تیری تمام نیکیاں تباہ ہو جائینگی۔تیرے دل کی سیاہی تہہ بہ تہہ سخت کالی ہو جائے گی اور یہی سیاہی تیرا مقدر بن جائے گی، یاد رکھ سیاہی جہنم کی اصل ہے، یہ سیاہی تیرے دل کو اللہ کے اسرار و دیدار سے محروم کر دیگی۔نئے برتن کو دھواں بھی لگے تو سفیدی نظر آتی ہے، بار بار کے دھواں لگنے سے یہ سفید برتن بھی کالا ہو جاتا ہے، ہر چیز اپنا اثر دکھاتی ہے سیاہی بھی اثر دکھائے گی۔ سفیدی پہ سیاہی ہنر نہیں عیب ہے، ایک داغ ہے،سفید چادر کی حفاظت کر کالے داغ لگنے نہ دے،سفید احرام کی فکر کر کہیں سیاہ داغ نہ لگنے پائے۔

اے اللہ کے بندے:

یہ تمام علوم، یہ میری تحریریں، یہ اشارے، یہ کنائے، یہ افشاء واخفاء، یہ

راز و نیاز، یہ علم و معرفت، یہ پہچان و حقیقت، یہ سب کچھ میرے غوث العالمین، حضرت میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قادریت کے بحرِ زخار سے چنندہ موتی ہیں۔تصوف کے نام نمود شائقین، نادان قاری، میری کتابوں و تحریروں سے اگر استفادہ نہیں کر سکتے تو نہ سہی! سعید حضرات ضرور فیضیاب ہوں گے۔عقلمند میرے اشاروں کو پڑھتا ہے، اور کامیاب قادری بن جاتا ہے۔شوق تلاوت اور ہے، عشقِ دائمی اور ہے، انشاء اللہ اس فقیر کی کتابیں ایک عقلمند جتنی بار یا بار بار پڑھے گا، ہر بار ایک نیا مضمون نیا معنی حاصل کریگا۔انشاء اللہ یہ کتاب ایک طالب اللہ کیلئے پیر کامل کا کام دیدیگی، مگر اسے میرے اشاروں کی زبان سمجھنے کا سلیقہ ہونا چاہیئے۔میں اور میری حقیقت کیا ہے، یہ سب کچھ کرم ہے حضرتِ آقائی و مولائی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، میں ادنیٰ غلام ہوں، قادریت کا غلام ہوں، قادری غلاموں کا غلام ہوں، قادریت سورج ہے اور سورج کی محبت میں سورج ہی رہ سکتا ہے، گھاس پھوس کے تنکوں کی کیا مجال کہ سورج کی معیت میں رہے۔لہٰذا قادری سے حسد و بغض کا انجام گھاس پھوس کی مانند ہوگا، قادریت کا دشمن، خدا کی قسم روسیاہ ہو کر مرے گا، اللہ جلالِ قادریت سے محفوظ رکھے۔آمین!

حسد، جلن، کبر، تکبر سے دلوں کو زنگار نہ چڑھاؤ! تہہ بہ تہہ زنگ سے دل لوہے کی مانند ہو جاتا ہے، آخر کار زنگ ہی لوہے کو کھا جاتا ہے۔اس زنگ

کی مثال ایسی ہے، جیسے تو نے کسی کاغذ پر پہلی بار لکھا، تحریر پڑھنے کے قابل ابھری، تحریر پر تحریر، تحریر پر تحریر کیا، سب کچھ خلط ملط ہوگیا، پہلی تحریر بھی بے معنی ثابت ہوگئی۔ اس لئے یہ تیرے نفس کی شدید بیماریاں ہیں، کسی کامل طبیب کی تلاش کر اور چارہ جوئی کی فکر کر، تیرا طبیب تیرا علاج روحانی پھونکوں سے کرے گا! پھونک سے مراد ذکر کا سلیقہ ہے۔ تیری جان وہ ہونا چاہیئے جو آسمانی الہام سنے! الہام کیا ہے؟ الہام مہبطِ وحی کا پر نور خزانہ ہے، اے اندھے! آسمان اور آسمانی الہامِ حق کو تو کیا جانے، اور لوح محفوظ کو تو کیا جانے؟ کوئی کامل پیر، واصل پیر، علمِ ناظرات کا ماہر ایک رہبر تلاش کرلے۔ اے نادان! قادریت کے سبز رنگ کی تعظیم کر! یہ آسمانی رنگ ہے، یہ لوح محفوظ کی روشنائی ہے، اس کے بغیر تیرا نصیبہ اور تو دونوں اندھے ہیں۔ اس لوح کو پڑھنے والی آنکھ چاہیئے، سبز گنبد پر نظر ڈال یہ نور الانوار پر سایہ فگن آسمان کی مانند ہے، یہ تجھے باہر سے اندر کی طرف یعنی ظاہر سے باطن کی طرف دعوت دے رہا ہے، بس دیدار کیا تب بھی ثواب کا مستحق ہوا اور اگر پالیا تو کیا ہوگا؟ جس نے گنبد خضراء کو باطنی آنکھ سے دیکھا، خدا کی قسم اسے لوح محفوظ کا پڑھنا آگیا۔ جسے مکمل قرآن کا معنیٰ! دین و ایمان کا معنیٰ سمجھنا ہو وہ گنبد خضراء کو دل کی آنکھ سے دیکھ لے، دونوں عالم کا راز فاش ہوجائے گا۔ ہائے ہائے میری جان کی جان گنبد خضراء ہے، میرا دین و ایمان گنبد خضراء ہے،

جسے دین و ایمان کو سمجھنا ہو، یا دین کو سمجھنا ہو، تو کعبہ کو باطنی آنکھ سے دیکھے، یا ایمان کو پہچانا ہو تو گنبد خضراء کو دیکھے، اسی رنگ میں ایمان کی سفید چادر پوشیدہ ہے۔

ان رموز کو وہ کیا جانے، جو حضرت شعیب علیہ السلام سے مناظرہ کرنے والوں کی مانند ہوتے ہیں! اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام سے فرمایا: اے شعیب میں ستار ہوں! پردہ پوشی میرا خاصہ ہے، میں بڑا ہی پردہ پوش ہوں، اس شخص کے عیوب نہیں ظاہر کروں گا، مگر ایک اشارہ ہی سمجھ لو کہ، وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ہی عبادت کرتا ہے، میری عبادت کہاں کرتا ہے۔ اس کا معبود اس کی عبادت ہے میں نہیں ہوں، وہ روحانی عشق کا ایک ذرّہ بھی نہیں رکھتا، یہ میری گرفت ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ بری ہے؟ عبادت اعلیٰ ہے مگر لطف سے محروم ہے وہ لطف کا ایک ذرہ بھی نہیں رکھتا، اس کی ظاہری عبادت خوب ہے لیکن روح کی عبادت کا سلیقہ ندارد ہے، ذوق وشوق سے محروم ہے، پوست مغز نہیں ہوتا۔ اگر مغز ہوتا تو دانہ پھل آور شجر بنتا، صرف چھلکا کب شجر بنے گا؟ اس کی عبادت بے جان تصویر کی مانند ہے۔

حقیقتِ دورِ حاضرہ

حقیقت دورِ حاضرہ بے حد عجیب وغریب ہے، حلیے وضع قطع سنور

چکے ہیں نکھر چکے ہیں، دین کے نام پر اکثر لوگوں کے دن مکاری اور راتیں فسق وفجور میں گذر رہی ہیں۔ یہ لوگ دن میں صحابہ کرام اور انبیاء کے مانند نظر آتے ہیں اور راتوں میں ابوجہل بن جاتے ہیں۔ دن میں ان کا نام عبد اللہ ہوتا ہے، راتوں میں یہ عبد الدنیا بن جاتے ہیں۔ اکثر حضرات شیطان کے ستائیس نشوں سے مخمور ہیں! اللہ نے فرمایا ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى'' (اَلنِّسَآء ۴:۴۳)۔ اے ایمان والو تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشوں میں مست رہتے ہو۔ آج انسان کتنے نشوں کا عادی ہو چکا ہے، باپ داداؤں کے فخر کا نشہ، عزت کا نشہ، شہرت کا نشہ، جوانی کا نشہ، غرور کا نشہ، نام نمود اور طاقت کا نشہ، دولت کا نشہ اور عورت کا نشہ! آج کل ان نشوں سے کون آزاد نظر آرہا ہے؟ مذکورہ آیت کے صرف شراب کا، ایک نشہ مُراد لینا درست نہیں ہے! صوفیانِ کرام سکاریٰ سے مراد مذکورہ تمام نشوں کو شمار کرتے ہیں، ان مذکورہ کئی نشوں میں سے اگر ایک بھی نشہ باقی ہو تو نہ جانے آج کے نمازی کی نماز کا کیا حال ہوگا؟ ان لوگوں کے دین کا کیا حال ہوگا؟ اور ایمان کا کیا ہوگا؟ لمحۂ فکر ہے! حسد وبغض کا بازار گرم ہے، حسد وبغض سے مساجد ومدارس بنائے جارہے ہیں، اپنے اپنے فرقے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں! ہم تو دنیا سے چلے، غیروں نے سنبھالی دنیا۔ ہائے! ہم پر دنیا حیرت زدہ

ہے، جماعت کا نشہ، تبلیغ کا نشہ، وضع قطع کا نشہ، تحریر وتقریر کا نشہ، جلسے جلوس کا نشہ، عام ہے، اور لوگ باہم دست وگریباں ہو رہے ہیں، خدا جانے یہ قوم تا تاری کیوں بن رہی ہے، زہر کو شہد سمجھ رہے ہیں، نفرت کو محبت سمجھ رہے ہیں۔ اللہ نے ہمیں روحانی نور دیا تھا، ہم نفسانی آگ بن رہے ہیں، ہم آتش پرستوں کے مانند ہو رہے ہیں! اجتماعی دعائیں تو رو رو کر کر رہے ہیں، ٹی، وی، میڈیا کے مناظر گواہ ہیں مگر دعائیں کہاں قبول ہو رہی ہیں؟ ان کی مدد کو کوئی ابابیل کا لشکر نہیں آرہا ہے! ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی ورنہ پرندوں سے ہاتھی کب مرتے ہیں؟ ان کی دعاؤں کے ابابیل زبان کے گھونسلے سے، نکلنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں، ہائے افسوس! آج کے مسلمان اپنے وقار کو، معیار کو سورۂ فیل میں تلاش کرنے کی بجائے، اپنے بنائے ہوئے دستور کی تحریکوں میں تلاش کر رہے ہیں، شاید کہ انہیں اپنا گم شدہ اثاثہ مل جائے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہیں جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

(علامہ اقبال)

عام اور خاص انسان

عام انسان مٹی سے بنا ہوا ہے، مٹی کھانے والا کیڑا ہے، مٹی سے محبت کرتا ہے، مٹی سے گھر بناتا ہے، مٹی پر ملکیت ثابت کرتا ہے، اگر کوئی انہیں مٹی

سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے، مٹی نور کی طرف کس طرح رغبت کر سکتی ہے؟ یہ مٹی صرف صراط مستقیم کو مانتی ہے! لیکن نہ جانتی ہے، نہ چلنا چاہتی ہے! افسوس یہ مٹی! عارف کی دشمن ہو جاتی ہے، اگر عارف کہے کہ مٹی نہ کھا صحت کے لئے مضر ہے، تو باغی بیمار عارف کا دشمن بن جاتا ہے! کیونکہ مٹی کھانا اس کی عادت وعبادت بن چکی ہے، بت پرست، بت پرستی کی عادت ڈال لیتے ہیں، انہیں ہٹانے والے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ شیطان عبادت اور مراتب کا عادی ہو گیا تھا، حضرت آدم کو حقیر سمجھتا تھا، شیطان کو کیا معلوم تھا کہ خواص کی ارواح کے سواء سرداری کے قابل کوئی نہیں ہو سکتا! وہ کیا جانے کہ آدم نام کے پہاڑ میں کیسے کیسے انوار چھپے تھے، اس طرح آج بھی شیطان کے چیلے، خواص سے حسد کرتے ہیں، تحقیر کرتے ہیں، یہ کیا جانے کے خواص کی غذا حقیقی نور ہے نہ کہ مٹی! ان کی زندگی مٹی سے نہیں، نور سے ہوتی ہے، وہ نور جو آبِ حیات ہے، مٹی کے انسان کو سرداری زیبا نہیں دیتی! نور جب انہیں شکست دیتا ہے تو یہ دشمن بن جاتے ہیں، جو ان کی عبادت کے خلاف بولے، ان کے دشمن بن جاتے ہیں، اور دشمنی سے کینہ پیدا ہوتا ہے! حقیر مٹی کا انسان سوچتا ہے کہ خاص انسان میری خصلت وعادت سے جدا کرتا ہے! گویا یہ میرا دشمن ہے، یا یہ اپنے آپ کو مجھ پر مقدم ثابت کر رہا ہے ایسی علتیں صرف اور صرف مٹی کی محبت میں پیدا ہوتی ہیں۔ اے اللہ کے

بندے مٹی کی محبت کا دلدادہ تو نہیں، تیرا یہ نفس ہے، جو چوہے کی مانند مٹی سے محبت کرتا ہے، یہ چوہا نہیں ایک سانپ ہے، اژدھا بننے سے پہلے اس موزی کو قتل کر دے ''قتل الموذی قبل الایذاء'' موذی کو ایذاء دینے سے پہلے قتل کر دو۔

اے ستّار و غفّار اللہ

اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے! میں انتہائی عاجز حقیر وفقیر ہوں، بس تیرا محتاج ہوں یہی میرا افلاس ہے، یہی میرا سرمایہ ہے، اے ہر مصیبت میں سننے والے فریاد رس! اے خطا بخش وخطا پوش! اپنی پناہ میں لے لے، اے پکارنے والے کی پکار سننے والے اللہ، میری پکار بھی سن لے، تہمت رکھنے والوں سے مجھے محفوظ رکھ! تیرے لطف وکرم کے موتی برسا، ان موتیوں کا ایک موتی بنا اور مجھے عطا فرما وہ موتی جو دونوں عالم سے محترم ہو، وہ موتی جس کی قیمت کا اندازہ دونوں عالم کو نہیں ہے، دونوں عالم کی ہر چیز سے مہنگا اور پاکیزہ، شرک سے منزہ موتی عطا فرما! آسمان رحمت کی رحمانی ہوا جس کی کرسی ہے، وہ کرسی جو ''وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ'' (البقرہ ۲:۲۵۵) ہے۔ اس کرسی کو تیری عطا سے صرف میرا دل جانتا ہے، اس کرسی کی ہوا اشکبار اور عشق کی خوشبو سے لبریز ہے، اندھے کو یہ کرسی نہیں ''خالی''

نظر آتی ہے، بینا دل کو یہ خالی نہیں کرسی نظر آتی ہے، تجھے کیا خبر کہ دل کیا ہے؟ دل کی آنکھ کھول، اور دل کو دیکھ یہی نور ہے، یہی صدر ہے، دل نور ہے، اس نور کے بغیر انسان اندھا ہے۔اے اللہ تو افضل و اعلیٰ ہے، تو جسے چاہتا ہے بخشش وعطا کے خزانے کھول دیتا ہے، جاہل لوگ فقراء پر تہمت رکھتے ہیں، دل آزاری کرتے ہیں، مگر صبر سے اللہ مرتبہ عطا فرماتا ہے، جس نے فقیر کو ستایا اس نے اللہ کو ستایا۔ستانے والا غارت اور فقیر آباد ہو جاتا ہے، وہ پاکیزہ نیک نفس، نیک جان فقیر، جنکی تعظیم کے لئے، اللہ رب العزت نے سورہ عبس نازل فرمائی ہے۔فقیر کا فقر نمائش کی چیز نہیں اللہ کا پوشیدہ خزانہ ہے، فقیر میں موجود وہ وجود جو طیب وطاہر موتی کی مانند ہے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، مگر ساتوں طبق کے آسمانوں کا امین ہے۔ یہ ساتوں اطباق کا ہر رنگ اسی وجود گہربار سے روشن ہے، ہر رنگ کے آسمان میں فقر کی تعریف لکھی ہوئی ہے۔ افسوس یہ اندھے آسمانوں کو کیا جانے؟ کہ ان قدرتی تحریروں میں کیا لکھا ہے، رنگ اور نور کی بارگاہ تک وہی جاسکتا ہے، جس کا وجود فقر اختیار کر چکا ہو، یہ نادان کیا جانیں، کہ وہ جسے متہم کر رہے ہیں، وہ نفس ہے نہ کہ وجودِ فقر، یہ جس پر تہمت رکھ رہے ہیں، وہ نفس ہے نہ کہ فقیر کی پاکیزہ عقل! تہمت حسی نار ہے اور عقل پاکیزہ نور ہے، نفس سوفسطائی ہے، اس کو قتل کرنے کی بجائے دلائل و براہین لاتے ہیں، نفس کا بندہ فقراء کی کھلی کرامت دیکھ کر بھی محض خیال تصور کرتا

ہے، کاش! اس کی نظر نور میں ڈھلی ہوئی ہوتی۔

اے طالب اللہ میانہ روی اختیار کر

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''خیر الامور اوسطھا'' تمام باتوں میں درمیانی درجہ افضل ہے، بات کرنے میں گھنٹے کی آواز کی طرح بکواس نہ کرو، دس آدمیوں کا کھانا اکیلے نہ ہڑپ کرو! اصحاب کہف کی طرح بے سدھ نہ سوجاؤ! اعتدال مفید ہے ورنہ خلتیں بگڑ کر بیمار کر دیں گی۔ اپنے بڑوں سے، یا جس کو اللہ نے بڑا بنایا ہے، ان کی تعریف میں قصیدے پڑھ کر بڑوں سے بڑا بننے کی کوشش نہ کرو! بڑائی نیک صفات و اخلاق سے پیدا ہوتی ہے! کم ظرف کا جہالت سے آگے بڑھنا موجب ہلاکت ہے! نیکوں کی گفتگو پر خود کے کلام کو محترم نہ سمجھو۔حضرت خضر علیہ السلام کی حکمت موسیٰ علیہ السلام کے عقل کے مطابق نہ رہی، تو جدائی کا سبب بن گئی! اب تو کیا ہے؟

اے اللہ کے بندے! اللہ والوں کی محبت میں میانہ روی یا ادب و تعظیم کے کان اور ہوش ہونا چاہیئے، ورنہ تمہارا ظاہر تو مجلس میں ہوگا باطن غائب ہو جائے گا، اگر صالحین کی صحبت کا اثر باطن پر مرتب نہ ہوسکا، تو ظاہر کی آراستگی نمائش بن جائے گی! اللہ والوں کی محبت، نفلی نمازوں سے بہتر ہے اگر تم نماز میں ناپاک ہو جاتے ہو، تو نماز کہتی ہے کہ جاؤ تم پاک ہو کر آؤ! ورنہ نماز نہیں

خالی حرکت رہ جائیگی! پھر بھی اگر نماز میں کوئی عذر واقع ہو جائے ایسی نماز کا کیا علاج؟ ایسے کو درویشوں کی صحبت سے کیا نصیب ہوگا؟ اے دین کے پہرہ دارو! ممکن ہے خدا تمہاری خطا بخش دے، پہرہ داری حسن و خوبی سے کرو! ورنہ یہ مال چوری ہو سکتا ہے! مگر خاصانِ خدا تو سمندر کی مچھلیوں کے مانند ہوتے ہیں، انہیں پہریداروں کی کیا ضرورت؟ جسم کی نظر کپڑوں پر اور کپڑوں کی نظر دھوبی پر ہوتی ہے، مگر خاصان خدا کا لباس اللہ کی تجلیات سے ہوتا ہے، عقل و ہوش کے کپڑے سنبھال کر چل! اس راہ میں کیچڑ و دلدل بہت ہیں۔ اے اللہ کے بندے! حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ سے علم و حکمت سیکھ! شریعت و معرفت کا سبق سیکھ! ظاہر و باطن کے احوال کا علم سیکھ، ظاہر نظر اور باطنی دل کا علم سیکھ اور فرق کو پہچان! حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ ہمیں معاف کر دو! ''قال لن تستطیع معی صبراً'' اور حضرت خضر نے کہا، اے موسیٰ تم میں صبر کی استطاعت نہیں ہے، لہذا حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم سے جدا ہو جاؤ! پھر موسیٰ علیہ السلام نے صبر کا اقرار کیا، پھر دوسری بار ضبط نہ کر سکے اور بول پڑے، تو خضر علیہ السلام نے کہا ''هٰذا فراق بینی و بینک'' اے موسیٰ اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو، تو گونگے اور اندھے بن کر رہو پھر تیسری بار فرمایا اگر تم ظاہری طور پر خاموش نہ رہے، تو

تم پر باطنی اسرار کا انکشاف نہ ہو سکے گا۔ سبحان اللہ اس واقعہ میں شریعت و طریقت اور معرفت کا خزانہ پوشیدہ ہے! پہلے سوال و جواب میں شریعت اور طریقت ہے، دوسرے سوال و جواب میں شریعت اور حقیقت ہے، تیسرے سوال و جواب میں شریعت اور معرفت ہے۔ اس واقعہ کو ہم طول دینا نہیں چاہتے، صرف اتنا بتا دینا چاہتے ہیں کہ کاملین کے کام پر اعتراض کرنا راہ طریقت سے ٹھوکر کھانا ہے!! اگر چلنے کا ارادہ ہے، تو خاموش و باادب، گونگے اور اندھے کی مانند اتباع کرنی چاہیئے، ورنہ ظاہری چشم و عقل دھوکہ دی جائے گی! مذکورہ جواب میں ظاہر و باطن کا فرق واضح کیا گیا ہے یعنی سالک ظاہر میں رہ جائے مگر اس کا باطن اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہے۔

مرید و مرشد کا لباس

اے عزیز! شریعت مرید اور معرفت پیر ہے، شریعت راستہ ہے معرفت حق اور منزل ہے! مرید کو شریعت کے لباس میں اور پیر کو معرفت کے لباس میں ہونا چاہیئے! جو آج کل پیر ہی شریعت کے لباس میں نظر آرہے ہیں، دراصل یہ پیری نہیں مریدی کے مقام پر ہوتے ہیں!! مرید پیر نہیں بن سکتا اور پیر مرید نہیں بن سکتا! یاد رہے! مرید کو شریعت کے مانند مؤدب و پاک ہونا چاہیئے اور پیر کو معرفت حق کا خزانہ ہونا چاہیئے، شریعت

جسم ونفس کو مہذب و مؤدب بنانے کے لئے ہے، معرفت گنج خفی ہے، شریعت جسم ہے، معرفت جان ہے۔ حضرت خضر کی مانند، پیر کعبہ تک ننگے پیر چلا جاتا ہے اور عام مسلمان کے قدم مسجد تک نہیں چل سکتے! تھک جاتے ہیں، بے جان سیارے، وموٹر کار جہاں چاہے چل سکتے ہیں، یہ زندہ انسان مسجد تک نہیں چل سکتے، شاید اس معذور کو وقت کا بہانہ چاہیئے۔ کامل انسان کی جان، جانِ جاناں کے ساتھ بحرِ ذخّار کاانمول موتی ہوتی ہے اور ناقص کی جان ایک روٹی میں اٹک کر رہ جاتی ہے! میانہ روی کا حکم عوام کے لئے ہے کیونکہ عوام کا اول و آخر ہوتا ہے، اورعوام کا وسط محدود چیزوں میں ہوتا ہے، کامل لامحدود نور ہوتا ہے، کامل کی نہ ابتداء ہوتی ہے، نہ انتہاء ہوتی ہے۔ تو عوام کو چاہیئے کہ کاملین کی کسی بھی حرکت پر انگشت نمائی نہ کرے! عام انسان کے دو کنارے ہوتے ہیں، اس لئے اس کو وسط کی ضرورت ہوتی ہے، کامل بحر بے کنار سے مل کر بحر بے کنار ہو جاتا ہے، جو لامحدود ہوتا ہے اس کا وسط تلاش کرنا، ہنر نہیں ہے بلکہ عیب ہے، اورعیب جوئی گناہ ہے۔ کامل فقیر کے وجود کی تعریف، ساتوں سمندر روشنائی بنکر لکھیں تو لکھ نہیں سکتے۔ چاہے سارے اشجار قلم بن جائیں! روشنائی اور قلم ممکن ہے کہ ختم ہو جائیں، مگر کامل فقیر کی تعریف باقی رہ جائیگی۔ ''تنام عینی ولا ینام قلبی عن رب الانام'' ترجمہ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل ربّ انام سے نہیں

سوتا! اس حدیث پاک کے مطابق! کامل فقراء جب سوتے ہیں تو ان کے قلوب نہیں سوتے بلکہ آنکھیں سوتی ہیں، آنکھیں بیدار اور دل سویا ہوا ہو تو کیا حاصل؟ جسم کے حواس سو جاتے ہیں، مگر دل کے حواس کب سوتے ہیں؟ دونوں عالم کے ساتھ یہ حواس بیدار رہتے ہیں۔ کامل فقراء کے قدم زمین پر نظر آتے ہیں مگر باطن میں ساتوں آسمان پر چہل قدمی کرتے رہتے ہیں۔

کمال و نقص

کامل فقراء اہلِ کمال اور عام انسان اہلِ نقص ہوتے ہیں، عام انسان سمجھتا ہے وہ ہمارے درمیان ہیں، مگر حقیقت میں وہ خدا کے ہم جلیس ہوتے ہیں، کامل کا وجود خواص کے لئے اصل، اورعوام کے لئے سایہ کی مانند ہوتا ہے، عوام خیالات میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں، خواص خیالات سے بالاتر ہوتے ہیں، کیونکہ خیالات کی حد ہوتی ہے اور وہ ہر حد وقید سے آزاد رہتے ہیں، عوام خیالات کے غلام ہوتے ہیں، خواص خیالات پر حاکم ہوتے ہیں۔ ہر کس و ناکس فکر وخیال کے غلام ہوتے ہیں، مگر فکر وخیال خواص کے غلام ہوتے ہیں۔ کامل فقیر شہباز کی مانند اور عام انسان مکھی کی مانند ہوتا ہے، مکھی شہباز پر سبقت حاصل نہیں کر سکتی! کاملین بلندی سے قصداً نیچے آتے ہیں تاکہ معذوروں کی اعانت ومدد کر سکے، خواص کی حقیقت عوام سے پوشیدہ رہتی ہے،

عوام کا مزاج مکھی کے مانند ہوتا ہے یہ بھرے اور خالی برتن میں فرق نہیں کرتے، مکھی کسی پر بھی بیٹھ جاتی ہے، اسی طرح یہ کسی کو بھی، کچھ بھی سمجھ لیتے ہیں۔ اگر کامل فقیر قے کر دے تو موتی بن جائے، اگر ناقص پاک رزق بھی کھائے تو قے ناپاک ہوتی ہے! اسلئے اللہ کے فقیروں پر طعنہ زنی نہیں کرنی چاہیئے! کامل کا وجود جب اللہ کا نور بن جائے تو اس میں ڈھلنے والا لقمہ نور بن جاتا ہے، ناقص کے معدے میں جا کر پاک بھی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ کامل اللہ کیلئے اور ناقص اپنے لئے کھاتا ہے۔ اور کامل حقیقت میں خود نہیں کھاتا، خود نہیں پیتا، بلکہ اس کا ہر فعل و عمل اللہ ہی سے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں نبیٔ کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا ''**ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی**'' یعنی میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ امت رسول ﷺ کے فقراء کا حال بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ سوتے ہیں اپنے رب کے دربار میں، وہ کھاتے ہیں اسی دربار کا وہ پیتے ہیں اسی دربار سے۔ ایسے کامل مؤمن فقراء ہی کے تعلق سے کہا گیا ''اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ'' (البقرہ ۲:۲۵۷) اللہ ایمان والوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمات سے نکال کر نور کے بحر ذخّار کی طرف لے جاتا ہے! جو بندہ اللہ کی توفیق سے ظلماتِ نفس سے رہا ہو کر نور کے بحر ذخّار میں غوطہ زن ہو جاتا ہے، اس کا کھانا

پینا اور سونا، اسی سے ہوتا ہے۔ اے عزیز! دوست کو دیکھنا اور ہے، دوست کا ہو جانا اور ہے! دونو دعوے ہیں مگر حقیقت جدا ہے۔ آشناء اور نا آشناء کو پکارنے سے آواز خود گواہی دیتی ہے کہ قرب و بعد میں کیا فرق ہے، دوست کی آواز الہام ہوتی ہے اور الہامی پیغام کو وہ کیا جانے جو دوستی کے قابل نہ ہوں۔

لطفِ آواز

آواز کے لطف سے عقلمند محظوظ و مسرور ہوتا ہے، آواز اپنے غیر کا پتہ دیتی ہے، خوش الحانی الہام کی خبر دیتی ہے! خوش الحانی سے دوست کی خوشبو آتی ہے، اپنوں کی مجازی آواز میں بھی دوست کا پیغام ہوتا ہے، آواز ایک بانسری کی مانند ہے، جس کے سروں میں دوست کا پیغام آتا ہے۔ اے اللہ کے بندے! اپنوں کی آوازوں میں بھی تیرے غیر کی آواز آتی ہے، لہٰذا الہام کو دماغ میں نہیں آواز میں تلاش کرنا چاہیئے! سماع کا انکار نہ کر، پرندوں کے ترنم کو دیکھ! شاید تیرے لئے اس میں کوئی الہام ہو، کوئی پیغام ہو، ممکن ہے تیرا دوست تجھے آواز دے رہا ہو، وہ انسان جس کے باطن میں نور ہی نور ہو، وہ انوار کی سرگوشی میں اپنے لئے، چھپے ہوئے الہام کو پہچانتا ہے۔ اے اللہ کے بندے! الہام کو اگر تیرے کان نہیں سنتے ہیں، تو تُو اسم اللہ ذات کے دو بالیاں اپنے کانوں میں پہن لے، پھر پرانی شراب کو نئے

پیالے سے پی، اور کان کھول کر چھپے ہوئے الہام کو سن! جب دل میں حق کے سواء کچھ نہ رہا، تو محبوب کا چہرہ اور محبوب کی آواز معجز نما ہو جاتی ہے، محبوب کی ہر ادا و آواز پر، روح سجدہ کرتی ہے، یہی وہ صدائے محبوبی ہے، جو تجھے قرب خدا عطا کرتی ہے، جو صدائے محبوب کا پیکر بن جاتا ہے، وہ صاحب دل ہو جاتا ہے، اور جو صاحب دل ہوتا ہے تو غائب اس کے سامنے حاضر اور حاضر اس کے سامنے غائب ہو جاتا ہے۔

حقیقت علم

علم ایک نور ہے، علم ایک بحر محیط ہے، اے نادان غافل! وہ تیرے اندر، تیری نظر سے قریب تر ہے، پہچاننے کی کوشش کر، جہل کی ظلمت سے گزر کر دیکھ! اس کے ایک طرف نفس کا جہنم دہک رہا ہے، اور دوسری طرف وہ بحر محیط اپنی شباب پر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، علم کی تشریح الفاظ میں ہو سکتی ہے مگر معنیٰ بیان نہیں ہو سکتا۔ الفاظ پیالوں کی طرح ہے اور معنی شراب کی مانند ہے، آنکھ جام ہے اور نظر شراب ہے، ہر طرف علم کی تصویریں ہیں، پیڑ پودے، شجر و حجر، بادل و بارش، بجلی و کڑک، چاند و سورج، ستارے اور سیارے سب کچھ علم ہے اور علم کے مختلف اسماء ہیں، ہر چیز میں علم معنی کی طرح پوشیدہ ہے، ''العلم نور'' علم ایک نور ہے۔ ''العلم حجاب اکبر'' علم ہی بہت بڑا حجاب ہے، علم کا معنیٰ علم میں پوشیدہ ہے ''العلم امام العمل'' علم ہر عمل کا امام ہے! علم خود عمل میں ڈھلتا ہے اور لاکھوں شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور علم کی کمتر صورت حیات ابدی ہے۔ علم ایک ہے اس کی صورتیں ہزاروں ہیں، اس ایک علم کے نام لاکھوں ہیں، ہر ایجاد ایک علم ہے اور ہر علم کا ایک نام ہے، ہر صنعت میں علم کارفرما ہے۔ جو تیرا باپ ہے، مگر وہ کسی کا بیٹا ہے، درجہ بدل گیا تو نام بدل گیا، علم کی صورتوں میں کم عقل اُلجھتے ہیں، اور عاقل ہر صورت میں معنیٰ علم ڈھونڈتے ہیں، صورت اخروٹ کی مانند اور علم مغز کی مانند ہے، تحریروں سے چپک جانا غفلت ہے، معنی کے موتی تک پہنچنا عقل مندی ہے۔ ناموں کو اور تحریروں کو چھوڑ دے صفات کو دیکھ تاکہ صفات سے ذات کا پتہ چلے، تمام فرقوں میں ناموں اور تحریروں کا جھگڑا ہے، کاش یہ معنی کو دیکھتے! تو ان کی وحدت برقرار رہتی، ناموں کو چھوڑ اور معنی کی اطاعت کر۔ یہ قوم جنگ باز کیوں بن گئی؟ کیونکہ ناموں میں الجھ کر علم کے معنی سے بے خبر ہو گئی، کاش تمام ناموں کا معنی ایک ہوتا تو سب میں اتحاد ہوتا یہ لوگ نہ علم کو سمجھے نہ معنی کو۔ ہر ایک کی زبان پر علم ہے، کاش ہر ایک کے علم کا معنی بھی ایک ہوتا؟ زبانیں بدل گئیں تو معنی بدل گئے۔ کاملین کی ریاکاری، عوام کے اخلاص سے بہتر ہے، کیونکہ وہ صاحب نظر ہوتے ہیں اور عام انسان اندھا ہوتا ہے۔ اے اللہ کے بندے! کسی کامل

سے علم سیکھ، کتابوں سے انٹرنیٹ سے معلومات میں اضافہ تو ہوسکتا ہے، علم حاصل نہیں ہوسکتا! علم حاصل ہو بھی گیا تو، مناظرہ کا ہتھیار ثابت ہوگا اور تو معنی سے رہ جائے گا۔ علم کے نور سے منور استاذ کی غلامی کرلے! ارشاد گرامی ہے:
''ان من امّتی الا وخلاء فیھا نظیر'' یعنی صاحب باطن اللہ کے خلیفہ سے کوئی امت محروم نہ ہوگی۔ اے اللہ کے بندے صاحب دل اللہ کے خلیفہ کو تلاش کر۔

علم وکُن

علم نور ہے اور نور بحرِ محیط ہے، بحرِ محیط ''کن'' سے رواں ہوا تو ''فیکون'' کے چشمے پھوٹے اور دونوں عالم وجود میں آئے! ایک نوری اور ایک ناری۔ نورِ اوّل ''اول ماخلق اللہ نوری'' ہے اسی نور سے ''کل خلائق من نوری'' کا جلوہ ہے۔ اسی لئے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا ''انا من نور اللہ وکل خلائق من نوری'' یعنی میں اللہ کا نور ہوں اور تمام خلائق میرے نور سے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی اصل نور ہے، تو علم بھی نور ہے، اور کن بھی نور ہے، اور فیکون سے نور اور نار پیدا ہوئے۔ نوری عالم کا ظاہر و باطن نور ہوتا ہے اور ناری عالم کا ظاہر نار اور باطن نوری تخلیق پایا۔ حضرت انسان اس کا بہترین نمونہ ہیں، حضرت انسان کا ظاہر ناری، باطن نوری

ہے، مگر انبیاء کرام اس کیفیت سے مستثنیٰ ہیں! غیر انبیاء کا ظاہر ناری اور باطن نوری ہوتا ہے۔ انسان میں نور خیر ہے اور نار شر ہے، خیر محبت، اور شر نفرت ہے، خیر وشر کیا ہے؟ روح اور نفس ہے، خیر اور شر کیا ہے؟ جنت اور جہنم ہے! اور انسان اس کا بہترین نمونہ ہے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے یعنی خیر اور شر کی تمیز سکھانے کے لئے انبیاء کرام مبعوث کئے گئے، خیر اور شر کی تمیز کے لئے، علم کی اہمیت کو نبی کریم ﷺ نے ''طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة'' فرما کر واضح کر دیا کہ علم عشق ہے، عاشق عالم ہے، معشوق عمل ہے! فیکون سے جب دونوں عالم ظاہر ہوئے، تو علم دو اقسام میں منقسم ہوگیا، ایک علم خیر اور ایک علم شر، ایک عالم خیر اور ایک عالم شر یعنی دو معلم پیدا کئے گئے، علم خیر کے لئے حضرت آدم علیہ السلام اور علم شر کے لئے ابلیس علیہ اللعنہ قرار پائے! گویا کہ ہر دور کے دو مبلغ ہوئے، ایک حضرت انسان دوسرا نفرتِ شیطان، انسان نور کا داعی قرار پایا اور شیطان نار کا داعی بن کر کھڑا ہوا، ایک نور کی دعوت دیتا ہے، دوسرا نار کی دعوت دیتا ہے، انسان کی دعوت نوری ہے، نور یعنی روح کے لئے تھی، اور شیطان کی دعوتِ ناری ہے، نار یعنی نفس کے لئے ہے، اس جہاد میں انسان کو دو ہتھیار دیئے گئے! ایک امر بالمعروف، دوسرا نہی عن المنکر، اگر اس امر کا ترجمہ بات ہے تو ٹھیک ہے، اچھی باتوں کا حکم دینا بری باتوں سے روکنا! یعنی خیر کی طرف

بلانا، شر سے روکنا، جنت کی طرف بلانا، جہنم سے روکنا یعنی روح کی طرف بلانا، نفس ناری سے روکنا ہی مذکورہ اوامر ہیں! مگر افسوس آج حضرت آدم کی اولادوں کا اندازِ تبلیغ یکسر بدل گیا ہے! ساری دعوت کی توجہ کا مرکز نفس بنا ہوا ہے، روح بھی اس جسم اور جسمانی دنیا میں آ کر، اپنا مقام و مرتبہ، علم و وعدہ سب کچھ بھول گئی ہے۔ صرف نفس کو بری باتوں سے، برے کاموں سے روک کر، خیر کی طرف دعوت دینا اور روح کو مطلق نظر انداز کر دینا یا روحانی تعلیم نہ دینا، روحانی مراتب سے نا آشنا رکھنا، یا صرف اور صرف نفس کی تعلیم و تربیت میں سارا زور صرف کرنا، کہاں تک درست ہے؟ اس جسم میں نفس کی بقاء یا قیام صرف روح کی محبت میں ہے، اگر روح ہی نہ ہوتی تو جسم میں نفس کہاں سے قرار پاتا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ نفس عالم ہو اور روح جاہل! اور روح کی پیروی نفس کرے؟ ایک عالم جاہل کی پیروی کس طرح کر سکتا ہے؟ جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اتّقوا عالم الجاهل قيل من العالم الجاهل يارسول الله قال عالم للسان وجاهل القلب'' یعنی آپ ﷺ نے فرمایا جاہل عالم سے بچو! تو پوچھا گیا! یارسول اللہ جاہل عالم کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، جو زبان کا عالم ہے اور قلب کا جاہل ہے! تو معلوم ہوا کہ علم ظاہر علم اللسان ہے، عِلمِ نفس ہے، عِلمِ باطن، علم قلب ہے، اور عِلمِ قلب ہی علم روح ہے۔ مذکورہ اوامر میں ایک راز ہے، ایک حکمت ہے،

اگر امر بالمعروف روح پر ہو تو فوراً قبول کرلے گی، کیونکہ اس کی سرشت نور ہے اور نفس کو نہی عن المنکر کے دائرے میں لانا ذرا مشکل ہے کیونکہ یہ اس کی ناری سرشت کے خلاف ہے! امر بالمعروف کا نور پر پیش کرنا تو بہت خوب ہے، مگر کیا نفس اپنی فطرت کے خلاف نور کو قبول کرلے گا؟ معلوم ہوا کہ ہمیں نفس کے جان کی اصلاح کرنی ہوگی! اور نفس کی جان کیا ہے؟ روح ہے۔ نفس کے ظاہر کا تعلق دنیا سے ہے اور نفس کے باطن کا تعلق روح سے ہے، اور نفس روح کا ہم جنس اور محبوب ہے، نفس کا ظاہری مذہب دنیا اور آگ ہے اور باطنی مذہب روح ہے، اور روح کا مذہب نور و خیر ہے۔

معلوم ہوا کہ تبلیغ خیر و حق کا بہترین حقدار روح ہے، تربیت، پاکیزگی، اخلاق حمیدہ وغیرہ اپنی سرشت کے مطابق جلد قبول کرلیتی ہے، کیونکہ روح نور ہے اور اعمالِ نور ہی اس کی خوراک ہے، اگر روح عالم و تربیت یافتہ ہوتی ہے، تو وہ یقیناً اپنے نفس کی تربیت کرلیتی ہے، اگر روح ہی جاہل ہے تو جاہل نفس کی تربیت کس طرح کر سکتی ہے؟ اگر روح مؤمن ہوگئ تو یقیناً نفس بھی مؤمن بن جاتا ہے۔ آج ہم نے سرے سے روح کو نظر انداز کرکے، روحانی تعلیم و تربیت کو دین کی ضرورت نہ سمجھ کر، خارج کر دیا ہے، اگر کہیں یہ علم حقہ نظر بھی آتا ہے، تو اسے کوئی چنیا بیگم کہتا ہے، کوئی نشے کی پڑیا کہتا ہے! کوئی ظاہر کو سب کچھ کہتا ہے، اور باطن کی ضرورت کا انکار کرتا

ہے،کوئی نفس کی تہذیب یعنی شریعت کوسب کچھ مانتا ہے،اورطریقت کاانکار کردیتا ہے،کوئی طریقت کوسب کچھ مانتا ہےاورشریعت کاانکار کردیتا ہے۔
کیاان حالات میں اوامر کاٹھیک ٹھیک استعمال ہوگا؟ کیااس کے اثرات نفس سےگذرکرروح پرمرتب ہونگے؟ بالفرض ہم نے سارازورنفس کی اصلاح کے لئے لگایا،نفس کوعالم بنایا،روح کو جاہل چھوڑ دیا تو کیانفس مرکرجنتی ہوگا؟ کیاروح کو جاہل رکھ کر،جہنم کی طرف بھیج دیں؟نفس کی اصلاح کادارومدار روح کی اصلاح پر ہے! کیونکہ روح نفس سےکئی گناہ طاقتور ہے،اچھی باتوں کا اثر جلد قبول کرلیتی ہے۔اگر ہم سارا زور روح کی تعلیم وتربیت کے لئے صرف کرتے،تو روح بے انتہاء طاقتور ہوجاتی اور یقیناً اپنےنفس کی اصلاح پرآمادہ ہوتی۔کاش ہم امر بالمعروف روح پر پیش کرتے! اور وہ قبول کر لیتی،تو شاید روح ہی نفس کونہی عن المنکر کے زمرہ میں لاتی۔افسوس! تاریخ گواہ ہے کہ صوفیان کرام روح اورروحانی تربیت کے اس قدر پابند تھے،جس کے نتیجہ میں اکثریت کے لئے امر بالمعروف کازمرہ وسیع ترہوچکا تھا! کیونکہ ان کی تبلیغ کامیدان روح تھا،اورہماری تبلیغ کامرکزسراپانفس ہے۔روح خیرو امر بالمعروف کو اپنی فطرت کے موافق پاکر،فوراً قبول کرلیتی ہے،اورنفس اوامر کو قبول نہیں کرتا،کیونکہ یہ اس کی فطرت نار کے خلاف ہے،تاریخ گواہ ہے! کہ حضرت آدم علیہ السلام نے خیر کو قبول کیا،ابلیس نے اس کے خلاف کیا،اور

شر کو قبول کرلیا۔حضرت نوح علیہ السلام نے خیر کادعویٰ کیا،ان کے بیٹے نے شر کا دعویٰ کیا! حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے خیر کی تبلیغ کی،تو نمرود نے شر کو تقویت دی،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیر وعافیت کی دعوت دی،تو فرعون امر بالمعروف کا منکر بنا۔اسی طرح مظہر خیر،مظہر محبت،اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر الاخیار کو پیش کیا،تو رب کریم نے آپ کے زمانےکوخیر القرون سے یاد کیا! دوسری طرف مظہر شر،بوجہل وبولہب نے اس دعوت خیر کوٹھکرادیا،کیوں؟ کیونکہ جس کی روح خیر پسندوسعادت مندتھی،اس نے خیر کو قبول کرلیا! جس کانفس شر پسند تھااس نے شر کو پسند کرلیا۔اگر ہم آج کے دور میں جسموں سے زیادہ روحوں کی تربیت پہ توجہ دیتے،جسمانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیمات دیتے، تو دین کاشاید وہ حال نہ ہوتا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔

نوراورنار،خیر وشر کے خصوصیات جدا جدا ہیں،یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں،یہ اپنی فطرت کے خلاف نہیں کرتے۔اس لئے اے طالب اللہ! دنیا چاہے جدھر جانا چاہتی ہے جائے! اس دور میں تو اپنی فکر کر! تیرا نفس آگ ہے،تیری جان نور ہے،تو نور سے بس نور کی طرف سفر کر،ہدایت یافتہ ہوجائیگا! بس اسم سے مسمی تک چل،تیرا سفر کامیاب ہوجائے گا۔ایک اسلام کتابوں میں ہے،ایک اسلام تیری روح میں،تیری فطرت بن کر ہے،کتابی اسلام سے نفس محظوظ ہوتا ہے،روحانی اسلام سے روح محظوظ ہوتی ہے۔ایک غیر مطمئن

فرقوں میں الجھا ہوا، پسماندہ اور بدحال مسلمان تیرے سامنے ہے! اور ایک مطمئن وخوشحال مسلمان قبروں میں ہے! کونسا بہتر ہے؟ تو زندہ ہے تجھ سے کوئی کچھ بھی نہیں مانگتا، اگر مانگتے بھی تو تو کیا دیتا؟ مگر جنہیں تو مردہ سمجھ رہا ہے، ان کی چوکھٹ پر بھکاریوں کے میلے لگے ہوئے ہیں، اگر نہ ملتا تو کیا وہ جاتے؟ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر کہ تجھے ان گنت فرقوں میں بٹا ہوا کتابی اسلام چاہیئے؟ یا وہ اہل روح، وہ اہل دل حضرات جو قبروں میں سو رہے ہیں، ان کا اسلام چاہیئے؟ جہاں کوئی فرقہ نہیں سب کے سب قابل احترام ہیں۔

نفسِ کافر

اے بھائی یہ تیرا ظالم نفس ازل سے ہی کچا تھا، یہ دیکھنے میں کالے انگور کی مانند ہے، مگر اس میں رس نہیں زہر ہوتا ہے، اللہ نے ازل ہی میں اس کو مشرک قرار دیا ہے، اس کے اصلاح کی کوشش کرنا خدا سے بغاوت ہے۔ "موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مرجاؤ یعنی اس نفس کے اپنی موت، آپ مرنے سے پہلے تم ہی اس کو ماردو، یہ ظالم نفس کی اصلاح ممکن نہیں، تم اپنا سارا زور روح کی اصلاح کے لئے صرف کرو۔ اگر میں بتادوں کہ اس بدبخت منحوس میں کیا پوشیدہ ہے، تو عوام کی عقلیں فتنوں میں اُلجھ جائیں گی، اندھے کافر نفس کی آگ، روح کی جنت سے دور رہے تو بہتر

ہے ہاں وہ کچی روحیں جن میں نور کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے، خیر وامر کو قبول کرنے کا مادہ ہے، ان پر تیری تبلیغ ضرور کارگر ثابت ہوگی۔

وحدت اور کثرت

نبی کریم ﷺ نے اخوان المسلمین! کا پیغامِ محبّت دیکر تمام مسلمان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیدیا۔ جس طرح تمام انگور ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اسی طرح تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ سب کی اصل ایک ہے، تمام انگوروں کی اصل ایک ہے، بس نفس کے چھلکے پھاڑ دے، شیرہ ابل پڑے گا، بس یہی وحدت ہے اور وحدت کے دریا سے ہر چیز کثرت میں آئی ہے۔ اب ہم انسان ہیں، ہمارا اصلی وطن وحدت ہے، بس ہمیں اپنے وطن کو جانا ہے، یعنی ہم وحدت سے کثرت میں آئے تھے، اب کثرت سے وحدت میں جانا ہے، بس یہی صراط مستقیم ہے! جہاں استقامت ہی استقامت ہے۔ اسی استقامت کے تعلّق سے آپ ﷺ نے کیا خوب ارشاد فرمایا "الاستقامة فوق الکرامة" (حدیث) استقامت کرامت سے بہتر ہے۔ اے عزیز! بس تو دریائے استقامت کا قطرہ بن جا! عقل کے اندھے کو اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو میں کیا کروں؟ وحدت ایک پاک صفت ہے! دوست دشمن بن جائیں تو وہ ایک نہیں دو ہوجاتے ہیں! بس اسی کھیل کا

نام کثرت ہے! حضرت عشق کے قربان جائیں کہ جس نے کثرت میں بکھرے ہوئے، ذرات کو ایک اور وحدت میں متحد کر دیا۔ دنیوی حرص اور لالچ انسان کو اندھا کر دیتی ہے، انسان ماں کے شکم سے نکل کر قبر میں چلا جاتا ہے، پھر بھی اپنے ہم نشیں خدا کو نہیں پہچانتا ''وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ'' (قٓ ۵۰: ۱۶) میں تیری شہ رگ سے قریب ہوں! یہ اعلان بھی بھول جاتا ہے۔

ہم انسان ہیں! اللہ کو بھول کر جیئے اور مرے جا رہے ہیں، دین دھرم کو نشے کی طرح استعمال کر رہے ہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وحدت کا پیغام دیا تھا، کثرت میں بکھر رہے ہیں، فرقہ بندی، گروہ بندی اور جماعت بندی کے عتاب میں اُلجھے ہوئے ہیں، کرنے کے کام ہم سے رہ گئے، فضول کاموں میں اُلجھ گئے ہیں، روحوں کو ویران اور نفسوں کو آباد کر رہے ہیں، دلوں کو برباد اور جسموں کو سنوار رہے ہیں! یہ عبرت کا مقام ہے۔

حقیقت بنی آدم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ'' (بنی اسرائیل ۱۷: ۷۰) ہم نے آدم کو عزت بخشی! یہ عزت کیا ہے؟ ایک نور ہے، بے مثال مہ لقاء ہے، اسی شرف عزت کے باعث انسان زمین و آسمان کا خلیفہ ہے، یہ خشکی و

تری کا بادشاہ ہے، یہ جان بھی ہے، جانِ جہاں بھی ہے۔ فرشتوں کا مسکن خشکی نہیں، حیوان کا گزر سمندر نہیں، مگر انسان کا جسم حیوانی خصلت کے ساتھ زمین پر ہوتا ہے، اور روح فرشتہ صفت ہے! اس کا گذر آسمانوں تک ہے۔ معلوم ہوا کہ جسم کا تعلق زمین اور روح کا تعلق آسمان سے ہے، یہ بظاہر انسان ہے مگر اس کی روح وحی کی امانت ہے! انسان کیا ہے؟ اس حسین، مہ جبین کا معجزہ ہے، قدرت ایک سمندر ہے اور انسان اس میں پوشیدہ موتی ہے، انسان ہی جان ہے، روح اور قلب ہے۔ موتی کی حقیقت سمندر کے سواء کون جانتا ہے؟ وہ سب میں موجود ہے، مگر غیرت نام کے نفس کی پٹی ہماری آنکھوں پر بندھی ہوئی ہے، اب اندھا کیا دیکھے؟ صاحب دل، صاحب نظر کی حقیقت سے کس طرح آشنا ہو سکتا ہے؟ اندھا بھی نماز پڑھتا ہے، آنکھ والا بھی نماز پڑھتا ہے، ایک حرکت و تسبیح کے شوقین ہے، دوسرا دوست کے دیدار و ملاقات کا دیوانہ ہے! اور ایک غفلت کا مارا، دوسرا خشوع وخضوع کے ساتھ اپنے اللہ سے راز کہتا ہے! ایک کا دانہ پانی زمین پر ہوتا ہے، دوسرے کا رزق آسمان پر ہوتا ہے ارشاد گرامی ہے: ''وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ'' (الذریت ۵۱: ۲۲) تمہارا رزق آسمان پر ہے! بس یہ صاحب نظر کا حصہ ہے، یہ رزق کیا ہے؟ دونوں عالم کے ہر رزق کی جان ہے، یہ رزق برکت کی ندی کے قریب نور کی کھیتی میں اگا ہوا رہتا ہے، اس پاک رزق میں

ہر پاک رزق کی اصل پوشیدہ رہتی ہے، اصل کی وصل سے من وسلوی اترتا تھا۔حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بن موسم پھل عطا کئے جاتے تھے۔ جاننے والے اس باغ سے آشناء ہوتے ہیں، جس میں نہریں بہتی ہیں، میرا مطلب رزق جنت نہیں ہے، جنت تو سبب ہے، صاحب دل کی نظر تو مسبب کے پیش نظر ہوتی ہے! ہم جنت کو بھی جانتے ہیں، جنت کے باغات اور اس کے نیچے بہتی ہوئی سفید نہروں کو بھی پہچانتے ہیں، یہ ہمارے حسین اعمال کا باغ ہے، ہم جہنم کو بھی دہکتے ہوئے دیکھتے ہیں، مگر خاموش گذر جاتے ہیں، کیونکہ یہ سیاہ اعمال کا انجام ہے۔اے اللہ کے بندے! عبرت حاصل کر! زمین سے اگا ہوا رزق ہر ذی حیات کھاتا ہے، آسمانی رزق صرف مردانِ خدا کا حصہ ہے۔آسمان وہ آسمان ہے جو اس کی قدرت کے سمندر پر سایہ فگن ہے، جو سات ستاروں اور بارہ برجوں سے روشن ہے، آسمان در آسمان، ہر آسمان کا رنگ جدا جدا ہے، حیرت انگیز قدرت ''وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ'' (البقرہ۲:۲۵۵) ہاس کی کرسی زمین اور آسمانوں کو گھیری ہوئی ہے، اس کی قدرت وہی جانتا ہے یا وہ جانے جسے وہ دکھائے۔

اسم و مسمیٰ

اے اللہ کے بندے! اپنی ذات کو اسم سمجھ، اس کی ذات کو مسمیٰ! دوئی مٹا دے اور ایک ہو جا۔ایک نور ہے، ایک جانِ نور ہے اور ایک جانِ جاناں نور ہے، نور علیٰ نور ہے، یہ نفیس نور علیٰ نور کا سرمہ آنکھوں میں لگا لے! اگر تو سو سال کا اندھا بھی ہے تو یقینا بینا ہو جائے گا۔قدرت کا یہ عظیم تحفہ کل تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے مخصوص تھا، آج تیرے لئے ہے۔تھوڑی سی کوشش کر لے اور انسان بن جا۔چوہے کی مانند اندھی زمین کے سوراخ میں چھپ کر نہ بیٹھ، یہی وقت ہے کچھ کر لے، اپنی آنکھوں میں ایمان کی مشعل جلائے رکھ ورنہ آنکھ تو گدھے بھی رکھتے ہیں، اندھیرے کا چمگاڈر نہ بن۔اے اللہ کے بندے! ہر نفس میں چار پرندے ہوتے ہیں، نفس کا کاروبار انہیں سے چلتا ہے (۱) حرص کا بطخ (۲) شہوت کا مرغ (۳) رتبہ کا مور (۴) آرزوؤں کا کوّا! ان سب کا قتل کر دے، نفس مر جائے گا! پھر انہیں کو باطن میں زندہ کر دے، تا کہ جان کی بطخ میں کمال پیدا ہو کر، عشق کو سرور حاصل ہو جائے، مقام و مرتبہ حاصل ہو جائے، اور آرزوئے وصال دوبالا ہو جائے! یہی کام تو حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ نے کیا، ذرا تو بھی کر لے، کیونکہ تو ملت ابراہیمی رکھتا ہے، نفس کی قید سے رہائی حاصل کر لے کیونکہ یہ آگ کی طرح ہے، جسم نہر کی طرح اور روح پانی کی طرح ہے، اس کی حفاظت کر لے۔

حرص شہوت رتبہ اور خواہش

اے طالب اللہ! دیکھ اللہ نے مذکورہ واقعہ سے تجھے اس تک پہنچنے کا کس قدر آسان راستہ عطا فرمایا ہے! مذکورہ رذائل انسان کو شیطان بنا دیتے ہیں، یہی تو وہ چیزیں تھی شیطان میں کہ وہ ملعون ہوا، عبادت کی حرص، اپنی ذریت کو بڑھانے کی شہوت، یعنی مجازی عشق کے جذبات، مرتبہ اور شہرت کی تمنا، اور نہ ختم ہونے والی خواہش۔ یہی چار چیزوں سے نفس ناری ہوگیا، مذکورہ ذلیل جذبات نے آگ پر تیل کا کام کیا! یہ چاروں چیزیں ظاہر میں کفر اور باطن میں شرک ہیں! یہی چار چیزیں فنا کے گواہ ہیں، انہیں پر موت کا حصار ہے، یہ اگر مرجاتے ہیں، تو انسان جیتے جی مرجاتا ہے۔ اگر انسان پیر کامل کے ذریعہ انہیں ختم کر دیتا ہے تو اللہ ابدی زندگی عطا فرماتا ہے، یعنی اسی میں موت کی حقیقت پوشیدہ ہے، کہ تم انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو اور وہ پھر زندہ کرے گا۔ جب انسان ان خصائل بد سے آلودہ ہو چکا ہے، تو اسے چاہیئے، کہ ان رذائل کو چن چن کر قتل کر دے، تاکہ خدا دائمی زندگی عطا فرمائے! یہی چار چیزیں آج ہر تفریق و نفاق کا باعث بنے ہوئے ہیں، یہی چار باتیں، اقوام عالم کو تباہ کرتی آئی ہیں اور تباہ کر رہی ہیں! یہی وہ چیزیں ہیں کہ انسان اپنے مقصد اور صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔

آج کل ہم ان خرافات کا انجام دیکھ رہے ہیں! اگر یہ باتیں دین کے رہبروں میں پیدا ہوتی ہیں، تو کیسے کیسے فرقے وجود میں آتے ہیں، ایک قوم دوسرے قوم کی مخالفت پر اُتر آتی ہے، تو ہم قوموں کا انجام دیکھ رہے ہیں، سیاست کا انجام دیکھ رہے ہیں۔ یہی چار چیزیں دنیا کو جہنم بنانے پر تلے ہوئے ہیں! یہی چار چیزیں انسانیت کو تباہ کر رہی ہیں۔ عرب و عجم کی رسوائیاں ظاہر ہیں، ملکوں کی آپسی رنجشیں، ہولناک تباہیاں اور جنگیں دیکھ رہے ہیں۔ حرص، مٹی کی فطرت ہے، اور یہ زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی ہے، اور یہ جمے ہوئے خون کی مانند انسان کے دل میں پوشیدہ رہتی ہے! شہوت آنکھ میں ہوتی ہے اور یہ سیاہ بادل کی طرح چھائے ہوئے رہتی ہے اور پانی برسا کر زمین سے وصال چاہتی ہے! اسکی فطرت آبی ہے، رتبہ اور شہرت کی خواہش ظاہری عقل میں ہوتی ہے، یعنی دماغ میں ہوتی ہے، اور جس کی موت بھی مرنے کے تین دن بعد ہوتی ہے! خواہش نظر میں ہوتی ہے مگر اپنا کام کر جاتی ہے۔ اے طالب اللہ! آنکھیں تو جانور بھی رکھتے ہیں، اپنے باہر کیا دیکھتا ہے؟ سب کچھ تیرے اندر ہے، اپنے اندر دیکھ دل کی آنکھ کھول ''وجہ لاعین رأت'' جس کو آنکھوں نے نہیں دیکھا، وہ چہرہ دکھائے! کہ قابل چشم و نظر پیدا کرنا، یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو ان چار پرندوں کو مار ڈالے۔

الست و بلیٰ

''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' اور ''قَالُوْا بَلیٰ'' کیا ہے؟ یہ دو وعدے ہیں! یہی دو دعوے بھی ہیں۔ اللہ نے دو عالم تو صرف تیرے لئے پیدا کئے ہیں، ایک نوری عالم ایک ناری عالم، نوری عالم میں بلیٰ کہنا اور شجرِ ممنوعہ پہ مائل ہونا بھی اللہ دیکھ رہا تھا۔ لہٰذا تجھی کو دونوں عالم کا مظہر اور نمونہ بنا کر پیدا کیا، وہاں سے تجھے یہاں بھیجا! تاکہ تو دعوائے بلیٰ کو ثابت کر سکے اور وعدہ بلیٰ وفا کر سکے۔ یہ وعدہ بلیٰ کیا ہے؟ شہادت ہے، گواہی ہے، تو نے اس کے قرب میں گواہی دی ہے، یہی گواہی اس کے فراق میں دے! قرب میں اسے دیکھا ہے، اب فراق میں دیکھ کر گواہی دے، بس یہی تیرا کمال ہے کہ تو فرشتوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے دعویٰ کیا، تو نے بھی دعویٰ کیا، اللہ نے وعدہ کیا، تو نے بھی وعدہ کیا! پس تو اپنے وعدہ کو وفا کر گواہی دے اور رہا ہو جا۔ اے اللہ کے بندے! اس کی عدالت کے باہر کب تک بھٹکے گا؟ عدالت میں چل، گواہی دے اور چھوٹ جا، بس یہی امانت کا ادا کرنا تجھ پر فرض ہے، تو یہاں آ کر کیوں مکر رہا ہے؟ کل تک تو تیری آنکھ کھلی تھی، آج کیوں اندھی ہوگئی ہے؟ یہ دنیا کیا ہے؟ اللہ کا دربار ہے، تجھے صرف اسی گواہی کے لئے طلب کیا گیا ہے، جب تک تو گواہی نہ دے گا تو کب رہائی پائے گا؟ عمر کو برباد

کرنے سے پہلے گواہی کیوں نہیں دیتا؟ اسے دیکھ! یہ دنیا کیا ہے؟ آخرت کی کھیتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''الدّنیا مزرعة الآخرة'' یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے! آخرت کیا ہے؟ آخرت دیدارِ الٰہی کا میدان ہے، اس عناصر کی کھیتی میں پیرِ کامل کی توجہ کامل کا بیج بولے، پھر دیدار کا پھل نصیب ہوگا اور کیا ہے؟ بس گواہی دے اور رہا ہو جا۔

اے عزیز! اللہ نے ہر چیز سے گواہ طلب کیا ہے، تیرا کلمہ تیرے اسلام کا گواہ ہے، یہ فرض اور نفلی عبادات، تیرے عقیدے کے گواہ ہیں، ظاہری تقویٰ ایمان پر گواہ ہے، ایمان کا نور عشق پر گواہ ہے، عشق عاشق پر گواہ ہے، عاشق معشوق پر گواہ ہے۔

وہ معشوق جس کے عشق میں عاشق کی جان ازل سے جل رہی ہے! وہ معشوق انوار کے پردوں میں چھپا ہے، وہ معشوق جس کے نور کا پردہ ایک ایسا سمندر ہے، جس کو زوال نہیں! ایسا بحرِ بے کراں ہے کہ جس کے تصور سے فرشتوں کے پر جل جائیں! وہ چاند کی طرح چھپا ہے، ہزاروں دردمند مریضِ عشق اس معشوق کے سمندر کا ایک قطرہ پانے کو ترس جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ پانی ہر مرض کی شفاء ہے، وہ پانی لاکھوں بیماریوں کی دوا ہے، آج جو ہم یہ دوائیاں کھا رہے ہیں، بیماریوں سے لڑ رہے ہیں، نئی نئی دوائیاں تلاش کی جا رہی ہیں، ان میں شفائی تاثیر کہاں سے آتی ہے؟ اے دوست یہ دوا، یہ

شفاء، اسی معشوق کے قدموں کا دھوون ہے، شفاء اسی دھوون کے پانی سے آتی ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دستِ شفاء، اسی پانی میں غسل کرنے سے عطا ہوئی، دست غیب کس طرح عطا ہوتا ہے؟ اسی پانی میں غسل کرنے سے عطا ہوتا ہے! یہی پانی ہر مرض کی دوا، دعا اور رزق کی جان ہے! ہر رزق میں توانائی، قوتیں اسی پانی کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہیں، اسی پانی سے کیمیاء اور اکسیر ہے، اس پانی میں نہایا ہوا ہر پتھر پارس ہے! یہ پانی کہاں ہوتا ہے؟ ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ''(ق ۵۰:۳۰) کہنے والے اولیاء اللہ کی جانوں میں ہوتا ہے! ہر ایک کی جان ہوتی ہے، عناصر کی جان، نفس کی جان اور شیطان کی جان! اللہ نے فرمایا: ''وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (الذریت ۵۱:۳۰) میں تمہاری جانوں میں ہوں! تم دیکھتے کیوں نہیں؟ اے اندھے انسان! پہچان کہ تیری جان کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ اور اپنی جان میں دیکھ! اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہوا پائے گا! تو اپنی جان کو کیسے دیکھے گا؟ نہ کامل جاں نثار رکھتا ہے، اور نہ جاں شناس پیر رکھتا ہے! اور نہ وہ آنکھیں رکھتا ہے۔کاش تو آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ لیتا کسی کامل پیر سے مصافحہ کر، اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ، اور اس کے قدموں کی خاک ہو جا، جان کا پتہ مل جائے گا۔ہم نے گذشتہ کتابوں میں جو اشارے دیئے ہیں، اس کی اصل پیر میں موجود ہوتی ہے۔ہر چیز کی ایک جان ہوتی ہے، جسم کی جان عناصر ہے، عناصر کی جان دھڑکنے

والا دل ہے، دل کی جان دماغ ہے اور دماغ کی جان آنکھ ہے۔فهم من فهم!

کامل وواصل پیر تلاش کر

کامل پیر توفیق خداوندی کا مظہر ہوتا ہے! کامل پیر ظلمت کو مٹانے والا، نفس کی قید سے رہائی دلانے والا ہوتا ہے۔کامل پیر سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''الطالب عند المرشد کالمیت بین یدی الغاسل'' ترجمہ! طالب مرشد کے ہاتھ میں ایسے ہوتا ہے جیسے غسّال کے ہاتھ میں میت! تو پتہ یہ چلا کہ کامل پیر غسال کی مانند ہوتا ہے، اور مرید میّت کے مانند! جو پیر غسّال کے مانند ہوتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے دریائے رحمت میں نہا کر پھر لوٹ آتے ہیں تاکہ ظلمت کو دھو سکے، اس بحر محیط کی پاکیزگیوں کو لاتے ہیں، تاکہ طالب پاک ہو جائے۔کاملین کی جان سفر میں اور جسم قیام میں ہوتا ہے، اس لئے وہ سلام کرتے ہیں، اگر تو حضرت خلیل اللہ کی مانند آگ میں نہیں جا سکتا تو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں جل، شریعت مطہرہ کا لباس پہن، اور امتحان میں کامیاب ہو جا۔تو بادل ہے، تیرے اندر تیرے پیر کا چہرہ، حضرت موسیٰ کے اس چاند کی طرح ہے جو گریبان سے نکلتا تھا! من عرف نفسه! اپنی جان کو پہچان، اے طالب اللہ! کامل پیر کو

طلب کر، اللہ سے کچھ مانگنا ہے تو کامل پیر سے بہتر کوئی چیز نہیں! اس سے کچھ مانگنا ہے تو صرف کامل پیر کو مانگ! وہ تجھے تیری جان کا پتہ بتا دے گا، ہماری کتابوں سے اصل کو پانا شاید تیرے لئے دشوار ہو۔ اس لئے کسی کامل پیر سے پالے۔ اے طالب اللہ! تیرے دم میں اسم اللہ ذات ہے، اس کو پہچان، کیونکہ یہ تجھے تیری جان کا پتہ دے گا، تیرے نفس کا پتہ دے گا، تیری روح کا پتہ دیگا۔ اے اندھے! علمِ روایات میں مت الجھ، ساری عبادات کا ماحصل خود اور خدا کی پہچان ہے، یہی صراط مستقیم ہے! جان کو حاصل کر جان جاناں سے مل جائے گا۔

اے عزیز! اگر کوئی پیر دو عالم کا علم ایک نقطہ میں نہ بتا دے، یا صرف جسم کی تعریف، عناصر کی تعریف اور روحوں، نفسوں اور رنگوں میں الجھا دے وہ ہرگز پیر نہیں ہوسکتا! پیر حقیقت میں نوری ہوتا ہے اور صرف نور کی طرف رہبری کرتا ہے، تو فضول کے حکایات، اجداد کے کرامات، قصے کہانیاں، راز کی باتوں کے حربے، گانا بجانا، تضیع اوقات کرنا، نمازوں کا فوت کرنا اور شریعت کو پامال کرنا چھوڑ دے، سب کچھ بے کار ہے۔ اگر کامل پیر رکھتا ہے تو صرف ایک سوال پوچھ کہ وہ خود اور خدا کا پتہ بتا دے! بس کافی ہے، آج کے مصروف ترین دور میں کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وقت برباد کرے۔ اگر تجھے کامل پیر میسّر آئے تو اسکا خوب احترام کر، جان و دل ایسے پر قربان

کر اور ایسے کی جاسوسی سے گریز کر، ایسے پیر بذاتِ خود جاسوسِ قلب ہوتے ہیں! ارشاد گرامی ہے: ''احذروھم الّذین جواسیس القلوب'' یعنی ان سے ڈرو کہ وہ جاسوسان دل ہیں۔

عقلِ ظاہر و باطن

عقل ظاہر نفس ہے اور نفس کے دو مکانات ہیں! اور دونوں تاریک ہیں! ایک سے دیکھتا ہے، دوسرے میں چھپتا ہے۔ عقل باطن نور ہے، اس کے بھی دو مکانات ہیں، ایک تارے کی طرح دوسرا سمندر کی طرح، کامل پیر مرید کی روح میں اتر کر، اس کے ایمان کے سمندر میں داخل ہو جاتا ہے، اور مقام عطا کرواتا ہے۔ روح کیا ہے؟ عقل باطن ہے، عقل کیا ہے ایک سمندر ہے، یا یوں سمجھ لیجئے کہ جب نفس مزکیٰ ہو جاتا ہے، یا پاک ہو جاتا ہے تو روح تارے کی مانند روشن ہو جاتی ہے۔ کامل پیر کے قول و فعل ایک دوسرے کے گواہ ہوتے ہیں، اس کا قول ندی کی مانند اور فعل سمندر کی مانند باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں، کامل میں نور کو دیکھ، کہ وہ کس مرتبہ کا نور رکھتا ہے اور کس قدر سخی ہے۔ کچھ پیر تو صیاد کی مانند ہوتے ہیں، جو پرندوں کو جال میں پھنسانے کے لئے دانے ڈالتے ہیں، اگر وہ شکاری ہے تو اس کے قول و فعل کے جادو کا شکار نہ بن۔ اے نادان مرید! مرغ اور مؤذن کی اذان کا فرق بھی اگر تو

نہیں جانتا ہے تو تف ہے! تیری عقل پر۔

اے عزیز! کامل پیر مرید سے گواہی کا حق ادا کرواتا ہے، تا کہ گواہ بری ہو جائے، گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنے کا نام گواہی ہے! اظہار کیا ہے؟ قول وفعل اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے تا کہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ حق کیا ہے! اسی گواہی پر 'اوامر و نواہی' کا انحصار ہے، یہ تمام عبادات، حسنات وخیرات کیوں ہیں؟ اس پر ثواب کیوں؟ ثواب کیا ہے؟ اللہ کا فضل ہے، اور فضل رحمت ہے، اس رحمت کے پانی سے تیرے ایمان میں بہار آجاتی ہے، اور وہ سرسبز وشاداب ہو جاتا ہے، اس کے سبزے سے تیری جان قوی اور متقی ہو جاتی ہے، ورنہ خدا تیری عبادت کا محتاج نہیں! وہ تو تجھ پر فضل کر رہا ہے، تیری جان پر احسان کر رہا ہے، تا کہ تیری جان اس کے دیدار کے قابل ہو جائے، اور کون ہے جو اس سے بڑا رحیم وکریم ہوگا؟ ایسے کی گواہی تو بندہ دیتا ہے، مگر گواہی کے معنی پر نظر رکھنا چاہیئے، قولی گواہی، اقراری گواہی، صرف الفاظ پر نظر رکھنے کا نام ہے، کہ اس نے کیا کہا۔ فعل کی گواہی وعدۂ الست کو پورا کرنے کا نام ہے، زبانی گواہی دیکر اور حق پرستی کے اقرار کے بعد اگر وہ جھوٹ میں ملوث ہو گیا، تو گواہی بے اعتبار ہو جاتی ہے: ''لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ'' (النور ۲۴: ۷) اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو۔ اگر فعل سے وعدے کے خلاف کیا، تو عہد شکن

گمراہ ہو جاتا ہے۔ اسلام وہ ہے جس میں قول وفعل کے تضاد کی مطلق گنجائش نہیں، رات کو پی لی اور صبح کو توبہ کر لی، رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی! یہ اسلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسلام ہر اس چیز کی قربانی چاہتا ہے، جو نفس کے مطابق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسلام نفس کی قربانی چاہتا ہے، اسلام مکمل محبت ہے یہ محبت کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

مال، اولاد اور زکوٰۃ

اللہ ربّ العزت نے فرمایا ''اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ'' (التغابن ۶۴: ۱۵) بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد دونوں فتنے ہیں، اس لئے اللہ کے فقیر اکثر فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں، نیز ارشاد فرماتا ہے! (اے شیطان) ''وشارکھم فی اموالکم واولادکم'' اور تو ان کے مال اور اولاد میں شریک بن جا۔ نیز ارشاد فرماتا ہے: ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ'' (النساء ۴: ۵۹) اللہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر اولیاء اللہ ہیں؟ یہ اطاعت کیا ہے؟ جذبہ اخلاص ومحبت ہے، یہ اطاعت کیا ہے؟ جذبہ عشق کی وابستگی ہے۔ اگر انسان اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے اولیاء سے خالص جذبہ محبت واخلاص نہیں رکھتا، یا اس دائرۂ عشق سے خود کو آزاد کر لیتا

ہے، تو شیطان اس کی نسل میں شریک ہو کر پیدا ہوتا ہے! اس لئے پاک نسلوں کے لئے جذبۂ عشق و اخلاص چاہیئے، شیطان کُل کا عاشق ہے، اس لئے صرف ایک خدا کے سوا، دوسرے حضرت آدم کو تسلیم نہیں کیا! یہ ایک سے محبت کرتا ہے، دو یعنی جماعت سے ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے، کمزور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مال پر زکوٰۃ فرض ہوئی تا کہ کل نہ رہے جزء میں تقسیم ہو جائے۔ خیر و خیرات اور حسنات کا حکم دیا، تا کہ مال کُل نہ رہے، جزء میں تقسیم ہو جائے اور شیطان کے حصے سے پاک ہو جائے! افسوس انسان کو اتنا فہم بھی نہیں ہے کہ اللہ کے احکامات میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔

اے سالک! اگر تو توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے، تو توحید کے سمندر میں غرق ہو کر غسل کر لے، اور رسالت کے پرنور چاند کی چاندنی میں پرسکون اور مطمئن ہو جا، کہ تیرا اعمال اور اولاد ضائع نہ ہونے پائے۔ رسالت کے چاند کی چاندنی کیا ہے؟ سراپا لطف و کرم، ہزار ماؤں کی مہربانی سے بھی زیادہ لطیف تر ہے۔ ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ'' سے توحید ہے ''وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' سے رسالت کا چاند ہے اور ''اُوْلِی الْاَمْرِ'' سے صراط مستقیم ہے اور یہی تیری ابتداء اور انتہاء ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں، جو اس سے بھٹک گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا، نہ دین کا رہا اور نہ دنیا کا رہا۔ افسوس ہے اس پر جس نے ایمان کے متعلق قول پر اکتفاء کر لیا، اور دنیوی حرص کے کفر میں مبتلاء رہا، ایمان کا ثمر

جنت اور نعمت جنت ہے، جو تیرے لئے آسمان میں ہے، وہ میری آنکھوں میں روشن ہے۔ بیشک تیرا مال، نفس و نظر کا خوراک ہے، بیشک اس میں تیرے جسم کا حصہ ہے، اگر تیرے مال میں شیطان کا لقمہ نہ ہوتا، تو نبی کریم ﷺ یہ کیوں فرماتے؟ میرا شیطان میرے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہے! معلوم ہوا کہ شیطان کا حصہ مال میں ہوتا ہے، لہٰذا تقویٰ اور انصاف اختیار کرنا چاہیئے! آپ ﷺ کا شیطان اس لئے مسلمان ہوا کہ اس نے مردوں کو زندہ کرنے والی غذا کھائی تھی، ورنہ ہماری غذا میں شیطان داخل ہے بھلا وہ کب مسلمان ہوگا؟ معلوم ہوا کہ انبیاء اور اتقیاء کی غذا مردے کو زندہ کرنے والی اور اہل دنیا کی غذا زندہ کو مردہ کرنے والی ہوتی ہے۔ اے انسان! تیرے تمام اعضاء تجھ سے خوراک حاصل کر لیتے ہیں، ہر چیز کی غذا حاصل ہوتی ہے، تو اپنے تمام جسم کا جائزہ لے، خود میں دیکھ لے، کہ تجھ میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آنکھ ہے، آنکھ سے عبرت حاصل کر کیونکہ وہ نور سے غذا حاصل کرتی ہے۔ فرشتے نور سے غذا حاصل کرتے ہیں، تو فرشتوں سے بہتر اس وقت ثابت ہو سکتا ہے، جب تجھے غذا نور سے میسر آ رہی ہو! ''وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ'' (الذریت ۵۱: ۲۲) اور تمہارا رزق آسمان میں ہے! زمین پر چوہے کی مانند کیا کر رہا ہے؟ اگر تجھے لقمۂ نور چاہیئے تو روزہ رکھ! معدے کو مٹی سے خالی رکھ، تا کہ تصفیہ ہو جائے اور تو غذائے نور قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔

عقل اور لوح محفوظ

اے عزیز! عقل کیا ہے؟ عقل عدم کا نور ہے! اور عدم، ربّ العالمین کی روشن تحریروں کا نام ہے! جس سے چاند سورج اور ستارے روشنی کی خیرات لیتے ہیں، ان مختلف روشنائیوں کی تحریروں میں لوح محفوظ بھی ایک ہے۔ عدم کی نظر وجود پر ہے، اندھا کیا جانے؟ عقل ایک فرشتے کی مانند ہے، جو لوح محفوظ کے مطابق، ہر دن کا کام انجام دیتی ہے، خزانہ عدم میں مقام وحی پوشیدہ ہے، ہر ایک کو خزانہ کی فکر ہے، مگر خزانے کا راز عدم کے انوار میں چھپا ہوا ہے، ہر کوئی موتیوں کے لئے دریا کی جانب لپکنے کی کوشش کرتا ہے مگر یہ خواہش کوئی نہیں کرتا، جو حضرت موسیٰ نے کی! حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی عدم کے متمنی تھے۔ افسوس ہائے افسوس! کوئی زمین پر بھٹک گیا ہے، کوئی ستاروں پر قدم رکھ رہا ہے، اپنے باہر مختلف راستے ہیں، اور اپنے ہی اندر خیالات کا ایک رنگ برنگی گلزار ہے، انسان حیران ہے کہ یہ خیالات کہاں ہیں؟ اور کہاں سے آتے ہیں؟ بے علمی سے ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں۔ اے اللہ کے بندے! یہ خیالات کے گنگا کی گنگوتری تیری تقدیر کے رنگوں میں پوشیدہ ہے۔ اے سالک جا! کسی کامل مرشدِ حق نما، حاضرات ونظرات کے خزانے دکھانے والے، پیرِ کامل کی صحبت اختیار کرلے تاکہ اس بحرِ زخّار سے بہنے والی علوم کی

دریا کا پتہ معلوم ہوسکے!

اے ربّ العزت! بارگاہ عزت وشرف عطا فرما! میری سماعت نے تیرے نام کا حلقہ پہن لیا ہے: ''وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا'' (الدھر ۷۶:۲۱) مستان الست کی بزم میں، پاکیزہ شراب پلا، اسی شراب کی عنبریں خوشبو سے میری ہستی کا دامن خوشبودار ہے، میری روح معطر ہے، تو وہ ہے جو نہ مانگی ہوئی دعا بھی قبول کرتا ہے، اپنی تحریر سے تو نے عقل کو دقیق النظر تو کیا ہے، اس فقیر کی تحریر میں تاثیر پیدا کر، تاکہ میرے حق میں عوام کی خواص کی دعائیں تجھ تک پہنچیں، اگر شرف قبولیت میرا نصیبہ ہے، تو میں عاشق عدم ہوں! مجھے معشوقِ عدم کے جلوؤں کا وفادار بنادے آمین یاربّ العالمین،

[بابِ نہم]

جواہر لطائف

سوال: آلآن کما کان کیا ہے؟

جواب: وہ آج بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

سوال: کنتُ کَنْزًا مَخْفِیًا کیا ہے؟

جواب: حضرت عشق ہیں جو قدرت کے مشرق سے سورج کی طرح طلوع ہو چکے ہیں۔

سوال: فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کیا ہے؟

جواب: قدرت کاملہ اور محبت کا اظہار ہے۔

سوال: اسم اللہ کیا ہے؟

جواب: حضرت عشق کا نام ہے۔

سوال: محمّد رسول اللہ کیا ہے؟

جواب: رسالت کا گوہر آبدار ہے۔

سوال: عرش کیا ہے؟

جواب: مؤمن کا قلب مثل مہتاب یکتا وتنہا ہے۔

سوال: لا الٰہ الا اللہ کیا ہے؟

جواب: توحید ہے اور توحید صبغۃ اللہ کا ایک ایسا رنگ ہے جو ہر مخلوق کے رنگوں کی اصل ہے۔ انوار کا ایک لازوال سمندر ہے، جس میں ہر چیز ایک جان ہے۔

سوال: محمد رسول اللہ کیا ہے؟

جواب: رسالت ہے، جو محبتِ رحمت کا سرچشمہ ہے، ایک نور کا آفتاب ہے جس کے نور سے ہر مخلوق پیدا ہوئی۔

سوال: جمال وجلال کیا ہے؟

جواب: لطف وقہر ہے۔

سوال: لطف وقہر کیا ہے؟

جواب: نور اور نار ہے۔

سوال: نار کیا ہے؟

جواب: نفس اور شر شیطانی کی آگ ہے۔

سوال: ابلیس کیا ہے؟

جواب: دماغ کا دھاگا ہے۔

سوال: نور کیا ہے؟

جواب: سراپا خیر ہے۔

سوال: دنیا کیا ہے؟

جواب: آتشی امانت ہے، جسے اللہ نے آگ کے سپرد کیا۔

سوال: آدم کیا ہے؟

جواب: قدرت کاملہ کے خزانے کا امین ہے۔

سوال: انسان کیا ہے؟

جواب: ایک بے نقص موتی ہے، جو رب کا آئینہ ہے: **المؤمن مرأۃ المؤمن**۔

سوال: آئینہ کیا ہے؟

جواب: نور ہے۔

سوال: قرآن کیا ہے؟

جواب: نور ہے اور کلمہ سے ظاہر ہو کر لوح محفوظ پر مرقوم ہوا۔

سوال: لوح محفوظ کیا ہے؟

جواب: اللہ کی روشنائی سے لکھی ہوئی تختی اور نور ہے۔

سوال: لوح محفوظ کہاں ہے؟

جواب: آسمانِ نور پر خوشنما انوار کے ساتھ محفوظ ہے۔

سوال: آسمان کیا ہے؟

جواب: ساتوں آسمان، آسمان در آسمان پوشیدہ ہیں اور قدرت کے تمام خزانوں پر سایہ فگن ہیں، اور ہر آسمان کا رنگ جدا جدا ہے بس دیکھنے والی آنکھ چاہیے!

سوال: ستارے اور برج کیا ہیں؟

جواب: اللہ کی نشانیاں ہیں، ہر ستارے کا رنگ دلکش اور ہر برج محفوظ ہے۔

سوال: سورج اور چاند کیا ہے؟

جواب: آسمانوں پر محفوظ و موجود جلال و جمال کے مظاہر ہیں ایک کا رنگ سفید اور دوسرے کا رنگ سبز ہے۔

سوال: کرسی کہاں ہے؟

جواب: دونوں عالم کو یعنی عالمِ جلال و جمال کو گھیرا ہوا ایک نور ہے جو ہوا کی مانند آزاد ہے جسے کوئی نہیں گھیر سکتا!

سوال: قلم کیا ہے؟

جواب: ایک بے بہا نور ہے، جس سے ہر سیاہ و سفید لکھا جاتا ہے۔

سوال: لوح کیا ہے؟

جواب: سفید قرطاس کی مانند ہے، جس پر کفر و ایمان لکھا جاتا ہے، یہ عرش کے مقامات میں سے ہے۔

سوال: اسلام کیا ہے؟

جواب: عرش کے قریب ایک سبز نور ہے۔

سوال: ایمان کیا ہے؟

جواب: یہ بھی عرش کے قریب ایک سفید نور ہے۔

سوال: کفر کیا ہے؟

جواب: ایک آگ ہے جو عرش کے جلال سے دہک رہی ہے۔

سوال: شرک کیا ہے؟

جواب: سیاہی اور سفیدی میں فرق نہ کرنے کا نام ہے۔

سوال: شریعت کیا ہے؟

جواب: علیین کا رہبر ہے۔

سوال: گناہ کیا ہے؟

جواب: سجین کا رہبر ہے۔

سوال: معرفت کیا ہے؟

جواب: حق ہی حق ہے۔

سوال: عدم کیا ہے؟

جواب: جہاں کوئی وجود نہیں وہ مقام ہے مگر تمام خلائق کی اصل کا ایک آئینہ ہے، جس سے ہر رنگ چھلکتا ہے۔ یہ اس قدر لطیف ہے جیسے ہوا۔

سوال: عدم کہاں ہے؟

جواب: لامکاں میں عدم ہی عدم ہے اور کوئی شئی نہیں، ہر رنگ میں عدم بے وجود ہے۔ جیسے ہوا۔

سوال: وجود کیا ہے؟

جواب: لاموجود الا اللہ، وحدہ لاشریک لہ اور شان صمدیت کا ایک بے مثال سورج ہے۔

سوال: عالم ارواح کیا ہے؟

جواب: عدم کے اطراف، ہر رنگ میں ان گنت، خشک ذرات کو لئے ہوئے ایک میدان ہے، بلکہ دریا ہے۔

سوال: عالم ازل کیا ہے؟

جواب: وعدہ وعہد الست کا ایک بحر بے کنار ہے، ہم جہاں سے وعدہ کر کے آئے تھے، بس وہیں جانا ہے۔

سوال: وعدہ وعہد الست کیا ہے؟

جواب: دیدار کے بعد گواہی دینے کا نام ہے۔

سوال: دنیا کیا ہے؟

جواب: مقام عہد ایفاء ہے اور عناصر کی جنت ہے۔

سوال: عناصر کیا ہیں؟

جواب: آگ کے بچے ہیں۔

سوال: عناصر کی اصل کیا ہے اور کہاں ہے؟

جواب: عناصر کی اصل آگ ہے اور اسے پختہ مؤمن ایمان کی آنکھ سے قریب دیکھتا ہے۔

سوال: پل صراط کیا ہے؟

جواب: راہِ حق ہے جو آگ پر بنی ہوئی ہے، اللہ اس آگ کے غضب سے محفوظ رکھے۔

سوال: صراط مستقیم کیا ہے؟

جواب: خود اور خدا کے درمیان کا راستہ ہے۔

سوال: استقامت کیا ہے؟

جواب: ایک سمندر ہے، ایک موتی ہے، یہاں جس کا جتنا ظرف ہے وہ مقام حاصل کر لیتا ہے۔

سوال: ولی کیا ہے؟

جواب: دوست ہے، باقی کے ساتھ باقی رہنے کا نام ولایت ہے اور ولایت دریا ہے جہاں دوستوں کے دوست کا دیدار میسر آتا ہے

سوال: رزق کیا ہے؟

جواب: ہر رزق کی اصل نور ہے، جو دریائے رحمت سے تقسیم ہوتا ہے۔

سوال: حیات کیا ہے؟

جواب: ایک عارضی مہلت ہے، جو سیاہی میں روپوش ہوتی ہے اور ایک دائمی ہے جو سفید رحمت میں پرورش پاتی ہے۔

سوال: جنت کیا ہے؟

جواب: رزق اور نعمتوں کا مقام ہے، جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ اوپر ہوتا ہے ہر وقت یہاں دن ہوتا ہے، رات نہیں!

سوال: جہنم کیا ہے؟

جواب: نفس امّارہ کا مقام اور آگ ہے، ہر وقت دہکتی رہتی ہے، جہاں خوف ناک تاریکی ہوتی ہے۔

سوال: حوض کوثر کیا ہے؟

جواب: وہ مقام جہاں سے کثرت نمودار ہوئی، اور وہ مقام جہاں وحدت ظاہر ہوتی ہے، یہ حوض ایک سمندر کی مانند ہے۔

سوال: لواء الحمد کیا ہے؟

جواب: حوض کوثر کے قریب ایک سبز لواء کا مقام ہے، آنکھ والے کو سیاہ، سفید، سرخ و سبز سب کچھ نظر آتا ہے! اندھا کیا دیکھے؟

سوال: حشر کیا ہے؟

جواب: ایک میدان ہے جہاں دہکتا ہوا سورج سر پہ آیا ہوا ہوتا ہے! ہر

سیاہ وسفید سب پریشان ہوتے ہیں جہاں عناصر اور ارواح منتشر ہوجاتے ہیں۔

سوال: میزان کیا ہے؟

جواب: وہ ترازو ہے جس میں ہر سیاہ وسفید تولے جاتے ہیں۔

سوال: فرشتے کیا ہیں؟

جواب: عالم ملکوت کی قوتیں ہیں جو زمین وآسمان سے تعلق رکھتے ہیں۔

سوال: حوریں کیا ہیں؟

جواب: الٰہی تجلیات ہیں، جو ہر دن ایک نئی شان میں ظاہر ہوتے ہیں۔

سوال: غلمان کیا ہیں؟

جواب: اطفال ہیں، درالمعانی ہیں، طفل المعانی ہیں، ارواحِ قدسیہ ہیں

سوال: شراباً طہوراً کیا ہے؟

جواب: مئے وحدت ہے، جس طرح ہزاروں انگور کو نچوڑنے سے، ایک شیرہ، ایک جان ہوکر، حاصل ہوتا ہے یعنی لطف اتحاد ہے۔

سوال: خیر وشر کیا ہے؟

جواب: سفید وسیاہ ہے۔

سوال: روح کیا ہے؟

جواب: عقل باطن یعنی قلب کا نور ہے، اسی نور سے قلب کی آنکھ کھلتی ہے

مگر اس پر سیاہ پردے پڑے ہوئے ہیں! یہ قطرہ بھی ہے، دریا بھی ہے، یہ آنکھ میں نظر کی مانند بھی ہے اور سمندر کی مانند بھی ہے، بس دیکھنے والی آنکھ چاہیے۔

سوال: نفس کیا ہے؟

جواب: آگ ہے، آنکھ سے ظاہر اور دماغ میں پوشیدہ ہے، یہ عقل ظاہر ہے۔

سوال: دل کیا ہے؟

جواب: دل ایک دریا ہے جس میں قدرت کا ہر راز سما سکتا ہے مگر دل کسی شئے میں نہیں سما سکتا، جسم میں ابلیس کا گذر ممکن ہے مگر یہاں ناممکن ہے۔ ایک مقفل خزانہ ہے جو کسی سے نہیں کھلتا۔ یہ دل نہیں جان ہے۔

سوال: سر کیا ہے؟

جواب: سر ملک عدم میں بے عدم نور ہے، جس کو ناقص نہیں پہچان سکتے!

سوال: خفی کیا ہے؟

جواب: خزانے کا لعل ہے۔

سوال: ''اخفٰی'' کیا ہے؟

جواب: ملک عدم کی جان ہے، جس کے حصول کے بعد اعلیٰ مراتب عطا

ہوتے ہیں ۔یہی وہ مقام ہے جس کو حدیثِ پاک میں پانچ لطائف میں سے شمار کیا گیا ہے یہی وہ آخری لطیفہ ہے جس کو مقامِ ’’انا‘‘ بھی کہا گیا ہے۔

ہماری کتابیں ملنے کے پتے

۱) الہدیٰ پبلی کیشنز، 2982، کوچہ نیل کنٹھ، قاضی واڑہ، دریا گنج، نئی دہلی۔2

Mobile : 8010503999

۲) نثار بکڈ پو، جی، ۶۷ سٹی مارکٹ بنگلور، پن کوڈ، 560002.

Mobile:9845451830.

۳) فردوس کتاب گھر، نزد کے سی سی بیا نک، رسول پور گلی، دھارواڑ، کرناٹک

Mobile : 9342211155

۴) جناب سید شاہد الطاف القادری، سجادہ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ،
خانقاہِ قادریہ نوریہ سقّافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

Mobile:9448467215,9986323902